غزوۂ تبوک

علامہ محمد احمد باشمیل



نفیس اکیڈمی

اردو بازار، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ تبوک

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ:

مولانا اختر فتحپوری

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

نام کتاب : ______ غزوۂ تبوک
تالیف : ______ علامہ محمد احمد باشمیل
ترجمہ : ______ مولانا اختر فتحپوری
ناشر : ______ نفیس اکیڈمی۔ کراچی
طبع اول : ______ اپریل ۱۹۸۹ء
ایڈیشن : ______ آفسٹ
ضخامت : ______ ۴۰۰ صفحات
ٹیلیفون : ______ ۲۱۳۳۰۳

مطبوعہ: احمد برادرز۔ کراچی



اسلام کے فیصلہ کُن معرکے

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	عرض ناشر	۱۳
۱	کلمۃ المؤلف	
۲	**فصل اوّل**	۱۷
	غزوۂ حنین اور تبوک کے درمیان مختصر فوجی واقعات	۱۷
۳	حنین اور طائف کے بعد فوجی دستے۔	۱۹
۴	بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ محرم ۹ھ۔	۲۰
۵	خزاعہ کا بنی تمیم کو اپنے علاقے سے نکالنا۔	۲۳
۶	خثعم کی تادیب کے لیے دستہ صفر ۹ھ۔	۲۵
۷	بنی کلاب کے لیے دستہ، ماہ ربیع الاوّل ۹ھ۔	۲۷
۸	علقمہ مدلجی کا بحری دستہ، ربیع الآخر ۹ھ۔	۳۰
۹	قبیلہ طیٔ کی طرف حضرت علیؓ بن ابی طالب کا دستہ، ربیع الآخر ۹ھ۔	۳۴
۱۰	عدی بن حاتم شام کی طرف کیسے بھاگا۔	۴۲
۱۱	حضرت کعب بن زہیر شاعر کا قبولِ اسلام ۹ھ۔	۴۷
۱۲	**فصل دوم**	۵۶
۱۳	قبائل شام کی تاریخ	۵۶
۱۴	رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو کیسے اکٹھا کیا۔	۶۵
۱۵	مسلمانوں کے درمیان عام لام بندی۔	۶۸

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۶	مالدار صحابہ کا فوج کے لیے عطیات دینا۔	۷۱
۱۷	فوج کو عطیات دینے میں عورتوں کی شمولیت۔	۷۵
۱۸	تخریبی عناصر کا مدینہ میں متحرک ہونا۔	۷۵
۱۹	منافقین کے تصرفات کے نمونے۔	۷۸
۲۰	غزوۂ تبوک میں ابن ابی اور الجد بن قیس کا موقف۔	۸۱
۲۱	عبداللہ بن ابی کا تخریبی کردار	۸۶
۲۲	منافقین کے سازشی اڈے کی تباہی۔	۹۲
۲۳	سب سے خطرناک اڈہ	۹۵
۲۴	فوج کے اجتماع کی تکمیل اور انتظامی تدابیر۔	۹۷
۲۵	مدینہ کا نائب امیر	۹۹
۲۶	فصل سوم	۱۰۷
۲۷	فوج میں گھڑ سوار فوج	۱۱۰
۲۸	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے چار مومنین۔	۱۱۲
۲۹	جس راستے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے۔	۱۱۷
۳۰	منافقین فوج میں	۱۲۰
۳۱	لوگوں سے بلوادہ جل چکے ہیں۔	۱۲۳
۳۲	مخشی بن حمیر کی توبہ	۱۲۶
۳۳	دیار ثمود سے گزر اور ان کے کنوئیں سے پانی پینے سے روکنا۔	۱۲۷
۳۴	ثمود کی رہائش گاہوں میں داخل ہونے سے روکنا۔	۱۳۲
۳۵	فوج کے اندر تشکیک اور برے عناصر۔	۱۳۳
۳۶	عربوں میں اونٹوں کے پہلے حدی خوان۔	۱۴۱
۳۷	اہل یمن کی نصرت اسلام۔	۱۴۲
۳۸	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک صحابی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھنا۔	۱۴۳
۳۹	قانونی پوائنٹ	۱۴۴
۴۰	تبوک پہنچنا۔	۱۴۵
۴۱	تبوک میں نبوی محافظین	۱۴۶

۴۲	شہید فی سبیل اللہ کون ہے؟	۱۴۹	
۴۳	سانپ کی شکل میں متمثل ہونے والے جن کا واقعہ۔	۱۵۲	
۴۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوع آفتاب کے بعد صبح کی نماز پڑھنا۔	۱۵۳	
۴۵	حجۃ الوداع کے خطبہ کی مانند خطبہ۔	۱۵۴	
۴۶	ایمان، یمن والوں کا ہے۔	۱۵۶	
۴۷	گھوڑوں کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو۔	۱۵۷	
۴۸	تربیت نبوی کا ایک واقعہ	۱۵۸	
۴۹	حدود پر رومیوں کا کوئی نشان نہ تھا۔	۱۶۰	
۵۰	**فصل چہارم**	۱۶۶	
۵۱	دومۃ الجندل کی فتح۔	۱۷۲	
۵۲	حضرت خالدؓ کا تبوک سے مارچ کرنا۔	۱۷۶	
۵۳	قلعہ کیسے سر ہوا؟	۱۷۷	
۵۴	کیا اکیدر مسلمان ہوا؟	۱۸۲	
۵۵	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے حدود شام کو پار کرنے کے بارے میں مشورہ۔	۱۸۴	
۵۶	منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش کرنا۔	۱۸۶	
۵۷	قتل کے بارے میں منافقین کا منصوبہ کیسے ناکام ہوا؟	۱۸۹	
۵۸	منصوبہ بندی کرنے والوں کے قتل کا مطالبہ۔	۱۹۸	
۵۹	مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا گرانا۔	۲۰۱	
۶۰	سازشوں کا اڈہ مسجد ضرار	۲۰۳	
۶۱	قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ضرار میں نماز پڑھتے۔	۲۰۷	
۶۲	غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ۔ اور اللہ تعالےٰ کا ان کو معاف کرنا۔	۲۰۵	
۶۳	حضرت کعب بن مالک کی اپنے اہلیہ کے بارے میں گفتگو۔	۲۲۳	

نمبر	عنوان	صفحہ
۱۴۰	وفد بہرا	۳۵۷
۱۴۱	وفد حمیر	۳۵۷
۱۴۲	وفد نصاریٰ نجران	۳۶۱
۱۴۳	وفد جیشان	۳۶۳
۱۴۴	وفد السباع	۳۶۴
۱۴۵	جزیرہ عرب پر اسلام کا کامل تسلط	۳۶۶
۱۴۶	ذوالکلاع الحمیری کے وفود	۳۶۶
۱۴۷	زکوٰۃ کا جمع کرنا۔	۳۶۸
۱۴۸	حجۃ الوداع	۳۶۹
۱۴۹	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں صرف ایک اسلامی حج کیا۔	۳۶۹
۱۵۰	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حج میں کعبہ کو غلاف چڑھانا۔	۳۷۵
۱۵۱	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اہل مکہ کی نماز۔	۳۷۶
۱۵۲	کیا عورت کا چہرہ چھپانے کی چیز ہے؟	۳۸۲
۱۵۳	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں۔	۳۸۳
۱۵۴	یوم عید یوم حج اکبر کو آپ کا خطبہ	۳۸۴
۱۵۵	منیٰ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا خطبہ۔	۳۸۹
۱۵۶	رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو واپسی۔	۳۹۳
۱۵۷	حضرت اسامہ بن زیدؓ کی فوج کو تیاری کا حکم۔	۳۹۳
۱۵۸	حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ارتداد کا ظہور۔	۳۹۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلمۃ المؤلف

اے اللہ! ہم تجھ سے مدد کے خواہاں ہیں اور اپنے شرورِ نفس اور اعمالِ سیئہ سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور تجھ سے قول و عمل کی درستگی کی دعا کرتے ہیں۔ وصل اللّٰھم علیٰ نبیك محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

امابعد، یہ کتاب ہمارے تاریخی سلسلہ (اسلام کے فیصلہ کن معرکے) کی دسویں کتاب ہے جسے ہم قارئین کرام کے سامنے اس امید پر پیش کر رہے ہیں کہ یہ موضوع و اخراج کے لحاظ سے ان کی پسندیدگی کے مقام پر ہوگی۔

بلاشبہ غزوۂ تبوک اس لحاظ سے تاریخ عہد نبوی کا سب سے بڑا غزوہ ہے کہ جس فوج نے اس کی ذمہ داری لی وہ تیس ہزار تک پہنچی ہوئی تھی اور عہد نبوی کی تاریخ میں، خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کمان اس کی مانند فوج جمع ہو گئی ہو، اتنی تعداد پہلے جمع نہیں ہوئی، اسی طرح یہ غزوہ سب سے بڑا فوجی حملہ اور آخری فوجی کارروائی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔

غزوۂ تبوک میں اسلامی فوج اور اس جنگ کے لیے لائی جانے والی رومی فوج کے درمیان کوئی جھڑپ نہیں ہوئی کیونکہ اس فوج نے ـــــ مؤرخین کے بیان کے مطابق ـــــ متعدد بڑی بڑی یونٹوں کو جزیرہ عرب کی حدود پر، اپنے عرب عیسائی مددگاروں کی مدد سے اس میں داخل ہونے کے ارادے سے اکٹھا کر رکھا تھا۔

اور یہ فوج محض مدینہ سے مسلمانوں کے مارچ کا علم ہونے سے ہی اسلامی فوج کے ساتھ جھڑپ ہونے کے خوف سے، حدود سے اواسط شام کی طرف سمٹ آئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مسلمانوں نے تبوک پہنچتے ہی اپنے گشتی دستوں کو پھیلا دیا اور انہوں نے فوج اور رومیوں کا کوئی نشان نہ پایا۔



لٰہذا اسلامی فوج نے ——— اگرچہ اس غزوہ میں رومیوں پہ ——— فوجی فتح حاصل نہیں کی۔ مگر اس نے سب سے بڑی معنوی فتح حاصل کی ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے اس وقت کی دُنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت کی فوج کو خوفزدہ کر دیا۔ جب اس کی آمد پہ حدود سے وہ بونٹیں بھاگ گئیں جنہیں ہرقل نے جزیرہ عرب پر حملہ کرنے کے لیے جمع کیا تھا اور تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی فتح پانا، بڑی بڑی فوجی فتوحات کا پیش خیمہ بن گیا جو آپ کے بعد آپ کے خلفاء نے رومیوں پہ حاصل کیں اور وہ یوں کہ انہوں نے شام کا تمام علاقہ اور ایشیائے کوچک کا کچھ حصّہ ان سے چھین لیا، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔

اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں فوجی فتح ریکارڈ کی جس کی بڑی اہمیت ہے اور وہ یوں کہ آپؐ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو تبوک سے چار سو سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف بھیجا اور آپ نے سب سے خطرناک پاکٹ کا خاتمہ کر دیا جو جزیرہ کے اندر اسلام کی دشمن تھی اور وہ دومۃ الجندل کی کندی عربی نصرانی مملکت تھی، آپ نے اس کے قلعوں پہ قبضہ کر لیا اور اس کے بادشاہ (اکیدر بن عبدالملک) کو قیدی بنا لیا اور اس کے بھائی حسان کو قتل کر دیا۔

بلکہ تبوک میں جیش نبوی کی موجودگی نے ان متعدد امراء کو خوفزدہ کر دیا جو شام کے اندر بازنطینی تاج سے وابستہ تھے انہوں نے ہتھیار ڈال دیے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ صلح کا معاہدہ کیا جس کے ہی جب

انھوں نے جزیہ ادا کر کے مسلمانوں کی اطاعت میں آنا قبول کیا ــــــ اور وہ معان کے اہل اذرح اور جربا اور خلیج عقبہ کے اہل ایلات تھے ــــــ اور یہ تمام علاقے فلسطینی ممتلکات کے ضمن میں شام میں داخل ہیں۔

اس طرح غزوہ تبوک نے اپنے مقاصد کو کامل طور پر پورا کیا اور جیش نبوی بڑی فتح حاصل کر کے مدینہ واپس آگیا۔



اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے قبل اور بعد یعنی ہجرت کے نویں سال میں متعدد فوجی دستے جزیرہ عرب کی دور دراز اطراف میں بھیجے ان دستوں نے جزیرہ میں موجود تمام بت پرست پاکٹوں کا صفایا کر دیا اور آپ نے غزوۂ تبوک سے قبل آٹھ حربی دستے بھیجے، جنھوں نے جزیرہ کے بت پرستی کے تمام مظاہر کا مکمل صفایا کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سالہ میں رفیق اعلیٰ سے اس وقت ملے جب جزیرہ کی انتہائی دور دراز اطراف میں اسلام کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

والحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وآلہ وصحبہ۔

محمد احمد باشمیل

جدہ ــــ مملکت عربیہ محروسہ۔

۱۳۹۵ھ - ۱۹۷۵ء

فصلِ اوّل

غزوۂ حنین اور غزوۂ تبوک کے درمیان

مختصر فوجی واقعات

- عیینہ بن حصن الفزاری کی کمان میں، بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ۔
- قطبہ بن عامر کی کمان میں خثعم کے لیے تادیبی دستہ
- بنی کلاب کی جانب، الضحاک بن سفیان کا سریہ
- علقمہ بن مجزز المدلجی کی کمان میں بحری دستہ
- قبیلۂ طئ کی جانب حضرت علی بن ابی طالب کا سریہ
- عدی بن حاتم کے اسلام کا واقعہ
- کعب بن زہیر کے اسلام کا واقعہ
- نجران کی طرف حضرت خالد بن ولید کا دستہ
- یمن کی جانب حضرت علی بن ابی طالب کا سریہ
- کعب الاحبار کے اسلام کا واقعہ

اس امر میں کوئی نزاع نہیں پایا جاتا کہ معرکہ حنین جو مکہ کے نزدیک مسلمانوں اور ہوازن کے درمیان ہوا۔ وہ سخت ترین اور آخری معرکہ تھا جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس حصّہ لیا۔

اور اس معرکہ میں مسلمانوں کی تباہ کن فتح، جزیرۂ عرب میں بُت پرستی کے

تابوت میں ٹھونکا جانے والا آخری کیل تھا، اس معرکہ میں احزاب کے تحالف کے بعد[1] سب سے بڑے قبائلی تحالف نے مسلمانوں کے سامنے شکست کھائی جس کا اسلام نے اپنی تاریخ میں سامنا کیا اور جزیرہ عرب میں بُت پرستی پر قائم رہنے والے اور شک کرنے والے جو لوگ مسلمان ہوئے اور ابھی اسلام ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا تھا وہ حنین میں اسلامی فوج پر ہوازن کی فوج کی فتح سے بڑی اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے تھے۔ ہوازن کی جو افواج اپنے اپنے علاقوں سے معرکہ میں شامل ہوئی ہیں اور مکہ سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے آئیں ان کا اندازہ بیس ہزار لگایا ہے جب کہ مسلمانوں کی فوج دس ہزار جانبازوں سے زیادہ نہ تھی اور ان میں مکہ کے وہ دو ہزار مسلمان بھی شامل تھے جن کے مسلمان ہونے پر صرف نصف ماہ ہی گزرا تھا اور ان میں بہت سے لوگ وہ تھے جو دل میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش کا عزم رکھتے تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کی فتح کے متمنی تھے۔

مگر حنین میں اسلامی فوج کے متکبر ہوازنی لشکر کو تباہ کرنے نے ان تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا جن سے جزیرہ عرب میں ادھر اُدھر پھیلے ہوئے بُت پرستی کے باقیماندہ اڈے وابستہ تھے۔

اور ہوازنی فوجی بازوؤں میں سے ایک بازو (جس کی اپنی اہمیت ہے) سلیم کی مانند باقی رہ گیا اور وہ ثقیف کا بازو تھا جو ـــــ حنین کی شکست کے بعد ـــــ مسلمانوں کے لیے کچھ خطرہ تھا اور یہ بازو طائف میں اپنے قلعوں میں اپنی بُت پرستی سے تمسک کیے ہوئے اور عداوت کا اظہار کرتے ہوئے اور اسلام کے اقتدار کی حربی مقاومت کرتے ہوئے قلعہ بند ہو گیا۔

مگر اس ہوازنی بازو کا خطرہ اس وقت دُور ہو گیا جب اس بازو کے بڑے

---

[1] دیکھیے ہماری تیسری کتاب "غزوہ احزاب"

پڑے اور ان کے نچلے پڑے اسلام میں داخل ہو گئے اور یہ اس وقت ہوا جب ثقیف نے خود کو الگ تھلگ اور ہوازن کے ان بقیہ قبائل کے مقابلہ میں محصور کی مانند پایا جو (صدق دل سے) اسلام میں داخل ہوئے اور وہ ہوازن کے سابق بادشاہ اور ان کے سالار عام کی کمان میں معرکہ حنین میں شامل ہوئے جس نے ان کے گھر کے صحن میں ثقیف کا سانس لینا دشوار کر دیا۔

پس ثقیف کے دانشمندوں نے ایک میٹنگ بلانے میں جلدی کی جس میں انہوں نے اپنے ہوازنی بھائیوں کے اسلام میں داخل ہونے اور اس دین کے سپاہی بن جانے کے بعد اپنے معاملے میں گفتگو کی وہ (اس دین کی مدد کی خاطر) طائف پر اس کے باشندوں کے شرک پر قائم رہنے کی وجہ سے حملے کرتے تھے۔

ثقیف کے قبائل ایک حربی قوت تھے بلاشبہ اس کا اپنا ایک وزن تھا اور ثقیف قدیم ترین زمانوں سے ممتاز سطح کی جنگجو قوم ہیں۔

اور بارہ ہزار نبوی فوج نے حنین میں فتح پانے اور ان ثقیفوں کے تعاقب کرنے کے بعد ان کا جو شدید محاصرہ کیا اس کے سامنے اپنے قلعوں کے اندر ان کا عناد کے ساتھ ڈٹ جانا ان کی جنگی مقدرت اور جنگی حالات میں ان کی اصلیت کی گواہی دیتا ہے اور ہم نے (جیسا کہ ہماری نویں کتاب غزوہ حنین میں پہلے بیان ہو چکا ہے) دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چودہ شہیدوں کے کھونے کے بعد جو ثقیف کے تیروں سے قتل ہوئے تھے، کیسے طائف کا محاصرہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔

اور یہ وہ تعداد ہے کہ کسی مؤرخ نے بیان نہیں کیا کہ مسلمانوں نے خود معرکہ حنین میں اس کی مانند آدمی کھوئے ہوں۔ یہ بات ثقیف کے عناد اور ان کے متکبر جنگجو قوم ہونے پر دلالت کرتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر اس کے کہ آپ کی فوج، ثقیف کے کسی قبیلے کو ہتھیاروں کی قوت سے عاجز کرے، ثقیف کے قلعوں کا محاصرہ چھوڑ دیا، مگر آپؐ نے اپنے اصحاب کو خبر

دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ ثقیف کو لائے گا اور وہ خوشی سے اسلام میں داخل ہوں گے، اس لیے ایسے لوگوں کے محاصرہ میں وقت ضائع کرنے کی کوئی وجہ نہیں جو عنقریب اپنی مرضی سے جلد یا بدیر مسلمان ہو کر آئیں گے۔

اور ثقیف کے عقل مند اور دانش مند قائدین نے اپنی پوزیشن کے مطالعہ کے بعد ـــ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے ـــ بالاتفاق یہ محسوس کیا کہ ان کے لیے ـــ اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں کے قبائل کے سمندر میں جو سب کے سب اسلام میں داخل ہو چکے ہیں، اپنے مشرک رہنے کے نتیجہ میں ـــ اس خوف اور تنگی سے نجات پانے کی کوئی راہ نہیں، سوائے اس کے کہ وہ بھی اسی طرح اسلام میں داخل ہو جائیں اور اس رائے پر اتفاق کے نتیجہ میں ثقیف کا ایک وفد مدینہ گیا اور طویل مذاکرات کے بعد ان سب نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور ان مذاکرات میں ثقفی وفد نے بہت کم عقلی کا اظہار کیا، جیسا کہ اس سلسلہ کی ہماری نویں کتاب (غزوۂ حنین) میں مفصل بیان ہوا ہے۔

حنین اور طائف کے بعد فوجی دستے

حنین میں مسلمانوں کے فیصلہ کُن فتح پانے کے بعد اور اس عظیم فتح کے باوجود بُت پرستی کی کچھ پاکٹیں باقی رہ گئیں (وہ اپنی پراگندگی اور کمزوری کے باوجود) مسلمانوں کو چیلنج کرنے لگیں اور انہیں کچھ ہیچ سمجھنے لگیں اور اسلام میں داخل ہونے سے انکار کرنے لگیں جس میں جزیرہ کے اکثر باشندے داخل ہو گئے تھے۔

یہ بُت پرست پاکٹیں حقیقتہً اسلام کے عسکری وجود کے لیے کوئی تہدید نہ تھیں جو جزیرہ عرب کے تمام حکمرانوں سے زبردست اختیار کا مالک تھا اور یہ بُت پرست پاکٹیں جزیرہ کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی تھیں جو ایک دوسرے سے بہت دُور تھے اور ان کے درمیان کوئی عسکری ارتباط نہ تھا۔ جو انہیں مسلمانوں کے خلاف حربی قوت بنا دیتا۔

لیکن ان پراگندہ اور قلیل باکٹوں کا اپنی بت پرستی اور اسلام دشمنی پر قائم رہنا، اس دین کے اہداف سے میل نہ رکھتا تھا جن میں سے سب سے اہم ہدف، توحید کے جھنڈے تلے جزیرہ عرب کو ایک کرنا اور اس جزیرہ میں بت پرستی کے کسی نشان کو باقی رہنے کی اجازت نہ دینا تھا۔

اس لیے (تاکہ جزیرہ عرب میں صرف اسلام کا اقتدار باقی رہے اور بت پرستی کی کوئی نشانی اس میں باقی نہ رہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فوجی دستے بھیجے جنہوں نے جزیرہ کی مختلف اطراف سے تمام باقی ماندہ بت پرست باکٹوں کے صفایا کی ذمہ داری لی۔

(۱)

بنی تمیم کے لیے تادیبی دستہ، محرم ۹ھ

یہ ایک جنگی گشتی دستہ تھا، جسے فزارہ کا سردار عیینہ بن حصن[1] دیار بنی تمیم تک لے گیا۔

اور اس کا سبب یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین سے واپس آنے کے بعد اور جزیرہ عرب کے باشندوں کی غالب اکثریت کے درمیان اسلام کے پھیل جانے کے بعد اپنے اصحاب میں سے کچھ آدمیوں کو مسلمانوں کے بیت المال کے لیے مقررہ زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا۔

---

[1] عیینہ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

آپ نے حضرت بریدہ بن الحصیب[1] کو اسلم اور غفار کی طرف اور حضرت عباد ابن بشر اشہلی کو سلیم اور مزینہ کی طرف اور حضرت رافع بن مکیث[2] کو اپنی قوم جہینہ کی طرف اور حضرت عمرو بن العاص[3] کو فزارہ کی طرف اور حضرت الضحاک بن سفیان کلابی کو بنی کلاب کی طرف بھیجا۔

اور آپ نے حضرت بسر[4] بن سفیان الکعبی کو ان کی قوم خزاعہ کی طرف بھیجا، حضرت بسر ان کے پاس آئے تو انھوں نے آپ کو خوش آمدید کہا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے اس کی ادائیگی کے لیے اپنے تیار ہونے کا اظہار کیا اور خزاعہ کے پڑوس میں ان کے علاقے میں تمیم کے دو قبیلے رہتے تھے جن میں سے ایک کو بنو جہیم اور دوسرے کو بنو عمرو بن جندب ابن العنبر کہا جاتا تھا اور وہ عسفان کی جانب، ذات الاشطاط کے تالاب پر خزاعہ کے ساتھ پانی پیتے تھے اور حدیبیہ سے دُور فاصلے پر نہ تھے، اور تمیم کے یہ دونوں قبیلے بُت پرستی پر قائم تھے اور وہ خزاعہ کے مہمان تھے اس لیے کہ وہ ان کے علاقے میں رہتے تھے۔

مگر جب تمیمیوں نے خزاعہ کو اپنی تمام مویشی اکٹھے کرتے دیکھا تاکہ حضرت بسر ان سے مسلمانوں کے بیت المال کے لیے زکوٰۃ لیں تو انہوں نے اس بات کو اوپرا سمجھا اور خزاعہ سے کہنے لگے، یہ کیا ہے؟ تمہارے اموال کو ناحق طریق سے لیا جاتا ہے۔ خزاعیوں نے انہیں کہا، ہم مسلمان ہیں اور اس بات کو ہمارا دین ہم پر فرض کرتا ہے اور ہم اسے پسند کرتے ہیں، پس جاہلیت کے شیطان

---

[1] بُریدہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔
[2] حضرت رافع کے حالات ہماری کتاب فتح مکہ میں دیکھیے۔
[3] حضرت عمرو بن العاص کے حالات ہماری کتاب فتح مکہ میں دیکھیے۔
[4] حضرت بسر بن سفیان کے حالات ہماری کتاب صلح حدیبیہ میں دیکھیے۔

نے تمیموں کے نتھنوں میں پھونک ماری اور وہ کہنے لگے خدا کی قسم کہ وہ ان سے کبھی ایک اونٹ بھی نہ لے سکے گا پھر اُنہوں نے اکٹھ کیا اور اپنے ہتھیار پکڑ لیے اور کمانیں گلوں میں ڈال لیں اور تلواریں سونت لیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو مسلمان خزاعہ کے مویشیوں کی زکوٰۃ لینے سے بزورِ قوت روک دیں۔

اور خزاعہ کی طرف جو نبوی نمائندہ گیا اس کے ساتھ صرف اس کے دو ساتھی تھے پس جب اس نے تمیموں کے مسلح اکٹھ کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور بھاگ کر مدینہ واپس آ گیا، واقدی نے بیان کیا ہے (وہ ان سے خوفزدہ ہو گیا اور اسلام ان دونوں عربوں پر حاوی نہ تھا اور باقیماندہ عرب —— بُت پرستی پر —— قائم تھے اور وہ تلوار سے ڈرتے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور حنین میں یہ کام کیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مصدقین —— زکوٰۃ جمع کرنے والوں —— کو حکم دیا تھا کہ وہ ان سے وہ مال لیں جس کا دینا دشوار نہ ہو اور ان کے اچھے اموال لینے سے بچیں، پس مصدق حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ، میں تین آدمیوں میں[1] تھا)

خزاعہ کا بنی تمیم کو اپنے علاقے سے نکالنا

بنی تمیم کا تصرف (دخل اندازی) رعونت اور بے شرمی کے تمام مفاہیم کا حامل تھا اور وہ اپنے علاقے میں بھی نہیں تھے بلکہ وہ خزاعہ کے علاقے میں مہمان بن کر خوراک تلاش کرنے آئے تھے اور اگر خزاعہ کا تحمل اور بنی تمیم سے ان کی قرابتداری کا لحاظ نہ ہوتا تو وہ انہیں قتل کر دیتے اور خزاعہ، بنو تمیم کی دخل اندازی پر سے ناراض ہوئے اور بنی تمیم سے کہنے لگے اگر تمہاری قرابتداری نہ ہوتی تو تم اپنے علاقوں میں نہ پہنچتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت سے ہم پر اور تم پر ضرور معصیت آئے گی، تم رسول اللہ

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۹۷۴

صلی اللہ علیہ وسلم کے درپے ہوتے ہو اور انہیں ہمارے اموال کی زکوٰۃ سے روکتے ہو، پھر خزاعہ نے بنو تمیم کو اسی وقت اپنے علاقے سے نکل جانے کا حکم دے دیا اور یہ بنو تمیم کی کاروائی سے خزاعہ کی عدم رضامندی کا اظہار تھا، پس بنو تمیم دیار خزاعہ سے بھاگتے ہوئے اپنے علاقے کو چلے گئے۔

اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی تمیم کے فعل سے آگاہی ہوئی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کے لیے کون ہوگا جنہوں نے جو کرنا تھا کیا ہے؟ عیینہ بن حصن الفزاری نے کہا، قسم بخدا میں ان سے نپٹوں گا، میں ان کا تعاقب کروں گا اور خواہ وہ یبرین تک پہنچ جائیں، میں انہیں آپ کے پاس لے کر آؤں گا انشاء اللہ، پس آپ ان کے بارے میں اپنی رائے قائم کریں یا وہ مسلمان ہو جائیں۔

پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ کو پچاس سواروں کی چھوٹی سی فوج کا کمانڈر بنا کر بھیجا جو سب کے سب صحرائی تھے اور ان کے درمیان ایک بھی مہاجر اور انصاری نہ تھا، پس عیینہ اپنی ہلکی سی فوج کے ساتھ جلدی سے چلا تاکہ بنی تمیم کو ان کے علاقے میں پہنچنے سے قبل روک لے، وہ رات کو چلتا اور دن کو انہیں چھپا دیتا اور وہ ان کی خبروں کا پیچھا کرتا، اُسے پتہ چلا کہ انھوں نے بنی سلیم کے علاقے میں خیمے لگائے ہیں اور جب اس نے ان کی جگہ کو معلوم کر لیا تو وہ اپنے سواروں کے ساتھ ان پر حملہ کرنے گیا۔

اور جب اس نے ان پر حملہ کیا تو وہ اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے بلکہ پشت پھیر کر بھاگ گئے لیکن اس نے ان کے گیارہ جوانوں کو قیدی بنا لیا اور اسی طرح ان کی گیارہ عورتوں اور تیس بچوں کو بھی قیدی بنا لیا اور سب کو مدینہ لے آیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رملہ بنت حارث کی حویلی میں اتارا، یہاں تک کہ تمیم کا بڑا وفد اطاعت کرتے ہوئے آیا اور انہوں نے تمام تمیم کے اسلام کا اعلان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیدیوں کو رہا

کر دیا اور ان کے بیوی بچوں کو انہیں واپس کر دیا جیسا کہ وفد تمیم کے مشہور واقعات میں مفصل بیان ہوا ہے اور ان کے بارے میں ہی اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

ان الذین ینادونک .... لا یعقلون[1]۔

(ترجمہ) تحقیق جو لوگ آپ کو حجروں کے پیچھے سے آوازیں دیتے ہیں ان کی اکثریت، عقل سے کام نہیں لیتی۔

(۲)

خثعم کی تادیب کے لیے دستہ[2] ... صفر ۹ ھ

یہ ایک چھوٹا جنگی گشتی دستہ تھا جو بیس جوانوں سے بنا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کمان حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ[3] کو عطا فرمائی اور انہیں حکم دیا کہ وہ خثعم کے ان قبائل پر حملہ کریں جو بت پرستی پر قائم ہیں اور وہ تبالہ کی جانب تھے ... حضرت قطبہ بن عامر اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ دس اونٹ بھی تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے اور انہوں نے زیادہ پوشیدگی اختیار کرنے کے لیے ہتھیاروں کو چھپا دیا اور دستہ دن کو چھپا رہتا اور رات کو چلتا۔

اور جب وہ ایک جگہ پہنچے جسے بطن مسحب کہا جاتا ہے تو انہوں نے وہاں

---

[1] الحجرات۔ ۴

[2] خثعم یمانی قحطانی قبیلہ ہے، ان کی فرودگاہیں بیشہ اور تربہ کے درمیان واقع ہیں، خثعم جاہلیت میں عظیم قوم اور جنگجو قبیلہ تھا اور اس نے طائف میں ثقیف سے جنگ کی تو ثقیف نے انہیں شکست دی۔

[3] قطبہ بن عامر کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

ایک شخص کو دیکھا اور اُنہوں نے اس سے جواب طلبی کی ——— اور وہ بظاہر قبیلہ خثعم سے معلوم ہوتا تھا، اس نے انہیں کچھ نہ بتایا بلکہ اس نے خثعم کے بت پرستوں کو انتباہ کرنے کے لیے چلّانے کی کوشش کی تو دستہ کے سالار حضرت قطبہ بن عامر نے اُسے قتل کر دیا۔

پھر عامر نے اپنے دستے کو اس کی جگہ پر ٹھہرایا حتیٰ کہ رات کا کچھ حصّہ گزر گیا پھر آپ نے ایک جوان کو بطور ہراول دشمن کے مقامات کو معلوم کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے ان کے مقامات کو معلوم کر لیا نیز یہ کہ وہ شہر میں خیمہ زن ہیں اور ان کے پاس اُونٹ اور بکریاں بھی ہیں حضرت قطبہ نے اپنے جوانوں کو یوں رینگ کر حملہ کرنے کا حکم دیا کہ محافظوں کو ان کے متعلق علم نہ ہو نیز یہ کہ قبیلے میں جو لوگ موجود ہیں ان کے پُرسکون ہو جانے اور سو جانے کے بعد حملہ ہو۔

اور عملاً جب دشمن کے جوان پُرسکون ہو گئے اور سو گئے تو حضرت قطبہ اور آپ کے جوانوں نے تکبیر کہی اور ان پر حملہ کر دیا پس شہر میں جو لوگ موجود تھے وہ ان کے مقابلے میں نکلے اور انہوں نے باہم شدید جنگ کی حتیٰ کہ فریقین بہت زخمی ہو گئے اور جنگ مسلسل صبح تک جاری رہی۔ اور اس وقت خثعم کی بہت سی امدادی افواج آ گئیں اور قریب تھا کہ حضرت قطبہ کا دستہ تمام اطراف سے گھِر جاتا، مگر اللہ تعالیٰ عظیم سیلاب لے آیا جو خثعم کی امدادی افواج اور ان کی قوم کے ان سرداروں کے درمیان جو حضرت قطبہ بن عامر کے جوانوں سے گتھے ہوئے تھے، اس طرح حائل ہو گیا کہ وہ وادی کو عبور نہ کر سکے، اس موقع پر حضرت قطبہ اور آپ کے دستے نے قبیلے کے تمام لوگوں کا خاتمہ کرنے کی قدرت پائی پھر آپ نے قبیلے میں جو اُونٹ اور بکریاں موجود تھیں ان پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھ تمام عورتوں کو قیدی بنا کر لے آئے اور سب چیزوں کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے اور غنائم میں سے دستے کے ہر جوان کے حصّے میں چار اونٹ آئے اور یہ اصل غنیمت سے خمس کے علیحدہ کر لینے کے بعد ہوا۔[1]

---

[1] دیکھیے مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۷۵۴، و ۷۵۵

(٣٣)

بنی کلاب کے لیے دستہ......

ماہِ ربیع الاوّل ۹ھ

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جزیرہ عرب میں بت پرستی کی مقاومت کی ...وٹی چھوٹی پاکٹوں کے صفایا میں لگ گئے، آپ کو اطلاع ملی کہ بنی بکر کے قرطار ...یک بطن، ہمیشہ اسلام سے دشمنی رکھتا ہے اور بت پرستی سے تمسک کرتا ...ہے پس آپ نے حضرت الضحاک بن[۱] سفیان کلابی کی کمان میں ایک فوجی دستہ ان

...[۱] الضحاک بن سفیان بن عوف بن کعب بن ابی بکر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعة ...عامری الکلابی آپ ابو سعید کنیت کرتے تھے، آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ ...علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی اور آپ مدینہ کے صحرا میں فروکش ہوئے تھے — ...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ان لوگوں کا امیر مقرر کیا جو آپ کی قوم سے ...مسلمان ہوئے تھے اور آپ نے انہیں لکھا کہ وہ اشیم الضبابی کی بیوی کو اس کے ...خاوند کی دیت کا وارث بنائیں، جسے غلطی سے قتل کر دیا گیا تھا اور آپ رسول اللہ ...صلی اللہ علیہ وسلم کے امین اور شدید محافظین میں سے تھے اور اکیلے ایک سو ...سوار کے مقابلے میں شمار ہوتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے ...بارے میں اس کی گواہی دی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلیم پر آپ کو امیر مقرر کیا جب کہ وہ فتح مکہ کے لیے جا رہے تھے اور وہ نو سو آدمی تھے — ...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا...کیا تم میں کوئی جوان ہے جو ایک سو کے برابر ہو اور وہ تم کو پورا ایک ہزار کر دے پس آپ نے انہیں

(باقی صفحہ پیوستہ پر)

کی طرف روانہ کیا اور کسی مؤرخ نے اس دستہ کے جوانوں کی تعداد بیان نہیں کی، ہاں واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ ایک فوج تھا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دستہ بہت سے جانبازوں پر مشتمل تھا۔

اور یہ بکری بُت پرست نجد میں ضریہ کی جانب مدینہ کے مشرق میں رہتے تھے اور دستے نے ان کی تادیب کے لیے مدینہ سے مارچ کیا —— اور اس دستے میں الأصید ابن سلمہ بن قرط بھی شامل تھے —— حضرت الضحاک بن سفیان اور آپ کے دستے نے قرطاء دشمنوں سے نجد میں زج لادۃ مقام پہ مڈبھیڑ کی اور انہوں نے انہیں دعوت اسلام دی اور انہوں نے اس کا جواب فوری جنگ کی صورت میں دیا پس مسلمان ان سے گتھ گئے اور فریقین کے درمیان جنگ ہوئی جو مسلمانوں کی فتح اور مشرکین کی ہزیمت پر ختم ہوئی، اس طرح اس چھوٹی بُت پرست پاکٹ کا صفایا ہوگیا جو ضریہ کی جانب باقی رہ گئی تھی۔

اور یہ عجیب نقطۂ انفصال ہے جو عقیدہ کے اختلاف کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے کہ حضرت الضحاک بن سفیان کے دستہ میں اشتراک کرنے والے ایک سردار (الاصید بن سلمہ) نے مشرکین کی صفوں میں اپنے باپ سے ملاقات کی اور اُسے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

الضحاک کے ذریعے پورا کر دیا اور آپ ان کے سردار تھے اور فلاسفر شاعر عباس بن مرداس سلمی نے الضحاک کی تعریف کی ہے اور کہا ہے ؎ بلاشبہ ان لوگوں سے تو نے جو وعدہ کیا تھا اُسے اس فوج نے پورا کر دیا ہے جس پر آپ نے حضرت الضحاک کو امیر بنا کر بھیجا ہے آپ نے اُسے نیزہ تیز کرنے کا حکم دیا اور جب دشمن نے اُسے دیکھا تو گویا وہ آپ کو دیکھ رہا تھا، وہ کبھی دونوں ہاتھوں سے معانقہ کرتا ہے اور کبھی کھوپڑیوں کو دانشمندی سے کاٹتا ہے، حضرت الضحاک ان لوگوں میں شامل ہیں جن سے حدیث کی روایت کی گئی ہے اور تابعین میں سے حضرت سعید بن المسیب اور حضرت حسن بصریؒ نے آپ سے روایت کی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۶

دعوتِ اسلام دی اور اُسے امان دی تو اُس نے اُسے بھی اور اسلام کو بھی دشنام دی۔
الاُصَید نے فوراً اپنے باپ پر حملہ کر دیا ——— اور اس کا باپ سوار تھا
——— الاُصید نے اپنے باپ کے گھوڑے کی کونچوں پر تلوار ماری اور جب گھوڑا
پانی میں گر پڑا تو سلمہ نے پانی میں اپنے نیزے کا سہارا لیا پھر اس سے چمٹ گیا
کہ ڈوب نہ جائے پس دستے کے ایک سپاہی نے اس پر حملہ کر کے اُسے قتل کر
دیا اور اس کے بیٹے نے اُسے قتل نہ کیا لیکن اس نے اس کے گھوڑے کو زخمی
کر کے ایک دوسرے مسلمان کے لیے بغیر کسی غم کے اس کا قتل کرنا آسان کر دیا۔
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ قرطاء بکریوں
کی طرف ایک خط بھیجا جس میں انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے اس کا
اور آپ کے خط کا مذاق اُڑایا اور اس کاغذ کو لے کر جو انہیں دعوتِ توحید
دینے پر مشتمل تھا اس سے سیاہی کو دھو دیا پھر اُنھوں نے اس سے اپنے
ڈول کو پیوند لگا دیا اور اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا
جواب دینے سے انکار کر دیا جس کی طرف آپ نے انہیں دعوت دی تھی۔
پس ان میں سے ایک دانش مند عورت نے اس بات پر بڑا منایا جو انہوں
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط سے روا رکھی اور وہ عورت ام حبیب
بنت عامر بن خالد بن عمرو تھی جو سردار قوم حارثہ بن عمرو کے بھتیجے کی بیٹی تھی
اس نے انہیں ملامت کی اور جو کارروائی اُنہوں نے کی اُسے قابلِ نفرت سمجھا
اور کہنے لگی ——— اس کا قول اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ مسلمان تھی۔

"اے ابن سعید! سبنسی کا نشانہ نہ بن اور زیح اور مستقل مزاج شخص
کی طرح ان کے سامنے قائم رہ، اے ابو سعید یہ وہ لوگ ہیں کہ
جب سے دین قائم ہوا ہے انہوں نے ہر امیر کی نافرمانی کی ہے
اور جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ان کے پاس کوئی

نشان آتا ہے تو یہ اُسے کنوئیں کے پانی سے مشابہ بتے ہیں اور وہ نچڑا ہوتا ہے۔[1]

اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ جب قرطاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط سے مذاق میں جو کچھ کرنا تھا کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہیں کیا ہوگا؟ اللہ ان کی عقلوں کو مار دے گا اور وہ ہمیشہ لرزنے والے، جلد باز، بکواسی اور بے وقوف ہوں گے، اور جو شخص ان کے پاس خط لایا وہ عرینہ کا ایک شخص تھا جسے عبداللہ بن عوسجہ کہا جاتا تھا، واقدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ان کے بعض آدمیوں کو بولنے سے عاجز دیکھا ہے وہ واضح بات نہیں کر سکتے۔[2]

(۴)

علقمہ مدلجی کا بحری دستہ

ربیع الآخر ۹ھ

یہ بحری دستہ تین سو جوانوں پر مشتمل تھا حضرت علقمہ[3] بن مجزز مدلجی نے اس کی

---

[1] اس شعر میں اقواء پایا جاتا ہے جو شعر میں عیب ہے لیکن مغازی الواقدی میں ایسے ہی بیان ہوا ہے۔

(نوٹ) اقواء شعر کے قافیے کو مختلف کرنے کو کہتے ہیں یعنی کسی قافیے کو رفع دینا اور کسی کو جر دینا۔

[2] دیکھیے مغازی الواقدی ج ۲ ص ۷۵۴، ۷۵۵ اور جلد ۳ ص ۹۸۴

[3] علقمہ بن مجزز بن الاعور ابن جعدۃ، آپ بنی کنانہ سے تھے اور بہت خوش طبعی کرتے تھے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمراء میں سے تھے حضرت علقمہ نے ایک بحری دستے میں وفات پائی جسے آپ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانے میں بحر احمر سے پار، حبشہ تک لے گئے (دیکھیے اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۴)

کمان کی اور اس کے ساتھ بحر احمر (بحر قلزم) میں داخل ہو گئے اور اس دستے کے بھیجنے کا باعث یہ تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ حبشی بحری ڈاکو جنہیں اہل الشعیبۃ نے دیکھا ہے (یہ جدہ کے قریب ایک بندرگاہ ہے) اپنی کشتیوں کے ساتھ سمندر کو عبور کرتے ہیں۔ پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تین سو اصحاب کو بھرتی کیا اور ان کی کمان حضرت علقمہ بن مجزز کو عطا فرمائی کہ وہ ان کے ساتھ حبشی بحری ڈاکوؤں پہ حملہ کریں۔

حضرت علقمہ دستے کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے حتیٰ کہ ساحلِ جدہ — الشعیبۃ کے پاس —— پہ پہنچ گئے اور وہاں سے اپنے جوانوں کے ساتھ سمندری سفر کر کے جزیرہ تک پہنچ گئے، جہاں ڈاکو پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور جب انہوں نے جیش نبوی کو جزیرہ کے قریب آتے دیکھا (مؤرخین نے بیان نہیں کیا کہ وہ کون سا جزیرہ تھا) تو وہ اپنی کشتیوں پہ سوار ہو کر سمندر کی چوڑائی کی طرف حبشہ کی جانب بھاگ گئے۔

اور حضرت علقمہ بغیر اس کے کہ آپ کے اور حبشی بحری ڈاکوؤں کے درمیان کوئی جھڑپ ہو، الشعیبۃ کے پاس جزیرہ کے ساحل کی طرف اپنے دستے کے ساتھ واپس آ گئے اور حضرت علقمہ کی فوج مختلف قبائل سے بنی تھی اور جب وہ واپسی کے دوران ایک منزل پر پہنچے تو فوج کے بعض افراد نے آپ سے اجازت طلب کی کہ انہیں بحری ڈاکوؤں کے بھگانے کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں رہی تو آپ نے انہیں اجازت دے دی اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ سہمی[1] کو ان کا امیر مقرر کیا۔

---

[1] عبد اللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سہم القرشی السہمی قدیم اور افاضل صحابہ میں سے تھے اور آپ کی والدہ بنت حرثان تھی جو بنی الحارث سے تھی آپ نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی اور آپ خنیس بن حذافہ کے بھائی تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

اور آپ میں دل لگی پائی جاتی تھی اور آپ مزاح کو پسند کرتے تھے ـــــــ اور جب لوگ واپس آئے اور ابھی راستے ہی میں تھے کہ انہوں نے کھانا پکانے اور سینکنے کے لیے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سے قبل حضرت حفصہ بنت حضرت عمر بن الخطاب کے خاوند تھے اور یہ عبداللہ وہ ہیں جنہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط دے کر کسریٰ کے پاس دعوتِ اسلام دینے بھیجا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو پھاڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــــ اللہ تعالیٰ اس کی حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا، سو اس کے بیٹے شیرویہ نے اُسے قتل کر دیا اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ، جب کہ آپ مسلمانوں کے ساتھ قیساریہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے، قیدی ہو گئے اور آپ کو محافظین کے سالار کے پاس لایا گیا تو طاغیہ نے آپ سے کہا عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں آپ کو تانبے کی کڑاہی میں ڈال دوں گا آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا، سو طاغیہ نے تانبے کی کڑاہی منگوائی اور اُسے تیل سے بھرا اور اُسے جوش دیا اور اس نے ایک مسلمان قیدی کو بلا کر اس پر نصرانیت کو پیش کیا، اس نے انکار کیا تو اس نے اُسے اس کڑاہی میں پھینک دیا جو تیل سے جوش زن تھی کیا دیکھتے ہیں کہ اس کی ہڈیاں نمایاں ہو گئیں اور اس نے حضرت عبد اللہ سے کہا عیسائی ہو جاؤ ورنہ میں تجھے پھینک دوں گا آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا سو اس نے آپ کو تانبے کی اس کڑاہی میں پھینکنے کا حکم دیا جس میں تیل اُبل رہا تھا، آپ رو پڑے تو وہ کہنے لگے یہ ڈر گیا ہے اس نے کہا اسے واپس کر دو آپ نے کہا یہ خیال نہ کرنا کہ تو مجھ سے جو سلوک کرنا چاہتا ہے میں اس سے ڈر کر رو رہا ہوں، میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہی ہے جس کے ساتھ راہِ خدا میں یہ سلوک کیا جا رہا ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرے تمام بالوں کی تعداد کے مطابق میری جانیں ہوتیں پھر تو مجھ پر مسلط ہو کر یہ سلوک کرتا، راوی کا

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

آگ جلائی تو آپ نے انہیں کہا میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اس آگ میں کود جاؤ اور اسلام میں فوجی ڈسپلن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق) سخت ہے سپاہیوں نے خیال کیا کہ یہ فوجی حکم ہے اور وہ اپنے سالار کے حکم کے مطابق آگ میں کودنے کے لیے تیار ہو گئے اور جب ان کے سالار نے دیکھا کہ وہ لامحالہ آگ میں کودنے والے ہیں تو اس نے کہا بیٹھ جاؤ میں تو تمہارے ساتھ مذاق کر رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا جو تمہیں معصیت کا حکم دے تم اس کی اطاعت نہ کرو[۱]۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بیان ہے کہ وہ آپ کی اس بات سے حیران رہ گیا اور اس نے آپ کو رہا کر دینا چاہا اس نے کہا میرے سر کو بوسہ دو میں تجھے آزاد کر دیتا ہوں آپ نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا اس نے کہا عیسائی ہو جاؤ، میں اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دوں گا اور اپنی حکومت سے آپ کو حصہ دوں گا۔ اس نے کہا میرے سر کو بوسہ دو میں آپ کو اور آپ کے ساتھ اسّی مسلمانوں کو رہا کر دوں گا آپ نے کہا اگر ایسا کرو تو میں سر کو بوسہ دیتا ہوں سو آپ نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور اس نے آپ کو اور آپ کے ساتھ اسّی مسلمانوں کو رہا کر دیا اور جب یہ لوگ حضرت عمرؓ کے پاس آئے تو حضرت عمرؓ نے آپ کے پاس آکر آپ کے سر کو بوسہ دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب حضرت عبداللہ سے مذاق کرتے اور کہتے آپ نے موٹے عجمی کافر کے سر کو بوسہ دیا ہے اور آپ انہیں جواب دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس بوسہ کے عوض ۸۰ مسلمانوں کو رہا کیا ہے، حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت میں مصر میں وفات پائی۔

[۱] (حاشیہ صفحہ ہذا) مغازی الواقدی ج ۳ ص ۹۸۴

(۵)

قبیلہ طیٔ کی طرف حضرت علی بن ابی طالبؓ کا دستہ۔ ربیع الآخر ۹ھ

یہ ایک جنگی گشتی دستہ تھا جو سب کا سب انصار پر مشتمل تھا اور اس میں ایک سو پچاس جانباز تھے جو ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے اور ان کے امیر حضرت علی بن ابی طالب تھے اور یہ گشتی دستہ اوس و خزرج کے سرداروں پہ مشتمل تھا۔

اور اس گشتی دستہ کا ہدف دیارِ طی تھے، جو انتہائی شمال میں ہیں جہاں (فطعی صورت ہیں) آلِ حاتم طائی کا خاندان مقیم تھا اور ان کا سردار عدی بن حاتم تھا جو طی کے بادشاہ کے قائم مقام تھا۔

حنین کے فیصلہ کن معرکے میں فتح پانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب جزیرہ عرب کی کسی جانب میں کسی بت کی موجودگی کی اطلاع ملتی تو آپ اسے توڑنے کے لیے اس کی طرف آدمی بھیجتے تاکہ جزیرہ میں جاہلیت کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔

قبیلہ طیٔ کا ایک بت تھا جسے الفلس کہا جاتا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس دستہ کا سالار بنا کر بھیجا تاکہ آپ الفلس بت کے توڑنے کی ذمہ داری لیں۔

طیٔ، متعدد قبائل والا ایک عظیم یمانی قبیلہ ہے اور یہ قدیم ترین زمانے سے جزیرہ کے جنوب سے اس کے شمال کی طرف نجد میں ہجرت کر آیا ہے حتیٰ کہ اسے نجدی قبائل میں شمار کیا جاتا ہے اور فوجی لحاظ سے طیٔ قبیلہ بڑی جنگی قوت کا

حائل ہے اور تعداد کے لحاظ سے بھی عظیم قبیلہ ہے اور شجاعت کے لحاظ سے بھی عظیم قبیلہ ہے اور شجاعت، تعداد اور قوت کے لحاظ سے غطفان، اسد اور ہوازن سے کم نہیں ہے۔

ممکن تھا کہ اسلامی فوج کو قبیلہ طی کی جانب سے مشکلات اور پریشانیوں اور سخت منظم مقاومت کا سامنا کرنا پڑتا جیسے کہ عہد اسلام کے آغاز میں اُسے غطفان اور معرکہ حنین میں ہوازن کی جانب سے سامنا کرنا پڑا، لیکن ان طاقتور مخالف قبائل کی مقاومت کی کمزوری، اور اس کے سب قبائل کے اسلام میں داخل ہونے اور قبائل جزیرہ کی بڑی غالب اکثریت کے اس دین میں داخل ہونے نے قبیلۂ طی کو ——— اس کے مشہور عسکری ماضی اور اس کی کثرت تعداد کے برعکس ——— مسلمانوں کے ہاں ایک بے خوف قوت بنا دیا اور اس عظیم قبیلہ کے قبائل کو کمزوری لاحق ہو گئی اور انہیں مسلمانوں سے خوف آنے لگا اور ——— اسلام کی لہر سے آگے ——— اس کی عظیم عسکری قوت جو اسے حاصل تھی، نیست و نابود ہو گئی۔

اور اس کے ضعف و کمزوری پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے معبود صنم (الفُلس) کے توڑنے کا ارادہ کیا تو اس مہم پر صرف ایک سو پچاس جانبازوں کی ایک معمولی سی فوج بھیجی حالانکہ آپ کو علم تھا کہ طی کے قبائل کئی ہزار جانبازوں پر مشتمل ہیں جو جنگ کی قدرت رکھتے ہیں۔ مدینہ اور اس جگہ کے درمیان جہاں طی کا بت (الفُلس) موجود تھا تقریباً چھ سو میل کا فاصلہ ہے اس لیے دستے کے جوان ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں پر سوار تھے اور گشتی دستے نے اپنے اہداف کو پورا کیا اور طائیوں کی مقاومت کے بعد حضرت علی بن ابی طالب نے طی کے بت (الفُلس) کے توڑنے کی قدرت پائی۔ حضرت علیؓ اور آپ کے دستے نے کئی مقاومت کرنے والوں کے قتل کرنے کے بعد انھیں بیس کر رکھ دیا

اور ان میں سے بہت سوں کو قیدی بنالیا۔

اور جو لوگ قیدی بنے ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی جس کا نام (السفانہ) تھا اور وہ عدی بن حاتم کی بہن تھی جو طی دیہہ بادشاہ کی مانند تھا اور اس نے طیؔ کی زعامت میں اپنے باپ حاتم کی جانشینی کی اور خود عدی بن حاتم، شام کی طرف بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا اور وہ نصرانی تھا اور اس کی بہن (السفانہ) کے متعلق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا کہ یہ حاتم طائی کی بیٹی ہے جس کا وصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ مکارم اخلاق کو پسند کرتا تھا، تو آپ نے اس کا اکرام کیا اور اُسے غلامی سے آزاد کر دیا، یہ السفانہ شام میں اپنے بھائی عدی کے پاس گئی اور اُسے اسلام میں داخل ہونے پر رضامند کر لیا ۔۔۔ اور وہ بڑا دانش مند تھا ۔۔۔ اور وہ اپنی دانش مند بہن کے اثر کے تحت مدینہ آیا اور اس نے اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور اس کے اسلام کا نصرت اسلام کے بارے میں اچھا اثر پڑا اور اللہ تعالےٰ نے اس کے ذریعے اس دین کی مدد کی اور اس کا نمایاں اور مشرف موقف یہ ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اکثر عرب مرتد ہو گئے تو وہ اسلام پر ثابت قدم رہا اور اس کی قوم بھی اسلام پر ثابت قدم رہی، اسی طرح شام و عراق کے جہادی معرکوں میں بھی اس کے شاندار موانف ہیں اور عدی، حضرت خالد بن ولید کے ان ساتھیوں میں سے تھا جو ان کے جنگی بورڈ میں شامل تھے خواہ وہ شام میں ہوں یا عراق میں ہوں۔

حضرت علی بن ابی طالب جس ہلکے سے گشتی دستے کو دیارِ طی تک لے گئے، اس کی کامیابی کا واقعہ اور قبیلہ طیؔ جو ہزاروں کا مقابل شمار ہوتا تھا اس کے قبائل کی مقاومت کی کمزوری کا واقعہ، امام واقدی اپنی مشہور کتاب المغازی سے ہمارے سامنے بیان کرتے ہیں۔

واقدی نے بحوالہ عبداللہ بن ابی بکر بن حزم بیان کیا ہے کہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک سو پچاس جوانوں کے ساتھ ایک سو اونٹوں اور پچاس گھوڑوں کو کوتل کیا اور اونٹوں پہ باری باری بیٹھے حتیٰ کہ انہوں نے عربوں کے قبائل پر حملہ کر دیا، پھر اس نے بیان کیا کہ آپ نے حضرت علی رضؓ کو الفلس (طیّ کا بُت) کے توڑنے کے لیے بھیجا پس آپ اپنے اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے اور آپ کے پاس سفید رنگ کا ایک بڑا جھنڈا تھا اور سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا جھنڈا تھا اور ان کے پاس نیزے اور ہتھیار تھے، آپ نے اپنا بڑا جھنڈا حضرت سہل بن حنیف کو دے دیا اور اپنا چھوٹا جھنڈا حضرت جبار بن صخر سلمی کو دے دیا اور بنی اسد کے ایک راہنما حریث نام کے ساتھ نکلے پس وہ انہیں فَید[1] کے راستے لے گیا پس جب وہ ان کے ساتھ ایک جگہ پہنچا تو اس نے کہا تمہارے درمیان اور اس قبیلے کے درمیان تمہارا مقصود ہے ایک پورے دن کا فاصلہ ہے اور اگر ہم دن کو چلیں تو ہم ان کے شرفاء اور چرواہوں کو روند دیں گے۔

پس تم قبیلے کو انتباہ کرو گے تو وہ پراگندہ ہو جائیں گے اور تم ان سے اپنی ضرورت پوری نہ کر سکو گے لیکن آج کا دن ہم اپنی جگہ پہ قیام کریں گے

---

[1] مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنۃ والبقاع میں ہے کہ فَید (پہلے حرف کی زبر اور دوسرے کے سکون کے ساتھ) ایک چھوٹا سا شہر ہے جو کوفہ سے مکہ کے راستے کے نصف میں واقع ہے اور اس کے درمیان ایک قلعہ ہے جسے لوہے کا دروازہ لگا ہوا ہے اور اس کے گرد گول فصلیں ہیں، لوگ اس میں اپنی واپسی تک اپنے زائد توشے اور اپنے قابل اعتماد سامان رکھتے تھے اور وہ سال بھر کا چارا بھی جمع کرتے تھے تاکہ جب حاجی آئیں تو اُسے ان کے پاس فروخت کر دیں اور وہ اجا ہے جو طیٔ کے دو پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

حتیٰ کہ شام ہو جائے گی پھر ہم رات کو گھوڑوں کی پشتوں پر چلیں گے اور انہیں غارت گر بنا دیں گے حتیٰ کہ ہم صبح کے دھندلکے میں ان پر حملہ کر دیں گے، انہوں نے کہا یہی درست رائے ہے پس انہوں نے پڑاؤ کر لیا اور اونٹوں کو چھوڑ دیا اور کھانا پکایا اور اپنے میں سے کچھ آدمیوں کو اپنے اردگرد کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا سو انہوں نے حضرت ابو قتادہ، حضرت الحباب بن المنذر اور حضرت نائلہ کو بھیجا، وہ اپنے گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو کر پڑاؤ کے اردگرد چکر لگانے لگے تو انھوں نے ایک سیاہ فام غلام کو پکڑ لیا، انھوں نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا میں اپنی مرغوب چیز تلاش کر رہا ہوں وہ اسے حضرت علیؓ کے پاس لے آئے آپ نے پوچھا تو کیا کر رہا ہے؟ اس نے کہا متلاشی ہوں آپ نے فرمایا اس پر سختی کرو اس نے کہا میں طے کے ایک شخص کا غلام ہوں جو بنی نبہان میں سے ہے انھوں نے مجھے اس جگہ (آنے) کا حکم دیا ہے اور انھوں نے کہا ہے کہ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سواروں کو دیکھے تو ہمیں دوڑ کر خبر دینا اور مجھے قید ہونے کا خیال نہ تھا اور جب میں نے تم لوگوں کو دیکھا تو میں نے ان کے پاس جانے کا ارادہ کیا پھر میں نے کہا میں جلدی نہیں کروں گا حتیٰ کہ میں اپنے اصحاب کو تمہاری تعداد اور تمہارے گھوڑوں اور سواریوں کی تعداد کے متعلق واضح خبر دوں گا اور جو تکلیف مجھے پہنچے گی میں اس سے نہیں ڈروں گا گویا میں پابجولاں تھا حتیٰ کہ تمہارے ہراول نے مجھے پکڑ لیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا) جو تمہارے پیچھے ہے اس کے متعلق ہمیں سچ سچ بتاؤ، اس نے کہا، قبیلے کا پہلا حصہ لمبی رات کی مسافت پر ہے، سوار جب جائیں تو صبح کو ان پر حملہ کریں اور لوٹیں، حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت جبار بن صخر نے کہا، ہماری رائے یہ ہے کہ ہم شب بھر گھوڑوں کی پشتوں پر چلیں حتیٰ کہ صبح کو لوگوں پر حملہ کر دیں اور وہ بے ہوشی میں پڑے ہوں، پس ہم ان پر حملہ کریں گے اور رات کو سیاہ غلام کے ساتھ

نکلیں گے اور حریث کو فوج کے ساتھ پیچھے چھوڑیں گے حتیٰ کہ وہ مل جائیں گے انشاءاللہ
حضرت علیؓ نے فرمایا یہ مشورہ صحیح ہے پس وہ غلام سیاہ کے ساتھ نکلے اور گھوڑے دوڑ رہے تھے اور وہ ایک سوار کے پیچھے سوار تھا پھر وہ اُتر کر دُوسرے سوار کے پیچھے سوار ہو جاتا اور اس کی مشکیں کسی ہوئی تھیں، پس رات گزر گئی تو غلام نے جھوٹ بولا اور کہنے لگا، میں راستے سے چوک گیا ہوں اور میں نے اُسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا جہاں سے تو چوک گیا ہے وہاں واپس جا، پس وہ ایک میل یا اس سے زیادہ فاصلہ واپس لوٹا پھر کہنے لگا میں غلطی پر ہوں حضرت علیؓ نے فرمایا تو ہمیں دھوکا دے رہا ہے تو ہمیں قبیلے سے موڑنا چاہتا ہے، اسے آگے کرو، تو ہم سے سچ بول ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے، راوی کا بیان ہے کہ اُسے آگے کیا گیا اور اس کے سر پر تلوار سونتی گئی پس جب اس نے بُرائی کو دیکھا تو کہنے لگا کیا آپ کے خیال میں اگر میں تم سے سچ بولوں تو یہ بات مجھے فائدہ دے گی؟ انہوں نے کہا ہاں، اس نے کہا جو کچھ میں نے کیا ہے تم نے دیکھ لیا ہے مجھے لوگوں کی طرح حیا نے آلیا۔ اور میں نے کہا میں لوگوں کو کسی عطیے اور حق کے بغیر قبیلے کے متعلق بتلانے آیا ہوں، سو میں انہیں امان دوں گا اور جب میں نے تم سے وہ بات دیکھی جو دیکھی تو میں ڈر گیا کہ تم مجھے قتل کر دو گے تو یہ میرے لیے عذر بن گیا ــ پس میں تمہیں راستے پر ڈالتا ہوں انہوں نے کہا ہم سے سچ بولنا، اس نے کہا قبیلہ تمہارے نزدیک ہی ہے پس وہ ان کے ساتھ گیا حتیٰ کہ قبیلے کے بہت نزدیک پہنچ گیا اور اُنھوں نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سُنی اور اُونٹوں اور بکریوں کے چرنے کے لیے جانے کی حرکت کو سُنا، اس نے کہا، یہ گھر ہیں اور یہ ایک فرسخ کے فاصلے پر ہیں پس وہ ایک دُوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے، آلِ حاتم کہاں ہے؟ اس نے کہا وہ گھروں کے درمیان میں ہیں لوگ ایک دُوسرے سے کہنے لگے اگر ہم نے قبیلے کو خوفزدہ کیا تو وہ ایک دوسرے کو آواز دیں گے اور ایک دُوسرے کو ڈرائیں گے اور شب کی تاریکی میں ان کی جماعتیں ہم سے رُوپوش ہو جائیں گی لیکن

ہم لوگوں کو مہلت دیں گے حتیٰ کہ فجر، چوڑائی میں طلوع ہو جائے اور اس کا طلوع نزدیک ہی ہے پس ہم حملہ کریں گے اور اگر انھوں نے ایک دوسرے کو انتباہ کیا تو ہم پر مخفی نہیں رہے گا کہ وہ کہاں جاتے ہیں اور ان لوگوں کے پاس گھوڑے نہیں ہیں کہ ان پر سوار ہو کر بھاگ جائیں اور ہم گھوڑوں کی پشتوں پر ہیں۔

اُنہوں نے کہا، یہی درست مشورہ ہے جو تو نے دیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ فجر کے وقت انھوں نے ان پر حملہ کر دیا اور جن کو قتل کرنا تھا ان کو قتل کیا اور جن کو قید کرنا تھا ان کو قید کیا اور بچوں اور عورتوں کو لے آئے اور مختلف انواع کی غنائم کو بھی لے آئے اور کوئی چھپنے والا ان سے اوجھل نہ رہا پس اُنہوں نے اپنے ہاتھوں کو بھر لیا اور دشمنوں کی منازل پر قبضہ کرنے اور ہر مقاومت کا خاتمہ کرنے کے بعد حضرت علیؓ ان کے بُت الفلس کی طرف گئے اور اسے توڑ پھوڑ دیا اس طرح جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں بُت پرستی کے آخری مظہر کا خاتمہ ہو گیا۔

اور اسی طرح نبوی فوجی یونٹوں نے جزیرہ عرب میں بُت پرستی کی مقاومت کی پاکٹوں کی اصلاح کی کارروائی کی جو کسی رکاوٹ کے بغیر کامیاب ہوئی، قبیلہ طئی (حقیقتہً) جزیرہ عرب میں بُت پرست مقاومت کی سب سے طاقتور پاکٹ تھا اور متبادر الی الذہن یہ تھا کہ اس قبیلہ کی مقاومت اس ہلکی یونٹ کے لیے جس کی کمان حضرت علیؓ نے کی، سخت ہو گی ——— کیونکہ یہ کثیر تعداد میں تھا اور ناقابل انکار جنگی قوت کا حامل تھا۔ لیکن واقعہ اس کے برعکس ہوا اور یہ قبیلہ پہلے ہی حملے میں کمزور ہو گیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دلوں پر مسلمانوں کا مکمل رعب چھا گیا اور اس نے ان کی ممتاز جنگی قوت کو، جس سے وہ قبل از اسلام زمانوں سے مشہور تھے، توڑ دیا حالانکہ جب شہسواری کا ذکر آتا تو یہ نجد کے جوانوں کے ہراول میں آیا کرتے تھے اور طئی گھوڑوں کے جمع کرنے میں مشہور تھے۔

بلاشبہ طئی کے مورال کا پستی تک گر جانا، اسلامی کمان کی طرف راجع ہے

جس نے اسلام سے دشمنی رکھنے والے قوی تر عناصر کو تباہ کر دیا جن میں قبائل غطفان، عشائر ہوازن اور بطون قریش شامل ہیں اور مزید یہ کہ اس نے یہودی دخیل عنصر کا بھی صفایا کر دیا جسے (خصوصاً خیبر میں) مدینہ کے مشرق میں مسلمانوں کے لیے سب سے خطرناک جنگی عنصر خیال کیا جاتا تھا۔

پس طئ کے عناصر (جو گھوڑوں کے غرق گیر اور جنگ کے گدھ تھے) نے جو ہزاروں تھے کچھ فائدہ نہ دیا اور مسلمانوں کے ایک ہلکے سے مسلح گشتی دستے نے جس میں ایک سو پچاس جوان تھے ان پر متغلب ہونے کی طاقت پائی اور وہ اپنی جانوں کے لیے نجات کی تلاش کرنے لگے حالانکہ ان کے پاس سواروں کا ہتھیار موجود تھا اور وہ دو ہزار سواروں سے کم نہ تھے لیکن مسلمانوں کے رعب نے ان کے دلوں کو بھر دیا اور جسے رعب سے دکھ دیا جائے وہ اس کے لیے سب سے خطرناک ہتھیار ہوتا ہے اور عملاً طئ نے رعب سے شکست کھائی اور وہ اس حدیث نبوی کا مصداق ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان ہوا ہے کہ مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے ——— مگر جو شخص طئ قبیلے کو اور اس کے عظیم بادشاہ کو، اور اس کے غارت گر سواروں کو جانتا ہے وہ اس کی تصدیق نہیں کرے گا کہ ان کے ہزاروں آدمیوں نے ایک سو پچاس مسلمانوں سے شکست کھائی، انھوں نے مدینہ سے چھ سو میل کی مسافت پر طئ پر حملہ کیا حالانکہ ان کے پاس صرف پچاس گھوڑے تھے جب کہ طئ اجا اور سلمی کے درّوں اور وادیوں میں دو ہزار سواروں کے مالک تھے لیکن رعب نے ان کے دلوں کو بھر دیا حتیٰ کہ وہ خالی ہو گئے، یہاں تک کہ ان کا سردار، بادشاہ اور نشان مند سوار عدی بن حاتم طائی، جب مسلمان اس کے دیار کے نزدیک آئے، ان کے سامنے تلوار سونتے اور نیزہ بلند کیے بغیر، رعب کے باعث شام کی طرف بھاگ گیا اور شام کی طرف بھاگتے وقت وہ اپنی سگی ہمشیرہ السفانہ کو بھی اپنے ساتھ نہ لے جا سکا جو ان قیدی عورتوں کے ساتھ تھی جو حضرت علی بن

ابی طالب کے گشتی دستے کے سپاہیوں کے ہاتھ لگی تھیں۔

عدی بن حاتم شام کی طرف کیسے بھاگا

اب ہم طیؒ کے بادشاہ عدی بن حاتم سے کہتے ہیں کہ وہ خود ہمیں قبائل طیؒ کی نفسیاتی حالت کے متعلق بتائے جن کا سرخیل عدی بن حاتم تھا، جسے رعب نے آلیا اور اس نے محض اتنا علم ہونے پر ہی کہ مسلمانوں کی فوج طیؒ کے مواطن کے نزدیک آگئی ہے خواہ اس فوج کی تعداد کچھ بھی ہو۔ شام کی طرف بھاگ جانے کا فیصلہ کیا اور یہ فیصلہ اس نے اس علم کے بعد کیا کہ اسلام کی مسلح افواج شرق و غرب اور جنوب اور جزیرہ کے وسط میں کامل طور پر قابض ہوگئی ہیں اور صرف قبائل طیؒ اور دومۃ الجندل میں قضاعہ کے بعض قبائل اور تمام وہ لوگ جن کی منازل، جزیرۂ عرب کے انتہائی شمال ہیں، شامی اور عراقی حدود کے قریب واقع ہیں، اسلام دشمنی پر قائم ہیں۔

اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بحوالہ ابن اسحٰق بیان کیا ہے کہ عدی بن حاتم طائی نے بیان کیا کہ عرب کے جس شخص نے بھی جس وقت مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سُنا اس نے آپ سے شدید کراہت کی اور اب ہا میں، تو میں ایک سردار آدمی تھا اور نصرانی تھا اور میں اپنی قوم میں غنیمت کے چوتھے حصے کے لیے پھر رہا تھا (یعنی وہ بادشاہ کی طرح ان غنائم کا چوتھا حصہ لیتا تھا جو طیؒ جاہلیت میں حاصل کرتے تھے) اور میں اپنے دل میں دین پر قائم تھا (اور وہ نصرانیت کا دین تھا حالانکہ اس کی قوم بُت پرست تھی) اور میں اپنی قوم کا بادشاہ تھا، پس جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سُنا تو میں نے آپ کو ناپسند کیا اور میں نے اپنے عربی غلام سے کہا۔ ——— وہ میرے اونٹوں کا چرواہا تھا ——— تیرا باپ نہ رہے تیرے اونٹوں میں سے رام ہونے والے، موٹے اونٹ تیار کر اور انہیں میرے قریب روک رکھ، اور جب تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج کے متعلق سُنے

کہ اس نے اس علاقے کو روند دیا ہے تو مجھے بتانا اور اس نے ایسے ہی کیا۔
پھر ایک صبح کو وہ میرے پاس آکر کہنے لگا اے عدی جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوار تیرے پاس آئیں گے تو تو نے جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لے، اور میں نے جھنڈوں کو دیکھا ہے اور میں نے ان کے بارے میں دریافت کیا ہے تو لوگوں نے کہا ہے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے جیوش ہیں (یاد رہے کہ وہاں کوئی جیوش نہ تھے وہ صرف ایک ہلکا سا جنگی گشتی دستہ تھا لیکن اس کا رعب چھا گیا تھا)
عدی کا بیان ہے کہ میں نے کہا میرے اونٹوں کو میرے نزدیک لاؤ تو اس نے انہیں نزدیک کیا اور میں اپنے اہل و اولاد سمیت سوار ہو گیا پھر میں نے کہا میں شام میں اپنے اہل دین یعنی نصاریٰ کے پاس چلا جاؤں گا پس میں الجوشیہ[1] پر چلا اور حاتم کی بیٹی کو میں نے قبیلے میں پیچھے چھوڑ دیا (میں کہتا ہوں وہ السفانہ ہے جو دانش مندی اور دور اندیشی میں مشہور ہے اور جو قید ہو گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اکرام کیا اور اُسے قید سے آزاد کر دیا)
عدی کا بیان ہے کہ جب میں شام آیا اور میں نے وہاں اقامت اختیار کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواروں نے میرا قصد کیا اور انہوں نے حاتم کی بیٹی (السفانہ) کو دکھیوں کے ساتھ دکھ دیا اور اُسے طی کی قیدی عورتوں[2] کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور رسول اللہ

---

[1] یاقوت نے بیان کیا ہے کہ الجوشیہ، ضباب کا پہاڑ ہے جو ارض نجد میں ضریہ کا قریب ہے۔
[2] قیدی عورتوں اور جنگی غلاموں کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب (غزوہ بنی قریظہ) میں ملاحظہ کیجیے ہم نے اس میں وضاحت کی ہے کہ اسلام میں غلامی،
(باقی حاشیہ صفحہ آئندہ پر)

صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے شام بھاگ جانے کی اطلاع مل گئی۔ حاتم کی بیٹی کو مسجد کے دروازے کے پاس کھجوروں کے خشک کرنے کی جگہ پر رکھا گیا اور قیدی عورتوں کو وہاں رکھا جاتا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کے پاس آئی (اور وہ جری اور دلیر تھی) اور کہنے لگی، یا رسول اللہ، والد فوت ہو گیا ہے اور آنے والا غائب ہو گیا ہے مجھ پر احسان فرمائیے اللہ تعالیٰ آپ پر مہربانی فرمائے گا آپؐ نے پوچھا تیرا آنے والا کون ہے؟ اس نے کہا عدی بن حاتم، آپ نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول سے بھاگنے والا؟ اس نے کہا، ہاں۔

وہ بیان کرتی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے چھوڑ کر چلے گئے حتیٰ کہ دوسرے دن میرے پاس سے گزرے تو میں نے آپ سے وہی بات کہی اور آپ نے بھی مجھے وہی جواب دیا جو گزشتہ کل دیا تھا، وہ بیان کرتی ہے پھر تیسرے دن آپ میرے پاس سے گزرے اور میں آپ سے مایوس ہو چکی تھی تو آپ کے پیچھے سے ایک شخص نے مجھے اشارہ کیا کہ کھڑی ہو کر آپ سے بات کر لے، میں آپؐ کے پاس گئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، والد فوت ہو گیا ہے اور آنے والا غائب ہو گیا ہے مجھ پر احسان فرمائیے، اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ایک مقابلے کی حربی کاروائی ہے، جسے اسلامی سپاہیوں کو ضروری بروئے کار لانا پڑتا ہے کیونکہ دشمن مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو جب وہ ان کے ہاتھ آتے ہیں غلام بنا لیتے ہیں، اس کے باوجود اسلام نے قیدی کی حفاظت کرنے اور اُسے آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے اور اسے بڑا نیک کام قرار دیا ہے اور اسلام نے اصلاً غیر مسلم قیدیوں اور قیدی عورتوں کی حفاظت کرنے اور ان کے آزاد کرنے کی ترغیب دی ہے۔

آپ پر مہربانی فرمائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے احسان کر دیا ہے لیکن خروج میں جلدی نہ کرنا حتیٰ کہ تجھے اپنی قوم کا با اعتماد آدمی مل جائے جو تجھے تیرے علاقے میں پہنچا دے پھر مجھے اطلاع دینا۔ السفانہ بیان کرتی ہے کہ میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا جس نے مجھے آپ سے گفتگو کرنے کا اشارہ کیا تو بتایا گیا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب ہیں اور میں ٹھہری رہی حتیٰ کہ بلی یا قضاعہ کا قافلہ آیا میں شام میں اپنے بھائی کے پاس جانا چاہتی تھی، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! میری قوم کی ایک جماعت آئی ہے جس میں میرے اعتماد اور کفایت کے آدمی ہیں، وہ بیان کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لباس پہنایا اور ایک اونٹ دیا اور خرچہ بھی دیا اور میں ان کے ساتھ روانہ ہو کر شام آ گئی۔

عدی بن حاتم کا بیان ہے کہ قسم بخدا میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے ایک مسافر عورت کو دیکھا جو ہمارا قصد کیے میری طرف آ رہی ہے، میں نے کہا حاتم کی بیٹی ہے، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ وہی ہے اور جب وہ مجھ سے آگاہ ہوئی تو چمک کر کہنے لگی، قاطع، ظالم، تو اپنے بیوی بچوں کو سوار کر کے لے آیا اور تو نے اپنے والد کی باقیماندہ شرم کو چھوڑ دیا؟ میں نے کہا اے میری چھوٹی بہن اچھی بات کرو، خدا کی قسم میرا کوئی عذر نہیں ہے اور جو کچھ تو نے بیان کیا ہے، میں نے کیا ہے، پھر وہ اتر پڑی اور میرے پاس ٹھہر گئی میں نے اسے پوچھا —— اور وہ دانش مند عورت تھی —— اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، خدا کی قسم میری رائے یہ ہے کہ تو جلد اس سے مل، پس اگر وہ شخص نبی ہے تو اس کی طرف سبقت کرنے والے کے لیے فضیلت ہے اور اگر وہ بادشاہ ہے تو تو یمن کی قوت میں ہرگز ذلیل نہ ہوگا اور تو تو ہی ہے، میں نے کہا خدا کی قسم یہ رائے صحیح ہے۔ عدی کا بیان ہے کہ میں چل کر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ گیا، میں آپؐ کے پاس آیا تو آپؐ اپنی مسجد میں تھے میں نے آپؐ کو سلام کہا تو آپؐ نے پوچھا کون شخص ہے؟ میں نے کہا عدی بن حاتم، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے ساتھ اپنے گھر کو روانہ ہوئے اور قسم بخدا میں بھی آپ کے ساتھ اس کی طرف جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھا کہ اچانک ایک بڑی ضعیف عورت ملی اور اس نے آپ کو ٹھہرا لیا آپ اس کے لیے دیر تک کھڑے رہے اور وہ اپنی ضرورت کے متعلق آپ سے گفتگو کرتی رہی، میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ شخص بادشاہ نہیں ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ چل پڑے حتیٰ کہ آپؐ مجھے اپنے گھر لے آئے آپؐ نے چمڑے کا ایک تکیہ لیا جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا اور اسے میری طرف پھینکا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ، میں نے کہا آپؐ اس پر بیٹھیں آپؐ نے فرمایا تم ہی بیٹھو، پس میں اس پر بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ گئے۔

عدی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے دل میں کہا یہ بادشاہوں والی بات تو نہیں ہے پھر آپؐ نے فرمایا اے عدی بن حاتم، کیا تم رکوسی نہیں ہو؟ (رکوسیت، صابیوں اور نصاریٰ کے درمیان ایک دین ہے) میں نے کہا بیشک آپؐ نے فرمایا کیا تو اپنی قوم میں چوتھائی حصے کے لیے نہیں پھرتا؟ میں نے کہا بیشک۔ آپؐ نے فرمایا تمہارے دین میں تمہارے لیے یہ بات جائز نہیں ہے میں نے کہا بیشک خدا کی قسم ایسے ہی ہے اور مجھے معلوم ہو گیا کہ آپؐ مرسل نبی ہیں اور نا معلوم باتوں کو بھی جانتے ہیں پھر آپؐ نے فرمایا اے عدی شاید تجھے اس دین میں داخل ہونے سے ان کی حاجات روکتی ہوں، خدا کی قسم جلد ہی ان میں مال بہایا جائے گا حتیٰ کہ اُسے لینے والا نہیں ملے گا، اور شاید ان کے دشمنوں کی کثرت بھی تجھے اس دین میں داخل ہونے سے مانع ہو، اور خدا کی قسم تو جلد ہی عورت کے متعلق سُنے گا کہ وہ اپنے اونٹ پر قادسیہ سے روانہ ہو کر

اس گھر کی زیارت کرے گی اور اُسے کوئی خوف نہ ہوگا اور شاید اس دین میں داخل ہونے سے تجھے یہ امر بھی مانع ہو کہ حکومت اور اقتدار ان کے اختیار کے پاس ہے اور قسم بخدا تو جلد ہی ارضِ بابل کے سفید محلات کے متعلق سُنے گا کہ وہ ان کے لیے کھول دیئے گئے ہیں، عدی کا بیان ہے کہ میں مسلمان ہوگیا۔

اس طرح حضرت علی بن ابی طالبؓ کے گشتی دستے نے جزیرہ عرب کے شمال مشرق میں بُت پرستی کے آخری مظہر کا خاتمہ کر دیا اور طائی بُت پرست اکٹھ کا بھی خاتمہ کر دیا اور اس طرح عدی بن حاتم طائی مسلمان ہو گئے اور بعد ازاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب میں سے بن گئے اور اللہ تعالیٰ نے کٹھن مواقف میں ان کے ذریعے اسلام کو مدد دی اور شاید عدی بن حاتم کا حیران کن موقف وہ ہے جو آپ نے طئی غطفان اور اسد کے علاقوں میں مرتد اعراب کے فتنوں کی آگ سرد کرنے کے بارے میں سالار خالد بن ولید کا سب سے بڑا مددگار بن کر اختیار کیا اور وہ اس طرح کہ آپ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے پھر آپ نے اپنی قوم طئی کے تین ہزار سواروں کو اسلام کی طرف واپس آنے پر رضامند کر لیا اور عدی بن حاتم نے اپنی حکمت اور اثر و رسوخ سے ان ہزاروں سواروں کو اسلامی فوج کی صفوں میں منتقل کر دیا جس کی کمان حضرت خالد بن ولید کر رہے تھے اور بزاخہ کے مشہور تباہ کن معرکہ میں طلیحہ بن خویلد اور اس کے نائب عیینہ بن حصن الفزاری کو شکست دینے میں طئی کے ان ہزاروں سواروں نے بڑا اثر ڈالا۔

حضرت کعب بن زہیر شاعر کا قبول اسلام ۹ھ

اور یوں جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی بُت پرستی کی مقاومت کی پاکٹیں یکے بعد دیگرے گرنے لگیں اور فوجی نقطۂ نگاہ سے ان پاکٹوں میں سے سب سے قوی پاکٹ گر کر تباہ ہو گئی اور وہ طئی قبیلہ کے لوگ تھے اور طئی قبیلہ جو ہزاروں سواروں کا جامع تھا۔ مسلمانوں کے چھوٹے سے جنگی گشتی دستے سے مقابلہ نہ کر سکا جو ایک سو پچاس

جوانوں پر مشتمل تھا اور ان کے پاس صرف پچاس گھوڑے تھے اور جزیرہ عرب میں واقعات کی رفتار نے ثابت کر دیا کہ ــــــ ۹ھ کے آغاز سے ــــــ جزیرہ عرب کے طول و عرض میں اسلام کو مطلق اقتدار حاصل ہو گیا ہے اور اس کا حکم چلتا ہے، باوجودیکہ بعض قبائل نے اسلام میں داخل ہونے کے اعلان سے توقف کیا تھا وہ یا تو کمزور تھے جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکتے تھے یا کچھ طاقتور تھے لیکن وہ اسلام کے دارالخلافہ مدینہ سے بہت دور تھے جیسے قضاعہ، بلی، عذرہ، کلب اور بلقین کے بعض قبائل جو شام کی حدود پر انتہائی شمال میں رہتے تھے اور ان کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــــ جب کہ آپ تبوک میں جنگ کر رہے تھے ــــــ فوجی دستے بھیجے جن سے ان کی طاقت کو توڑا اور وہاں جو مقاومت کی باقیماندہ پاکٹیں تھیں ان سب سے انھیں پاک صاف کیا، یا جیسے جنوب میں بعض قحطانی قبائل تھے جیسے نجران اور ہمدان میں بلحارث اور یمن میں حمیر اور حضرموت میں کندہ، ان میں سے بعض کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی دستے بھیجے جو انجام کار اسلام میں داخل ہو گئے اور بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبوک سے کامیاب و کامران ہو کر واپس آنے کے بعد وفدوں کی صورت میں مدینہ آکر اپنی رضامندی سے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ــــــ فتح مکہ اور حنین میں مسلمانوں کے فتح پانے کے بعد ــــــ جزیرہ عرب میں اسلام کا حکم چلتا تھا ادھر اُدھر جو جماعتیں بت پرستی پر قائم رہ گئی تھیں وہ تنگی میں پڑ گئی تھیں اور انھیں اسلام میں داخل ہونے سے ہی نجات مل سکتی تھی، مشہور شاعر حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ[1]، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] کعب بن زہیر ابن ابی سلمیٰ المزنی الشاعر ابن الشاعر، آپ کے واقعہ کا آغاز یوں

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

کے بچپڑ دشمنوں میں سے تھے اور ان اذیت دینے والی اہم زبانوں میں سے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار سے اذیت دیتی تھیں (اور شعر کا عربوں میں بڑا اثر ہے) اور آپؐ کی عداوت پر متحد ہونے اور تمام وسائل سے آپؐ کی دعوت کی مقاومت کرنے کی دعوت دیتی تھیں۔

اور جب مسلمانوں نے فتح مکہ سے عظیم کامیابی حاصل کی اور انہوں نے حنین میں ہوازنی افواج کی مکمل تباہی کی اور جزیرہ عرب میں کوئی ایسی حربی قوت نہ رہی جو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہوتا ہے کہ آپ اور آپ کے بھائی بجیر مدینہ میں بکریاں لائے تو آپ کے بھائی بجیر نے آپ سے کہا آپ اس جگہ ہماری بکریوں کے پاس رہیں حتیٰ کہ میں اس شخص (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے ملاقات کر لوں اور جو وہ کہتا ہے اُسے سُن لوں، حضرت کعب بکریوں کے پاس ٹھہرے اور بجیر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپؐ نے اُسے اسلام کی پیشکش کی تو وہ مسلمان ہو گیا، حضرت کعب کو اطلاع ملی تو وہ ناراض ہو گئے اور بجیر اور اس کے اسلام کے عیوب بیان کرتے ہوئے اشعار کہے اور وہ اشعار اس کتاب میں حضرت کعب کے واقعہ میں لکھے ہوئے ہیں .... اور حضرت کعب بن زہیر کے عمدہ اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں سے

• اگر میں کسی چیز سے تعجب کرتا تو مجھے نوجوان کی کوشش عجیب لگتی جس سے لیے فیصلہ پوشیدہ رکھا گیا ہے، نوجوان ایسے امور کے لیے کوشش کرتا ہے جنہیں وہ پا نہیں سکتا اور نفس ایک ہے اور غم پھیلے ہوئے ہیں اور آدمی جب تک زندہ ہے اس کی اُمیدیں دراز ہوتی ہیں اور آنکھ تب رُکتی ہے جب نشان رُک جاتا ہے ۔۔۔۔"

اسی طرح یہ بھی آپ کے عمدہ اشعار ہیں کہ

• بُری بات بہنے والی ڈھلوان سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ اس کے اہل کی طرف جاتی ہے اور جو شخص لوگوں کو مذمت کی دعوت دے وہ جھوٹ اور سچ کے ساتھ اس کی مذمت کرتے ہیں۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی افواج کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکے۔ تو حضرت کعب بن زہیر کو اپنی جان کے متعلق شدید خوف پیدا ہوا حتیٰ کہ زمین، فراخی کے باوجود آپ پر تنگ ہو گئی اور آپ کے بھائی بجیر نے آپ کی راہنمائی کی کہ آپ کی نجات اس بات میں ہے کہ آپ اٹھ کر مدینہ پہنچیں اور اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عفو و درگزر کا مطالبہ کرتے ہوئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اسلام کو قبول کیا اور آپ سے درگزر کیا۔

ابن ہشام نے بحوالہ ابن اسحٰق اپنی سیرت میں روایت کی ہے کہ حضرت کعب کے بھائی بجیر بن زہیر نے (جو پہلے مسلمان ہو گئے تھے) اپنے بھائی کعب کو خط لکھا اور آپ سے کہا کہ قریش کے شعراء میں سے ابن الزبعری اور ہبیرہ بن وہب باقی رہ گئے ہیں اور وہ جدھر منہ آیا بھاگ گئے ہیں اور اگر آپ کو اپنی جان کی ضرورت ہے تو اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو اور جو شخص آپ کے پاس توبہ کرتے ہوئے آئے آپ اُسے قتل نہیں کرتے اور حضرت کعب نے اشعار میں اپنے بھائی کو اس وقت ملامت کی تھی جب آپ مسلمان ہوئے تھے اور وہ اشعار آپ کو بھجوائے تھے اور ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو بھی کی تھی اور وہ اشعار یہ ہیں:۔

میرے دو دوستو! میری طرف سے بجیر کو پیغام پہنچا دو کہ تو نے جو بات کہی ہے اس میں تیرے لیے کیا ہے تو ہلاک ہو جائے اس میں تیرے لیے کیا ہے اور اگر تو کچھ کرنے والا نہیں تو ہمیں بتا دے کہ اس کے سوا، کس چیز کی طرف اس نے تیری راہنمائی کی ہے اس خلق کی طرف جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہیں پایا اور نہ تو نے اپنے باپ کو پایا ہے اور اگر تو نے کچھ نہ کیا تو مجھے افسوس نہ ہو گا اور نہ میں کہوں گا کہ تو لغزش کھا گیا ہے۔ اس کے ذریعے قابل اعتماد شخص نے تجھے سیراب پیالہ پلایا ہے اور قابل اعتماد شخص نے اس سے تجھے پہلی اور دوسری بار پلایا ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت کعب نے اپنے بھائی حضرت بجیر کی طرف یہ

اشعار بھجوائے اور جب وہ بجیر کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپانا پسند نہ کیا اور آپ کو یہ اشعار سنا دیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (اس کے ذریعے قابل اعتماد شخص نے تجھے پلایا ہے) کے الفاظ سنے تو فرمایا اس نے سچ کہا ہے اور وہ بہت جھوٹا ہے میں قابل اعتماد شخص ہوں اور جب آپ نے (اس خلق پر جس پر تو نے ماں باپ کو نہیں پایا) کے الفاظ سنے تو فرمایا بے شک اس نے اپنے ماں باپ کو اس خلق پر نہیں پایا۔

اور حضرت بجیر نے اپنے بھائی کعب کو جواب دیا۔

کعب کو کون اطلاع دے کہ تو جس بات کے بارے میں بے کار ملامت کرتا ہے وہی دانش مندی کی بات ہے، لات و عزیٰ سے نجات نہیں ہوگی صرف خدائے واحد کی طرف جانے سے ہی تو نجات اور سلامتی پائے گا اور ایک دن آئے گا کہ لوگوں میں سے صرف پاک دل مسلم ہی نجات پائے گا۔ زہیر کا دین، کچھ نہیں اور ابو سلمٰی کا دین بھی مجھ پر حرام ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ جب حضرت کعب کو خط ملا تو آپ پر زمین تنگ ہو گئی اور آپ کو اپنی جان کے متعلق خوف پیدا ہوا اور آپ کے قبیلے میں آپ کے جو دشمن تھے انہوں نے آپ کے متعلق افواہیں اڑائیں، پھر آپ چل کر مدینہ آئے اور جہنیہ کے ایک شناسا کے ہاں اترے (اور شعراء کے بہت دوست ہوتے ہیں) اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھنے لگے تو وہ آپ کو حضورؐ کے پاس لے گیا اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پھر اس نے آپ کو بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، ان کے پاس جا کر ان سے امان طلب کیجیے اور آپ نے مجھے بتایا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے حتیٰ کہ آپ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ نے اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو نہیں جانتے تھے، آپ نے کہا یا رسول اللہؐ! کعب بن زہیر تائب اور مسلمان ہو کر آپ سے امان

طلب کرنے کے لیے آیا ہے اگر میں اسے آپ کے پاس لے آؤں تو کیا آپ اسے قبول فرمائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں، آپ نے کہا یا رسول اللہ کعب بن زہیر میں ہی ہوں۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ عاصم بن عمر بن قتادہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک انصاری نے آپ پر حملہ کر دیا اور کہا یا رسول اللہ مجھے اسے قتل کرنے دیجیے اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں حضرت کعب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے نفرت دلانے کے لیے بڑے سخت زبان بت پرستوں میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دیجیے وہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر اور تائب ہو کر آیا ہے۔

راوی بیان کرتا ہے کہ حضرت کعب انصار کے اس قبیلے پر اس سلوک کی وجہ سے جو ان کے ساتھی نے آپ سے کیا، ناراض ہوئے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مہاجرین کے جس شخص نے بھی آپ کے بارے میں بات کی، اچھی بات کی اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے وقت جو قصیدہ کہا اس میں کہا ہے

مجھے امید تھی کہ آپ کا قربِ محبت ہوگا اور مجھے یہ خیال نہ تھا کہ آپ بخشش بھی دیں گے، سعاد ایک ایسے علاقے میں ہے جہاں اصیل، عمدہ اور نرم رفتار اونٹنیاں ہی پہنچا سکتی ہیں اور اس تک صرف مضبوط اونٹ ہی پہنچائیں گے جو تیز رفتاری سے تھک جائیں گے اور جب ہر اس اونٹنی کو جس کے کان کے پیچھے کی ہڈی باریک ہوتی ہے۔ پسینہ آجاتا ہے تو اسے بے نشان راستہ آملتا ہے جب سخت زمین اور سنگِ میل گرم ہو جاتے ہیں تو وہ سفید رنگ یگانہ کی نگاہوں سے پر تلا پھینک دیتی ہے اس کی گردن موٹی ہے اور اس کے پاؤں بھرے بھرے ہیں اور سانڈ کی پچھیوں سے اس کے بچے بھی ہیں وہ موٹی گردن اور بڑے رخساروں والی، بہت سیاہ اور اونٹ کے مشابہ ہے اور اس کے پہلو میں وسعت ہے اور اس کے آگے میل ہے اور اس کی کھال سمندری کچھوے

کی ہے اور متنین کے نواح میں بہول اسے نا اُمید کرتا ہے اور وہ کمزور ہے
اس کا باپ اور بھائی اچھی نسل کے سانڈ سے گا بعض اونٹنی سے تبدیل کیے
گئے ہیں اور اس کا چچا اور ماموں، فرمانبردار اور تیز رفتار اونٹنیاں ہیں چربی
اس پر چلتی ہے پھر اس کے چکنے سینے سے پھسل جاتی ہے وہ سیدھی بھاگنے
والی ہے اس نے موٹے گوشت کو چوڑائی سے پھینک دیا ہے اور
اس کی کلائی بٹی ہوئی ہے گویا وہ اس کی مہار ہے کہ اس کی آنکھوں
اور گردن سے آگے نکل گئی ہے اور دونوں جبڑے ملے ہیں وہ کھجور کی
گچھے دار شاخ کی طرح نشانے سے گزر جاتی ہے اور نتھنوں کے سوراخوں
نے اس سے خیانت نہیں کی وہ اپنی سیاہ سینگ میں بلند بانسہ اور تنگ
نتھنوں والی ہے اور دیکھنے والے کو اس میں عمدگی اور اس کے رخساروں
میں نرمی نظر آتی ہے وہ پتلی ٹانگوں پہ دوڑتی ہے حالانکہ وہ دبلی اونٹنیوں
کو پیچھے سے جا ملتی ہے جن کا زمین کو چھونا جواز کے لیے ہوتا ہے وہ
گندم گوں، دوسروں کے دودھ پہ پرورش پانے والی ہیں جو سنگریزوں
کو متفرق کر چھوڑتی ہیں اور ٹیلوں کی چوٹیوں پر جوتا انہیں اذیت سے
نہیں بچاتا گویا اس کے بازوؤں و بازدہ ہیں حالانکہ اسے پسینہ آیا ہوتا
ہے حالانکہ سراب نے نئی روئی کو ڈھانپ لیا ہوتا ہے کبھی گرگٹ اس کے
مقابلے میں سیدھا کھڑا ہوتا ہے گویا وہ سیدھے کھڑا ہو کر دھوپ کھا
رہا ہے اور لوگوں کو ان کے حدی خوان نے کہا کہ دوپہر کو آرام کرو جب کہ
اُنھوں نے دوڑتے ہوئے سنگریزوں کو جندب کے پتے بنا دیا دن نے
دراز گردن درمیانی عمر کی اونٹنی کا بازو مضبوط کر دیا، وہ کھڑی ہوئی تو
بے دودھ اور بچوں کو گم کرنے والی اونٹنیوں نے اسے جواب دیا، وہ
رونے والی اور نرم بازوؤں والی ہے جب موت کی خبر دینے والوں نے
اس کے پہلے بچے کی موت کی خبر دی تو اسے کوئی بندھن نہ پڑا تھا وہ

سینے کو اپنے ہاتھوں سے چھیدتی ہے اور اس کا کُرتہ اس کی ہنسلیوں سے
پھٹا ہوا ہے۔
گمـــراہ لوگوں نے اُسے کاٹنے کی کوشش کی اور انھوں نے کہا:۔
اسے ابن ابی سلمٰی تو قتل ہونے والا ہے اور ہر دوست نے جس سے
میں اُمید رکھتا تھا، کہا، میں ضرور تمہارا والہ و شیفتہ ہوں مگر اس وقت تجھ سے
غافل ہوں میں نے کہا تمہارا باپ نہ رہے میرا راستہ چھوڑ دو، جو کچھ اللہ تعالیٰ
نے مقدر کیا ہے وہ ہو کر رہنے والا ہے۔
بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نور ہیں جن سے روشنی حاصل
کی جاتی ہے اور اللہ کی تلواروں میں سے سونتی ہوئی ہندی تلوار ہیں، قریش
کے خاندان میں سے ایک کہنے والے نے وادی مکہ میں جب وہ مسلمان ہو
گئے، کہا ہلاک ہو جاؤ وہ ہلاک ہو گئے اور کمزور ہوتے گئے اور جنگ کے
وقت نہ سنجیدگی رہی اور نہ خود رائی کی کمی رہی وہ بلند بینی بہادر ہیں، جنگ
میں ان کا لباس حضرت داؤد کی زرہیں ہوتی ہیں، وہ مکمل زرہیں ہیں جن کے
حلقے ایک طریق پر بنائے گئے ہیں گویا وہ قفعاء[1] کے بٹے ہوئے حلقے ہیں
اگر ان کے نیزے لوگوں کو تکلیف دیں تو وہ مسرور نہیں ہوتے اور اگر
انھیں تکلیف پہنچائی جائے تو وہ گھبراتے نہیں، وہ خوبصورت اونٹوں
کی طرح چلتے ہیں اور جب پست قد سیاہ فام آدمی راہ چھوڑ کر مڑ جاتے
ہیں تو شمشیر زنی انہیں بچاتی ہے، نیزے کی ضرب، صرف ان کے
سینے پر لگتی ہے اور وہ موت کے حوضوں سے نہیں ہٹتے۔
اور حضرت کعب نے اپنے اس قصیدہ میں انصار پہ ان کے اس ساتھی کے

---

[1] قفعاء ایک بوٹی کا نام ہے جس میں انگوٹھی جیسے حلقے ہوتے ہیں مگر انگوٹھی کے
حلقوں کی طرح ان کے دونوں سرے جُڑے ہوئے نہیں ہوتے (مترجم)

موقف کے باعث جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت کعب کے قتل کا تقاضا کیا تھا، چوٹ کی اور حضرت کعب نے انصار کی طرف اس قول میں اشارہ کیا (جب پست قد سیاہ فام آدمی راہ چھوڑ کر مڑ جاتے ہیں) تو انصار، حضرت کعب سے ناراض ہو گئے تو آپ نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ کہا اور وہ راضی ہو گئے اور آپ کا وہ قصیدہ یہ ہے ؎

جسے زندگی کی فیاضی شادکام کرے تو وہ ہمیشہ صالح انصار کی جماعت میں رہے وہ بلند مرتبہ سرداروں سے کریمانہ افعال کے وارث ہوئے ہیں بلاشبہ بھلے لوگ، بھلے لوگوں کے بیٹے ہوتے ہیں، وہ مضبوط نیزے کو ہاتھ میں لینا پسند نہیں کرتے جیسے ہندی گردنیں چھوٹی نہیں ہوتیں وہ سُرخ آنکھوں سے دیکھتے ہیں جو انگارے کی طرح ہوتی ہیں اور دیکھنے سے درماندہ نہیں ہوتیں، وہ حملے کے روز اپنے نبی کے لیے اپنی جانوں کو موت کے لیے فروخت کر دیتے ہیں اور وہ مشرقی تلواروں اور لچکیلے نیزوں سے لوگوں کو ان کے ادیان سے رد کرتے ہیں اور وہ کفار کے خون کو اپنی پاکیزگی کے لیے قربانی تصوّر کرتے ہیں وہ یوں دلدادہ ہوئے ہیں جیسے وادی خفیہ میں پھاڑنے والے شیروں میں سے موٹی گردنوں والے شیر دلدادہ ہوتے تھے! اور جب تو ان کے پاس اُترے کہ وہ تیری حفاظت کریں تو تو دلیروں کے قلعوں کے پاس صبح کرے گا اُنھوں نے بدر کے روز، بڑی شمشیرزنی کی جس سے تمام نزار نے اطاعت اختیار کر لی اور لوگوں کو میری طرح ان کے بارے میں پورا علم ہوتا تو میرے اشارے کی تصدیق کرتے وہ ایسے لوگ ہیں جب ستارے غروب ہونے کو جھکتے ہیں تو وہ رات کو آنے والے مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں وہ اصل کے لحاظ سے غسانی سرداروں میں سے ہیں، جن کی اصل نے نکتہ چینی سے درماندہ کر دیا ہے۔

فصل دوم

- تبوک کیا ہے ؟
- غزوۂ تبوک کے اسباب
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی زندگی کی تاریخ میں سب سے بڑی فوج جمع کرنا۔
- فوج کی تیاری کے لیے مال دار صحابہ کا فیاضانہ عطیات دینا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کے خلاف منافقین کا تخریبی موقف۔
- منافقین کا اپنی خبیثانہ مساعی میں ناکام ہونا۔

قدیم زمانے میں تبوک ایک مشہور نام ہے، یاقوت نے معجم البلدان میں اس کا ذکر کیا ہے —— اور بیان کیا ہے کہ تبوک، زبر، پھر پیش اور ساکن واؤ اور کاف کے ساتھ ہے، یہ وادی القریٰ اور شام کے درمیان ایک جگہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ بنی عذرہ کے سعد کے بیٹوں کا تالاب ہے۔

اور ابو زید نے بیان کیا ہے کہ تبوک، حجر اور شام کے ابتدائی حصے کے درمیان حجر سے چار مراحل کے فاصلے پر تقریباً شام کے نصف راستے پر ہے اور یہ ایک قلعہ ہے جہاں ایک چشمہ اور کھجوروں کے درخت اور ایک باغ بھی ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

اور بعض معاجم اسلامیہ میں بیان ہوا ہے کہ جن اصحاب الأیکہ کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبی اللہ بنا کر بھیجا تھا وہ تبوک میں رہتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام ان میں سے نہیں تھے، آپ مدین قوم سے تعلق رکھتے تھے جن کے دیار، بحر قلزم (بحر احمر) کے ساحل پر تبوک سے چھ مراحل کے فاصلے پر واقع تھے۔

یاقوت نے بیان کیا ہے کہ تبوک، جبل حُسمیٰ اور جبل شبرِوری کے درمیان واقع ہے حسمی اس کے مغرب میں اور شبروری اس کے مشرق میں ہے اور تبوک اور مدینہ کے درمیان بارہ مراحل کا سفر ہے اور ابن عریض یہودی نے تبوک کے کنوئیں کو بنایا کیونکہ وہ ہر وقت پاٹ کر زمین کے برابر ہو جاتا تھا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اسے اس کا حکم دیا تھا۔

قبائل شمال کی تاریخ

جزیرہ عرب کا شمالی مغربی حصہ (جس میں تبوک واقع ہے) متعدد مشہور تاریخی قبائل کا وطن ہے اور یہ قبائل — قدیم زمانوں سے — ممتاز جنگی قوت کے حامل تھے اور ان کے بعض قبائل میں بادشاہت بھی تھی اور ان میں سے بادشاہ بھی ہوئے ہیں جنہوں نے جزیرہ عرب کی شمالی اطراف اور شام کی جنوبی اطراف میں حکومت کی ہے اور ان تمام قبائل کی اصل حضرموت کی طرف لوٹتی ہے اور یہ قحطانی قبائل جنہوں نے مختلف اوقات میں جزیرہ کے شمال اور شام کے جنوب کو وطن بنایا، دو اصلوں کی طرف لوٹتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قضاعہ ... اور قضاعہ، الشحر سے جو حضرموت میں ہے، دُور ہوئے بعد انہوں نے اطرافِ شام میں اپنی حکومت کی بنیاد رکھی اور قضاعہ سے متعدد قبائل متفرع ہوتے ہیں جن میں سے بلی، عذرہ اور بہرا وغیرہ بھی ہیں۔

۲۔ بنو کلب، یہ کندہ سے تعلق رکھتے ہیں اور کندہ حضرموت کے شمال سے دُور ہوا اور اس نے دومۃ الجندل میں جو آج کل جوف کے نام سے معروف ہے اپنی

مشہور حکومت کی بنیاد رکھی اور یہ خصائص، قضاعی اور کندی بت پرستی کے دین پر تھے مگر یہ اپنے پڑوسی بازنطینیوں کے اثر سے جو شام کے حاکم تھے، نصرانیت کی طرف منتقل ہو گئے پس ظہور اسلام کے وقت شمال کے قحطانی قبائل کی اکثریت، نصرانیت پر قائم تھی۔

اور متعلقہ تبوک اور اس کے ارد گرد کا علاقہ حتیٰ کہ غرب میں بحر احمر کے کناروں تک کا علاقہ، قضاعہ کے قبائل کا وطن تھا اور کندہ کے قبائل کلب، مشرق تک اور تبوک سے شمال مشرق تک آباد تھے اور ان کی حکومت دومۃ الجندل میں تھی[1]

اور یہ قبائل (قضاعہ اور کندہ) مسلمانوں سے شدید عداوت رکھتے تھے اور کبھی کبھی ——— اپنی قوت اور کثرت فوج کو محسوس کر کے ——— مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بارے میں سوچتے تھے اور یہ بات (جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے) ان کے رومی دوستوں کے اکسانے پر تھی، جو صحرائی جنگوں سے ڈرتے تھے پھر ان قحطانیوں کے اس خوف کے خیال سے بھی تھی کہ اسلام کا اثر ان کے علاقوں تک پھیل جائے گا جن میں دومۃ الجندل کے بادشاہوں کی مانند انہیں حکومت اور اقتدار حاصل تھا یا رومیوں کی نگرانی تلے جزیرہ کے شمال مشرقی حصے مشارف الشام میں قضاعہ کے قبائل کی مانند، حکومت میں مطلق قوت حاصل تھی۔

اور مسلمان بھی اس طرف کے متعلق چوکس تھے، جونہی انہیں حضرمی نصاریٰ (اور خصوصاً قضاعہ) کے کسی اکٹھ کی اطلاع ملتی، قبل اس کے یہ لوگ مدینہ سے جنگ کے بارے میں اپنی سوچ کی تنفیذ کریں، وہ ان سے جنگ کرنے اور

---

[1] دیکھیے ہماری کتاب (العرب فی الشام قبل الاسلام) میں ان قبائل کی تاریخ اور شمال اور اطراف شام میں انہیں جو اقتدار، قوت اور حکومت حاصل تھی اس کے بارے میں بڑی تفاصیل موجود ہیں۔

ان کی جمعیت کو پراگندہ کرنے کے لیے جلدی کرتے۔

اور واقعات نے بتایا ہے کہ شمال کے عیسائی قحطانی قبائل اور بازنطینی شہنشاہیت کے درمیان وہاں ایک مشترکہ مصلحت تھی جس نے فریقین کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنی مسلح افواج کو ایک فوج بنانے لگے جو موقع ملنے پر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار کھڑی ہو اور یہ مشترکہ مصلحت، قضاعہ اور کلب کے خصارمہ کی یہ حرص تھی کہ وہ شمالی علاقوں میں اپنے آزادانہ اقتدار کی حفاظت کریں جو مسلمانوں کی جانب سے شام کے درپے ہو۔

اور اس حقیقت کو تاریخ نے ثابت کیا ہے اور کتب سیر و مغازی اور تاریخ کی دوسری کتابوں کو دیکھنے والا محسوس کرتا ہے کہ شمال کے یہ عیسائی قبائل (خصوصاً قضاعہ) محافظوں کی مانند تھے جو بازنطینی حکومت کے لیے شام کی جنوبی حدود کی حفاظت کرتے تھے جیسے کہ وہ اپنے جنگلات میں جو جزیرہ کے شمال میں تھے، اسلامی افواج کے کسی بھی مارچ کے سامنے ڈٹ جانے کی کوشش کرتے تھے۔

اور ان قبائل کے گھڑسوار اور شتر سوار دستے ہمیشہ ہی جزیرہ کے شمال میں گشتی کارروائیاں کرتے رہتے تھے اور بہت دفعہ ان گشتی دستوں کی مسلح افواج سے جنگ ہو جاتی تھی کہ یہ وحشی قبائل ننھے مسلمان داعیوں کو قتل کر دیتے تھے اور ہمیں معلوم ہے (جیسا کہ ہماری ساتویں کتاب غزوۂ موتہ میں مفصل بیان ہوا ہے) کہ کس طرح ان عرب عیسائیوں نے شمال میں ذات الطلح مقام پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پندرہ مدنی اصحاب کو جو کامیابی کے ساتھ دعوتِ اسلام دے رہے تھے، شہید کر دیا۔

اسی طرح شمال کے قبائل (خصوصاً متعلقہ تبوک اور شمال کا تمام مغربی حصہ) بازنطینی شہنشاہیت کی فوج میں رسد پانے والوں کی مانند تھے وہ حریت و استقلال کے باوجود اور جزیرہ عرب کے اندر اپنے جنگلات میں آزاد ہونے کے باوجود ہمیشہ ہی ہر اس رومی مسلح فوج کے نیزے کا سرا ہوتے تھے جو مسلمانوں کے

خلاف سرگرم عمل ہوتی تھی اور یہ عرب (خصوصًا قضاعہ) بے شمار تعداد کی خوفناک قوت تھے جن سے باز نطینی شہنشاہیت استفادہ کرتی تھی جیسا کہ ہماری ساتویں کتاب (غزوۂ موتہ) میں مفصل بیان ہوا ہے کہ کس طرح یہ خصارمہ، اس رومی فوج کا نصف تھے جس کی قیادت ہرقل کے بھائی نے کی اور اس نے (مؤتہ) میں الکرک کے علاقے میں اس اسلامی فوج سے جنگ کی جو تاریخ اسلام میں جزیرہ کی حدود کو پار کر کے شام آنے والی پہلی فوج تھی اور ہمیں معلوم ہے کہ معرکہ موتہ میں رومیوں کی جانب سے ان عیسائی خصارمہ کا لیڈر مالک بن رافلہ کیسے قتل ہوا۔

بلکہ قضاعی (یہ وہ لوگ ہیں جن کی ہجرت کا راستہ الشحر تھا جو حضرموت میں ہے) اس عظیم قبیلہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں جو جاہلیت اور اسلام میں بھرپور تاریخ کا حامل ہے (قبیلہ جہنیہ) جس کے دیار بحیرہ احمر کی پٹی پر خلیج عقبہ کے ساحل سے لے کر ینبع تک پھیلے ہوئے ہیں، اگر یہ جہنیہ قبیلہ اپنی تاریخ کے کسی لمحے میں بھی رومیوں سے کوئی تعلق اور دوستی نہ رکھتا تھا اسی لیے جہنیہ نے دعوتِ اسلام کے قبول کرنے میں سب قبائل سے جلدی کی اور ان کے ایک دستے نے جو تقریبًا چار سو جانبازوں پر مشتمل تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں فتح مکہ میں شرکت کی۔

اور یہ بات ان کے بھائیوں یعنی شمال میں رہنے والے قبائل قضاعہ جیسے بہراء، عذرہ، عاملہ اور سلیح کے برعکس ہے جو منطقہ تبوک اور اس کے پڑوس میں حدودِ شام کے علاقوں میں رہتے تھے وہ اسلام اور مسلمانوں سے شدید دشمنی پر قائم رہے۔

اور ان کے دوسرے کندی چچازاد خصارمہ، جن میں سے دومۃ الجندل کے مشہور قلعوں والے بادشاہ بھی ہیں، اس شدید اور مستحکم عداوت میں ان سے حصہ داری کرتے رہے، اور دومۃ الجندل کے باشندوں کے عناد کفر اور مسلمان دشمنی کی وجہ سے حضرت خالد بن ولید نے ان سے دو دفعہ جنگ کی، ایک دفعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تبوک سے چار سو سواروں کے ساتھ، کلب کے ان کندی خصارمہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اور دوسری دفعہ حضرت صدیق رضؓ کی خلافت میں حضرت

خالدؓ حیرہ سے عراق میں ان کے پاس آئے اور عیاض بن غنم فہری کی مدد سے، جو اکیلا ان کندیوں کو عاجز کرنے سے عاجز آگیا تھا، کیونکہ یہ بہت مسلح تعداد والے تھے اور پتھر سے بنے ہوئے قلعوں میں پناہ لے لیتے تھے آپ نے دومۃ الجندل میں ان کے قلعوں پر حملہ کیا۔

اور باوجود ان حملوں کے جو مسلمان شمال کے نصرانی قبائل جو کندہ اور قضاعہ سے تھے کے خلاف کرتے تھے، وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرناک قوت بنے رہے، کیونکہ جب کوئی اسلامی فوج کا دستہ انہیں تنگ کرتا اور وہ سمجھتے کہ اس کے ساتھ جھڑپ کرنا ان کے مفاد میں نہیں تو وہ شام کے جنوب کی پناہ لے لیتے جہاں نصرانیت میں ان کے شرکاء اور حلیف اور رومی، خوش آمدید سے ان کا استقبال کرتے اور جب اسلامی افواج مدینہ واپس آجاتیں تو یہ قضاعی نصاریٰ بھی شمالی حدود کے علاقوں میں اپنے جنگلات اور دیار میں واپس آجاتے جیسا کہ اس وقت ہوا جب حضرت عمرو بن العاص نے مخلص، ممتاز اور کبار مہاجرین و انصار کے ساتھ ان سے جنگ کی اور یہ غزوہ ذات السلاسل کا واقعہ ہے جس کا رخ خصوصاً ان قضاعہ کی طرف تھا جو حضرت عمرو بن العاص کے ماموں تھے۔

پھر وہاں قضاعہ اور کندہ کے حضارمہ کے بطون سے،[1] جن کے دیار جزیرہ کی شمالی پٹی سے مشرق میں حدودِ عراق تک اور مغرب میں بحر قلزم (بحر احمر) تک پھیلے ہوئے تھے، اسلام کے خلاف، مقاومت کی بڑی بڑی پاکٹیں تھیں اور ان بطون کی اکثریت نصرانی مذہب کی اطاعت گزار تھی —— اور جب وہ متحد ہو جاتے تو وہ اسلامی وجود کے لیے بڑا خطرہ بن جاتے، اس لیے کہ جب وہ متحد ہو جاتے تو وہ ایسی فوج جمع کر سکتے تھے جو ایک لاکھ جانبازوں سے کم نہ ہوتی تھی اور جب مدینہ کی اسلامی ہائی کمان اس تعداد سے غفلت کرے گی اور جزیرہ

---

[1] بطن، قوم کے اس گروہ کو کہا جاتا ہے جو قبیلہ سے کم ہو (مترجم)۔

عرب کے اندر اُسے اکٹھا ہونے، دھڑا بننے اور جنگ کرنے کی اجازت دے گی تو وہ کمان خود کو عسکری پیچیدگی کے سامنے پائے گی جو احزاب کی اس پیچیدگی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی جس کا مقابلہ اس نے ہجرت کے تیسرے سال کیا تھا اور اُس ہوازنی اکٹھ کی پیچیدگی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی جس کے شدید خوف ناک خطروں کو جنگِ حنین میں اس نے برداشت کیا تھا۔

جزیرہ کی شمالی پٹی میں پھیلی ہوئی ان مقاومت کی پاکٹوں کے خطرہ کے علاوہ جو قضاعی کندی بطون کی صورت میں متمثل تھیں ایک اور بڑا خطرہ بھی تھا اور وہ شام میں ان رومیوں کا وجود تھا ——— جو قدیم زمانوں سے ——— کندہ اور قضاعہ کے ان نصاریٰ سے مضبوط تعلقات رکھتے تھے اس لیے کہ وہ سب اصل میں ایک ہی دین کے حکم میں تھے اور یہ جنوبی لوگ بازنطینی شہنشاہیت کے تاج سے مرتبط تھے جس کا سرخیل شاہ ہرقل تھا جس کے سر پر ہمیشہ ایرانیوں پر فتح پانے کا نشہ سوار رہتا تھا اور وہ اس طرح کہ اس نے معرکوں میں اس ایرانی شہنشاہیت پر شاندار فتوحات حاصل کیں جو ہرقل کے شکست دینے سے قبل ——— دنیا کی سب سے بڑی شہنشاہیت تھی۔

ہاں رومی جزیرہ عرب کے صحرا میں اپنے بھاری لشکروں کو لے جا کر اُس اسلامی وجود کا خاتمہ کرنے کے لیے جانبازی سے جنگ نہ کرتے تھے جس کے شام کی حدود کے کناروں تک پھیلنے سے وہ خائف تھے خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کے بعد جو ان کے بادشاہ ہرقل کو ملا جس میں آپ نے اُسے اور اُس کی قوم کو دعوتِ اسلام دی اور بادشاہ راہب ہرقل نے ——— انجیل کے علم کے مطابق ——— معلوم کر لیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہی نبی ہیں جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بشارت دی ہے . . . . اور یہ رومی اپنے بڑے لشکروں کو اسلام کو قطع کرنے یا کم از کم اس کی لہر کو روکنے کے لیے جزیرہ عرب کے صحرا میں لے جا کر جانبازی نہ کرتے تھے کیونکہ وہ صحرائی جنگوں سے بہت ڈرتے تھے اس لیے

اس صحرا میں فقط وہی مہلک جنگ کامیاب ہوتی تھی جسے رومی سپاہی اچھی طرح نہ لڑ سکتا تھا جب کہ مسلمان بدوی سپاہی اُسے اچھی طرح لڑ سکتا تھا اس لیے کہ پہلے سپاہی کا سازو سامان اور ہتھیار ہلکے ہوتے تھے اور وہ اس مہلک جنگ کی عملی کاروائی سے پوری واقفیت رکھتا تھا اور اسی میں اس نے پرورش پائی ہوتی تھی اور اسی میں اُسے مہارت ہوتی تھی۔

ہاں رومی یہ جانبازی نہیں کرتے تھے کہ ان کے بھاری لشکر، جزیرہ کے صحرا میں داخل ہوں مگر ان کے امکان میں تھا کہ وہ جزیرہ کے معین علاقوں میں داخل ہو جائیں جو ان کی بھاری افواج کے لیے صدر مقام بننے کی صلاحیت رکھتے ہوں پھر وہ قضاعہ، کندہ اور قادرۃ کے عربی بدوی بطون کو (ان کی بدوی پرورش کے حکم کے مطابق) مہلک جنگوں پر متحد کریں اور ان سے (جزیرہ کے اندر) ایک ایسی فوج بنائیں جو بظاہر عربی ہو اور اصلاً رومی ہو اور رومی کمان اس عربی فوج کو مسلح کرنے کی اور اس کی گذران کی ذمہ دار ہو اور ثانیاً مدینہ میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے رومی افسروں کی کمان میں اس کی قیادت اور راہنمائی کی ذمہ دار ہو یا کم از کم رومیوں کے لیے ممکن حد تک جزیرہ عرب سے حصہ لینے کے ارادے سے اور جزیرہ کی شمالی پٹی میں، دعوتِ اسلام اور اس کے اثر کو روکنے کے ارادے سے مسلمانوں پر متفرق حملے کرے نیز یہ کہ شام کو بچائے کہ یہ دعوت اس میں داخل نہ ہو جائے۔

یہ احتمالات تھے اور جزیرہ کے شمال کا یہ موقف تھا جہاں قضاعہ اور کندۃ الغنار کے عربی نصرانی بطون تھے جو جزیرہ کے اندر اسلام کے خلاف بغاوت کی مضبوط پاکٹیں تھے، اور شام میں ان کے پہلو میں رومی شہنشاہیت کی افواج تھیں جو (ایرانیوں پر فتح پانے کے بعد) دنیا کی سب سے بڑی اور طاقتور شہنشاہیت تھی اور وہ مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے اپنے دل میں رغبت اور جزیرہ عرب کی حدود کو پار کرنے کی قدرت پائی تھی۔

پس وہ عظیم رومی خطرہ جو شمال میں قائم تھا، مسلمانوں کو دھمکانے لگا اور

عملاً یہ عظیم رومی خطرہ اس وقت مجسم ہوا جب شام کے جنوب اور تبوک کے شمال میں رومی افواج کے اکٹھا ہونے کی اطلاع مسلمانوں کو پہنچی۔

اس وقت ضروری تھا کہ اسلام کا بڑا فوجی مارچ ہو جو (اولاً) رومیوں کو خوفزدہ کرے اور ان کے اذہان سے جزیرہ عرب کی حدود کو پار کرنے کے خیال کو محو کر دے اور ان پر ثابت کر دے کہ مسلمان فوجی لحاظ سے معرکہ کو شام میں منتقل کر دینے کی قدرت رکھتے ہیں پھر یہ اسلامی مارچ — رومیوں کو خوفزدہ کرنے کے بعد — ان عربی نصرانی اور غیر نصرانی مقاومت کی پاکٹوں کے صفایا کے لیے کھڑا ہو جائے جو جزیرہ عرب کی شمالی پٹی میں اپنے کفر پر اور اسلام کی شدید عداوت پر قائم ہیں۔

اس طرح شہروں اور دیہات میں مسلمانوں کے درمیان عام لام بندی کا اعلان کیا گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کی عسکری زندگی کا سب سے بڑا لشکر جمع ہو گیا اور آپ نے مدینہ میں تیس ہزار جانبازوں کے جمع کرنے کی قوت پائی اس بڑے لشکر نے شمال کی جانب تبوک کی طرف مارچ کیا اور مسلمانوں کا جلدی سے اکٹھ کرنا اور اپنی عظیم فوج کے ساتھ مارچ کرنے میں سرعت سے کام لینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انہیں شمال میں رومیوں کے شدید خطرے کا احساس تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید گرمی کے وقت جب کہ موسم گرما شعلے مار رہا تھا، اس فوج کے ساتھ مارچ کیا اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں اسلامی کمان کو رومی افواج کے اجتماع کے متعلق اہم معلومات ملی تھیں جو اس بات کا تقاضا کرتی تھیں کہ ممکن حد تک سرعت کے ساتھ شمالی حدود کی طرف مارچ کیا جائے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عظیم فوج کے ساتھ شعلہ زن موسم گرما میں مارچ نہ کرتے، اس بات نے منافقین کو موقع دیا کہ وہ مسلمانوں کے عزائم کو روکنے کے لیے ان کے سامنے ان پریشانیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کریں جو انہیں گرمی کی شدت سے اپنے مارچ کے دوران

پیش آئیں گی، جیساکہ ابھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کیسے اکٹھا کیا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ دشمن سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے تو آپ پوشیدگی کی اسکیم کا التزام کرتے اور اپنے مقرب ترین آدمیوں کو اپنے مارچ کے مقصد کے متعلق نہ بتاتے صرف اپنے جنگی بورڈ کے ارکان کو اطلاع دیتے جیسے حضرت ابوبکر صدیق کو، جیساکہ آپ نے فتح مکہ کے لیے دس ہزار جانبازوں کے ساتھ مارچ کیا اور جس جہت کی طرف وہ مارچ کر رہے تھے عوام کو اس کا علم اس وقت ہوا جب وہ مقدس دارالخلافہ سے تقریباً دس میل کی مسافت پر پہنچے اس وقت عام فوج کو معلوم ہوا کہ آپ قریش مکہ کے پاس جانا چاہتے ہیں۔

غزوۂ تبوک میں آپ نے سرکاری طور پر اعلان کیا کہ آپ رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں اور جو کوئی اس فوج میں شامل ہونا چاہتا ہے جس کے شمالی حدود کی طرف پیش قدمی کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ تیار ہو جائے اور وہ جس حربی سامان اور اپنی گذران کے سامان کا محتاج ہے اپنے لیے اس کی مکمل تیاری کرے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فوج کے ساتھ تقریباً چھ سو میل (تقریباً ایک ہزار کیلومیٹر) کا فاصلہ طے کرنے والے تھے۔

پس یہ کوئی چھاپہ مار غارت گری نہ تھی، جسے چھوٹی مسافت پر اور معمولی افواج کے ساتھ بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح آپ نے مارچ کے بارے میں توریہ نہ کیا کیونکہ جزیرہ عرب میں رومیوں اور غلیط عربوں اور نصاریٰ کے سوا کوئی ایسی قوت نہ تھی جس کا خطرہ اس عظیم فوج کے اکٹھ کا تقاضا کرتا۔ یہ غلیط عرب اور ان کے نصاریٰ روایت منطقہ الحدود میں تبوک، دومۃ الجندل، عقبہ، ایلہ (ایلات) اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں رہتے تھے۔

پس یہ ایک ہمہ گیر جنگ تھی اور زبردست فوج کے ساتھ تھی، جو طویل مسافت کو طے کرنے والی تھی اور حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ یہ زبردست فوج لڑنے کے لیے جزیرہ کی حدود سے گزر کر شام جائے۔

پھر مدینہ میں منافقین، رومیوں کے لیے ففتھ کالم تھے جو اس عظیم فوج کی خبر ان تک پہنچا ئیں گے خواہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس فوج کے مقصد کے بارے میں پوشیدگی کی سیاست کا التزام کریں، بلاشبہ رومیوں کو یہ یقین ہو گیا کہ وہ اور ان کے حلفاء جو قضاعہ، کلب اور غسان (دوسروں کو چھوڑ کر) سے تعلق رکھتے ہیں اس اکٹھ کا مقصود ہیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ——— ہوازنی اکٹھ اور اس سے قبل قریشی اور غطفانی اکٹھ اور اس کے بعد طائی اکٹھ کے خاتمے کے بعد ——— جزیرہ عرب میں کوئی ایسی خطرناک اسلام دشمن فوجی قوت نہ تھی جو اس عظیم فوجی اجتماع کی متقاضی ہو، جس کی مثال عہدِ نبوی میں جزیرہ نے نہیں دیکھی۔

اس لیے مارچ کے بارے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پوشیدگی کی اسکیم پر عمل کرنا سودمند نہ تھا کیونکہ رومی صرف اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس مارچ کا علم ہونے پر قطعی فیصلہ کر لیتے کہ شمال میں اس مارچ کا مقصود وہ اور ان کے حلیف ہیں، دوسرا کوئی نہیں پھر اس غزوہ میں طولِ مسافت کے باعث ——— اور گرمی کی شدت کے نتیجے میں فوج جن پریشانیوں سے دوچار ہو گی ——— مسلمانوں کی حقیقت ضرور واضح ہو جائے گی تاکہ فوج میں صرف وہی صادق الایمان شخص شامل ہو جو اس غزوۂ عسرت میں عزم و اعتماد کے ساتھ مشقتوں اور مشکلات کو برداشت کرنے والا ہو اور وہ اپنے لیے نفقہ اور بقیہ وسائل مکمل کرے جو اُسے ان مشکلات پر متغلب ہونے کی قدرت دے جو اُسے لاحق ہونے والی ہیں اور اس پر مشقت غزوہ میں کوئی شک نہیں ہے۔

مسلمانوں کے درمیان عام لام بندی | اور اس پُر مشقت غزوہ کی اہمیت کا

اندازہ لگانے اور ان نتائج و عواقب کے دقیق جائزے کے بعد جن کی مسلمان اس جنگ سے توقع رکھتے تھے وہ —— مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان —— نقصان دہ تھے ، آپ نے فیصلہ کیا کہ اپنی فوج میں ہر اس شخص کو شامل کر لیں جو شہر اور دیہات کے مسلمانوں میں سے ہتھیار اٹھانے کی قدرت رکھتا ہے پس آپ نے سب کے سامنے عام لام بندی کا اعلان کر دیا کہ آپ شمال میں رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں۔

مدینہ شہر میں انصار و مہاجرین کے درمیان عام لام بندی کے اعلان کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سابقون الاولون صحابہ میں سے دو خاص نمائندوں کو جنگل کی طرف بھیجا ، اور یہ نمائندے اس قبیلے کی طرف گئے جس کی طرف منسوب ہوتے تھے تاکہ اس سے جہاد فی سبیل اللہ کے بارے میں مدد مانگیں نیز انہیں یہ بھی بتائیں کہ اس فوج کا مقصد رومیوں سے جنگ کرنا ہے۔

اور آپ نے دار الخلافہ مدینہ اور جنگلات کے باشندوں کی طرف مدد مانگنے اور اکٹھا کرنے کے لیے صرف دو نمائندے بھیجنے پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ آپ نے ملک کے ان باشندوں کی طرف بھی جہاد کے واسطے مدد مانگنے کے لیے نمائندہ بھیجا جن کے اسلام قبول کرنے پر ابھی آٹھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔

مؤرخین نے قبائل کے گیارہ مشہور صحابہ کا ذکر کیا ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگل کی طرف بھیجا کہ وہ اپنے قبائل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جنگ کے لیے نکالیں اور وہ نمائندے یہ تھے۔

نمائندے کا نام	قبیلے کا نام جس کی طرف اسے بھیجا گیا
۱۔ حضرت بریدۃ بن الحصیب	اسلم کے لوگوں کی طرف جن کی منازل مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں۔
۲۔ حضرت ابو رھم الغفاری	غفار ، بدر اور صفراء کی جانب
۳۔ حضرت ابو واقد اللیثی	بنی لیث جو کنانہ میں سے ہیں۔

۴ - حضرت ابو الجعد الضمری	ساحل کے بنی ضمرۃ کی طرف
۵ - حضرت رافع بن مکیث	جہنیہ کی طرف
۶ - حضرت جندب بن مکیث	جہنیہ کی طرف
۷ - حضرت نعیم بن مسعود	اشجع کی طرف
۸ - حضرت بدیل بن ورقاء	خزاعہ کی طرف
۹ - حضرت عمرو بن سالم	خزاعہ کی طرف
۱۰ - حضرت بشر بن سفیان	خزاعہ کی طرف
۱۱ - حضرت العباس بن مرداس [1]	سلیم کی طرف

اور اہل مکہ کی طرف جو نمائندے بھیجے گئے، میرے پاس جو ماخذ ہیں ان میں مجھے ان میں سے کسی کا نام نہیں ملا، اور جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کی طرف ایسے ہی نمائندے بھیجے جیسے صحرا کے باشندوں کی طرف بھیجے جیسا کہ مغازی الواقدی میں بیان ہوا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امدادی دعوت کو شہر و دیہات میں بڑی قبولیت حاصل ہوئی اور منافقین کی تدبیروں اور مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرنے کی کوششوں کے باوجود تیس ہزار جانباز جمع ہو گئے۔

واقدی نے اپنی کتاب المغازی میں اس اہم غزوہ کی تیاری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ اور اس نے اپنے دس شیوخ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ساقطہ ــــ یعنی انباط [2] ـــــ جاہلیت میں اور اسلام کی آمد کے بعد ضرورت کی چیزیں اور تیل مدینہ میں لایا کرتے تھے چونکہ انباط کثرت کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آیا کرتے تھے اس لیے ہر روز ان کے پاس شام کی خبریں ہوتی تھیں پس فوج کا ہراول دستہ آیا

---

[1] ان صحابہ کرام کے حالات ہم نے اس سلسلہ کی اشاعت میں بیان کیے ہیں۔

[2] انباط، ان عجمیوں کو کہا جاتا ہے جو عراقین کے درمیان آباد ہوئے تھے (مترجم)

اور اس نے بیان کیا کہ شام میں بہت افواج جمع ہو چکی ہیں اور ہرقل نے اپنے اصحاب کو پورے ایک سال کی رسد دے دی ہے اور اس کے پاس لخم، جذام، غسان اور عاملہ بھی جمع ہو گئے ہیں اور انھوں نے پیشقدمی کی ہے اور ان کے ہراول دستے بلقاء کی طرف آکر وہاں پڑاؤ کیے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے نزدیک ان سے زیادہ خوف ناک دشمن کوئی نہ تھا کیونکہ انہوں نے ان کو —— جب وہ ان کے پاس تاجر بن کر آتے تھے —— تیاری سامان جنگ اور گھوڑوں کے ساتھ دیکھا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ کے لیے نکلتے تو کسی اور کا توریہ کرتے تاکہ خبروں سے معلوم نہ ہو کہ آپ ایسا ایسا کرنا چاہتے ہیں حتیٰ کہ غزوہ تبوک آ گیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شدید گرمی میں اس کا قصد کیا اور دُور کے سفر سے دوچار ہوئے اور غازیوں اور بہت سی تعداد نے کوچ کیا پس آپ نے لوگوں پر ان کا معاملہ واضح کر دیا تاکہ وہ اپنی جنگ کے لیے تیاری کر لیں اور جس سمت آپ جانا چاہتے تھے اس کے متعلق آپ نے بتا دیا پھر واقدی نے ان نمائندگان کے ناموں کا ذکر کیا ہے جنہیں آپ نے جنگل کی طرف اس کے باشندوں کو جہاد کے لیے جمع کرنے کے واسطے بھیجا تھا۔

اور جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شمال میں رومیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے عام لام بندی کا اعلان کیا وہ خشکی اور قحط کا سال تھا اور مسلمان ”خصوصاً صحرا کے لوگ“ شدید تنگی میں تھے اسی لیے غزوۂ تبوک کو غزوۃ العسرۃ کا نام دیا گیا ہے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اس عظیم فوج کی تحویل و تجہیز (مال جمع کرنے اور تیاری کے لیے) کی تکمیل کے لیے بہت جدو مشقت کرنی پڑی نیز اس سبب سے کہ اس غزوہ کے لیے مسلمان شدید گرمی کے موسم میں تیار ہوئے اور اس عظیم فوج کو مدینہ سے شمالی حدود تک کا طویل سفر طے کرنا تھا اس لیے لازمی بھرتی نے صرف ان لوگوں کو شامل کیا جو گھوڑوں یا اونٹوں کی سواری رکھتے تھے اور یہ ساری فوج سوار تھی اسی لیے ان لوگوں کو چھوڑ دیا گیا

جن کے پاس اس غزوہ میں سواری نہ تھی، اس غزوہ میں ان کی شمولیت کی شدید خواہش کے باوجود انھیں چھوڑ دیا گیا جیسا کہ قرآن کریم میں واضح طور پہ بیان ہوا ہے:

لیس علی الضعفاء .... ماینفقون۔

(ترجمہ) کمزوروں، مریضوں اور ان لوگوں پہ جو خرچہ نہیں پاتے کوئی حرج نہیں ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں، نیکی کرنے والوں پہ کوئی الزام نہیں ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اور نہ ان لوگوں پر کوئی حرج ہے جب وہ آپ کے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں آپ نے کہا میرے پاس تمہارے لیے سواری نہیں ہے وہ واپس چلے گئے اور غم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ وہ خرچہ کے لیے کچھ نہیں پاتے۔

اور اس بات کی دلیل کہ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے لازمی بھرتی تھی یہ ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جو جسمانی اور مادی طور پہ قدرت رکھتا تھا، جنگ کرنے والی فوج میں شامل ہونے سے پیچھے رہنا جائز نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مادی طور پر تنگدستوں کو معذور قرار دینے اور ان کی تعریف کرنے کے بعد فرمایا ہے:

انما السبیل .... لا یعلمون۔

(ترجمہ) الزام صرف ان لوگوں پہ ہے جو مال دار ہونے کے باوجود آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں انھوں نے عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا ہے اور اللہ نے ان کے دلوں پہ مہر لگا دی ہے اور وہ نہیں جانتے۔

اور بعض لوگوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کے معاملے کو مؤخر کیوں نہیں کیا یہاں تک کہ گرمی کا شعلہ زن موسم ختم ہو جاتا اور لوگوں کے معاشی حالات اچھے ہو جاتے اور ان کی مادی تنگی دور ہو جاتی اور گھر مالدار صحابہ کے فیاضانہ مالی عطیات نہ ہوتے تو وہ اپنے فقر کی وجہ سے اس تاریخی غزوہ میں شامل ہونے کی استطاعت نہ پاتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شمالی حدود کے حالات جیسا کہ معلومات نے بتایا ہے،
اس خطرہ کو اس کے بڑھ جانے سے قبل دُور کرنے کے لیے مسلمانوں سے شدید شرکت
حرکت کا تقاضا کرتے تھے کیونکہ رومی اور عرب عیسائیوں کی افواج جزیرہ کی حدود
پر کنی کے اراد ے سے جمع ہو چکی تھیں اور جیسا کہ معلوم ہوتا ہے اسی بات نے
مدینہ میں اسلامی کمان کو مجبور کیا کہ وہ گرمی کی شدت اور تنگی کے نتیجہ میں فوج کو لاحق
ہونے والی پریشانیوں کے باوجود، اس عظیم فوجی مارچ کے لیے تیار ہو جائے۔

مالدار صحابہ کا فوج کے لیے عطیات دینا

چونکہ غزوہ تبوک کا سال عام مسلمانوں کے لیے
تنگی اور قحط کا سال تھا اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالدار صحابہ کو اس
عظیم فوج کی تیاری اور اس کے خرچ کو پورا کرنے کے لیے خیرات کرنے کی ترغیب
دی ــــ جسے موجودہ زمانہ میں عطیہ کہا جاتا ہے ــــ کیونکہ مدینہ میں مسلمانوں
کے بیت المال میں کوئی ایسی چیز موجود نہ تھی جو اس پُرغوغا فوج کی تموین و تجہیز
(اخراجات اور تیاری) کے لیے کافی ہو۔
نیز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی فوجی محکمانہ نظام نہ تھا
جو اسلامی اقتدار کی امداد کے لیے جنگ میں شمولیت کرنے پر سپاہیوں کو ان کے
تقاضے کے مطابق تنخواہ دیتا بلکہ یہ جنگ وجدانی جذبے سے ہوتی تھی جس کی اساس
ایمان تھا کہ یہ جنگ وہ جہاد ہے جس کے ذمہ داروں کے لیے اللہ نے دارِ آخرت
میں اعلیٰ درجات تیار کیے ہیں اور خصوصًا ان لوگوں کے لیے جو یہ جہاد کرتے ہوئے
فوت ہو جائیں گے اور قرآن کریم نے ان لوگوں کے متعلق تاکید کی ہے کہ وہ مسلمانوں
کے تمام مردوں سے فضیلت رکھتے ہیں اور وہ اپنی موت کے بعد زندہ ہو جاتے
ہیں اور ان کی ارواح اللہ کے ہاں جنت کے اعلیٰ درجات سے لطف اندوز ہوتی
ہیں۔

ولا تحسبن الذین .... الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

(ترجمہ) جو لوگ راہِ خدا میں مارے گئے ہیں انہیں مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں رزق دیا جاتا ہے اور اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو دیا ہے اس سے وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے سے انہیں نہیں ملے ان سے بھی وہ خوش ہیں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اس عقیدہ کی رُو سے (جہاد کا عقیدہ اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے) ان میں سے قدرت رکھنے والے لوگ جن ہتھیاروں اور گزران کے سامان اور میدان ہائے کارزار کی طرف وسائل نقل وحمل کی ضرورت ہوتی ہے، ان سے اپنے آپ کو تیار کرنے کا فرض سنبھال لیتے ہیں اور وہ جہاد کی ان ضروریات کے لیے حکومت سے کوئی مطالبہ نہیں کرتے۔ حکومت سے ان ضروریات کا مطالبہ وہ مجاہدین کرتے ہیں جو نادار ہوتے ہیں اور انہیں کوئی قدرت حاصل نہیں ہوتی اور حکومت ان لوگوں کی اسلحی، معاشی اور وسائل نقل وحمل کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی پوری کوشش صرف کرتی ہے۔

اور عام لام بندی کے اعلان کے وقت تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج کے ساتھ رومیوں کے مقابلہ کے لیے شمال کی طرف مارچ کریں ان لوگوں کی تعداد بہت تھی اور بیت المال میں ان فقراء کی جنگی ضروریات جیسے ہتھیاروں اور وسائل گزران و نقل وحمل کو پورا کرنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب ثروت اور خوشحال صحابہ سے اپیل کی کہ وہ ان لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خوشدلی سے عطیات دیں جو جہاد میں رغبت رکھتے ہیں اور ان کے اموالِ خاصہ ان کی ان ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے جو اس پر مشقت اور طویل جنگی سفر میں انہیں پیش آئیں گی جس کی آمد ورفت میں تقریباً پورا ایک ماہ لگے گا۔

اور مال دار اور خوشحال صحابہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اپیل کو سُننے

والے نہ تھے جو غازی کی تیاری کی تکمیل کے لیے عطیات کی ترغیب دینے والی تھی ، حتیٰ کہ انہوں نے اللہ کے ہاں سے ثواب کی امید پر عطیات کے میدان میں ایک دوسرے سے سبقت کی۔

اور ان نیکوکاروں نے اعلیٰ درجہ کی فیاضی سے عطیات دیے اور ــــــ تھوڑے سے وقت میں ــــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معطی حضرات سے بہت سے اموال جمع کرنے کا کام مکمل کر لیا اور آپ نے ان اموال کے ذریعے فوج کی تموین وتجہیز کی تکمیل کی قوت پائی اور وہ یوں کہ آپ نے ان اموال سے ان لوگوں کی گزران اور ہتھیاروں اور وسائل نقل وحمل کو پورا کیا جو اپنے خاص مال سے ان کو پورا کرنے کی مقدرت نہ رکھتے تھے۔

اور اس فوج کی تیاری کے لیے عطیات دینے والے حضرت عثمان بن عفان تھے آپ نے اپنے مالِ خاص سے اس فوج کی تموین وتجہیز کی ذمہ داری لے لی یعنی اکیلے حضرت عثمان نے اپنے خاص حلال مال سے تیاری کے لیے دس ہزار درہم دیے اور حضرت عثمان ایک کامیاب تاجر تھے۔

کیا عظیم ایمان ہے جو اپنے مالک کو ایسا بنا دیتا ہے کہ وہ سخاوت اور بھلائی کی محبت میں اس حد تک چلا جاتا ہے کہ وہ بطیب خاطر ان عظیم اخراجات کو فیاضی کے ساتھ خرچ کرتا ہے (وہ دس ہزار مجاہدین کی اپنے مالِ خاص سے تمام ضروریات کے ساتھ تموین وتجہیز کرتا ہے ؟)

یہ قربانی ہے جس کے بعد کوئی قربانی نہیں ، اور سخاوت ہے ــــــ جس پر ام بھارنے والا ایمان ہے ــــــ جس کے بعد کوئی سخاوت نہیں اس عظیم سخاوت نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت کر دی کہ آپ حضرت عثمان کو بشارت دیتے ہوئے کہیں کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا ہے آپ نے فرمایا (عثمان نے اس کے بعد جو کام کیا وہ اسے نقصان نہیں دے گا)

اصحابِ سیرو مغازی میں سے ہر ایک نے اپنی سند وروایت کے ساتھ ان حالیین

عطیات کا بیان کیا ہے جو اس غزوہ (غزوہ العسرۃ) میں صحابہ نے فوج کے اخراجات برداشت کرنے کے لیے دیے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد وقتال کی ترغیب دی اور اس کی رغبت دلائی اور انہیں خیرات کرنے کا حکم دیا سو وہ بہت سے صدقات اٹھا لائے، سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اپنا صدقہ اٹھایا اور اپنے مال سے چار ہزار درہم لائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ نے کوئی چیز باقی رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں اور حضرت عمر بن الخطابؓ اپنا نصف مال لائے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کیا آپ نے کوئی چیز باقی رکھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں، میں نصف مال لایا ہوں۔

اور حضرت ابوبکرؓ جو کچھ لائے تھے اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے کہا، ہم نے جس بھلائی کے کام کی طرف بھی سبقت کی ہے ابوبکر مجھ سے اس کی طرف سبقت کر گئے ہیں اور حضرت عباس اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال اٹھا کر لائے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی آپ کے پاس لائے جو دو سو اوقیے تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ بھی مال لائے اور حضرت عاصم بن عدیؓ[1] نے نوے وسق کھجوریں عطیہ کے طور پر دیں اور حضرت عثمانؓ نے اس فوج کی تہائی کو تیار کیا اور آپ ان سب سے زیادہ خرچ کرنے والے تھے حتیٰ کہ آپ نے اس فوج کو اخراجات سے بے نیاز کر دیا، حتیٰ کہ کہا جانے لگا کہ ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی حتیٰ کہ آپ نے ان کو ان کے مشکیزوں کے منہ پر باندھنے والے دھاگوں سے بھی انہیں بے نیاز کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ اس روز، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان نے اس کے بعد جو کام کیا وہ اسے نقصان نہیں دے گا[2]

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۹۹۱

اور مالداروں نے بھلائی اور نیکی کے کام میں رغبت کی اور اسے ثواب کا کام سمجھا اور
ـے سوا ان میں جو کمزور لوگ تھے ان کو قوت دی حتیٰ کہ ایک شخص، ایک یا دو شخصوں کے
ـونٹ لے کر آتا اور کہتا یہ اُونٹ تم دونوں کے لیے ہے تم باری باری اس پر سوار
ـا تا اور ایک شخص خرچہ لے کر آتا اور اُسے جنگ پر جانے والے کسی شخص کو
ـے دیتا[1]

ـج کو عطیات دینے میں عورتوں کی شمولیت

اور عورتوں نے بھی
ـوج کی تیاری کی
ـں کے لیے عطیات دینے میں مردوں کے مقابلہ میں کوتاہی نہیں کی، ہر عورت نے
ـاقت کے مطابق عطیہ دیا اور جس کے پاس دراہم و دنانیر نہ تھے اس نے اپنی
ـت کے زیورات عطیۃً دے دیے۔ واقدی نے بیان کیا ہے کہ عورتوں نے
ـیز پر قدرت پائی اس سے مدد کی۔ حضرت ام سنان اسلمیہ نے بیان کیا ہے کہ
ـنے حضرت عائشہ رضہ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ایک کپڑا
ـا ہوا دیکھا جس میں ہاتھی دانت وغیرہ کے کنگن، بازو بند، پازیبیں، بالیاں
ـا انگوٹھیاں پڑی ہوئی تھیں جنہیں عورتوں نے مسلمانوں کی تیاری کے سلسلہ میں
ـا اور لوگ شدید تنگی میں تھے[2]

ـریبی عناصر کا مدینہ میں متحرک ہونا

بلاشبہ جن حالات میں رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عظیم
ـج کو رومیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے شمال کی طرف مارچ کرنے کے لیے جمع
ـوہ بہت سے پہلوؤں سے مسلمان غازیوں کی نسبت سے مشکل حالات تھے اور
ـسلمان، شدید عسرت میں تھے حتیٰ کہ امام بخاریؒ نے اس غزوہ تبوک کو غزوۃ العسر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۳

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۲

کا نام دیا ہے[1]

اور عام تنگی اور شدید عسرت کے علاوہ جو مسلمانوں کے شامل حال تھی وہ وقت سخت گرمی کا تھا اور کھجوروں کے پھل پک چکے تھے اور ان حالات میں دل طبعًا اپنے چھتوں پر کھجور کے درختوں کے درمیان سایوں سے متمتع ہونے کی طرف مائل تھے اور اصحاب سیر کے بیان کے مطابق لوگ —— ان حالات میں —— اپنے گھروں میں قیام کرنا پسند کرتے تھے اور اس وقت جانا پسند نہ کرتے تھے اور تنگی ان کے گریبانوں کو پکڑے ہوئے تھی۔

لیکن مالداروں اور خوشحال صحابہ نے اپنے فیاضانہ عطیات سے اس مادی تنگی کو کم کیا لیکن شعلہ زن گرمی کی شدت نے، اور مدینہ سے پھلوں کے پکنے کے وقت نکلنے نے، جب کہ بہت سے لوگ انہیں توڑنا چاہتے تھے اور کھجور کے درختوں اور ٹہنیوں کے سائے میں ان سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے، لوگوں کی یہ کیفیت کر دی کہ وہ چاہتے تھے کہ کاش وہ اس موسم میں مدینہ کو نہ چھوڑتے لیکن یہ ایک حکم تھا سالار رسول کی طرف سے فوجی حکم تھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نافذ ہو جائے تو کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی مخالفت کرے خواہ اس کا دل اس کی طرف میلان نہ بھی رکھتا ہو۔

اور منافقین کے تخریبی عناصر نے، تخریب کاری اور جھوٹی خبروں کے پھیلانے اور فوج کی صفوں میں عزائم کو کمزور کرنے کے لیے افواہیں اڑانے کے لیے فضا کو سازگار پایا، اسلام کی طرف منسوب ہونے والے اور مسلمانوں میں شمار ہونے والے ان منافق عناصر کو مسلمانوں کی حربی قوت دیکھ کر دکھ ہوا، جب سے آفتاب اسلام طلوع ہوا تھا مسلمانوں کو ایسی قوت حاصل نہ تھی ان خبیث عناصر نے جو باطنیوں کا فقتہ کالم تھے جن کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں منافقین رکھا ہے اسلامی

---

[1] بخاری جلد ۶ صدا

کی صفوں میں تخریبی کاروائیاں کرنے کی کوشش کی جس کا اکٹھ مکمل ہو چکا تھا اور یہ کوشش
خبریں پھیلانے ، ہمتوں کو کمزور کرنے ، اختلاف پیدا کرنے اور مسلمانوں کی مختلف
ں کے درمیان تشویش و اضطراب پیدا کرنے کے ذریعے ہوئی تاکہ رسول کریم صلی اللہ
وسلم مطلوبہ فوج جمع کرنے سے عاجز آجائیں اور جنگ ناکام ہو جائے۔
مگر ان منافقین کا نفتہ کالم اپنی مردانہ وار کوششوں کے باوجود بری طرح ناکام ہوا
منین صادقین نے ان سے بیگانگی کا اظہار کیا اور ان کی جبشیانہ کوششوں کا مذاق
اور بلا تردد داعی جہاد کی بات کو قبول کیا خواہ وہ شہر کے رہنے والے تھے یا
ت کے ، پس اس پُر غوغا فوج کا اکٹھ مکمل ہو گیا جو تیس ہزار تک پہنچ گئی۔
اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی منافقین کی گھناؤنی کاروائیوں کو سمجھ گئے
پ نے ان کا خاتمہ کر دیا اور ان کے خفیہ تخریبی اڈوں کی ٹوہ لگا کر ان کو ظاہر کر
ور ان اڈوں کو تباہ کر دیا جن میں یہ خبیث باطنی مسلمانوں کی وحدت کے خلاف
سازشوں کے جال بُنتے تھے ، جیسا کہ قرآن کریم ان منافقین کے عیوب بیان
تے ہوئے نازل ہوا اور اس نے انہیں رسوا کیا اور مومنین صادقین ثابت
رہے اور طے شدہ منصوبے کے مطابق اس پوری فوج نے مدینہ سے مارچ
حتیٰ کہ اس نے اکمل طور پر اپنے مشن اور مقاصد کو پورا کیا باوجودیکہ ففتھ کالم
منافقین ، کی جماعتیں اس میں گھس گئی تھیں اور اگرچہ یہ منافقین بعض یونٹوں
کو سرکشی پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور وہ فوج میں شامل ہونے کے
بعد اس سے باہر نکل آئیں لیکن ان یونٹوں کا نکلنا مسلمانوں کے مفاد میں ہو گیا
کیونکہ یہ برے عناصر باطن میں اسلام دشمن تھے اور بظاہر مسلمانوں کی طرف
منسوب تھے۔

اور اگر یہ برے اور خبیث عناصر (اپنی کثرت کے باوجود) تبوک سے واپسی
ت اسلامی فوج کے اندر رہتے تو اس مومن فوج کے اندر تخریب کاری اور فتنہ بازی
باعث ہوتے اور اسے شر و فساد میں بڑھا دیتے جیسا کہ قرآن کریم نے اس کی

طرف اشارہ کیا ہے:

لو خرجوا فیکم .... واللہ علیم بالظالمین۔[1]

(ترجمہ) اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھا دیتے اور فتنہ کی غرض سے تمہارے درمیان گھوڑے دوڑاتے اور تم میں ان کی بات ماننے والے بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو جاننے والا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے جمع کرنے اور اس کی تیاری میں کامیاب ہو جانے کے بعد ایک فوجی سالار کی طرح اس کی سلامتی کے خواہش‌مند تھے اور آپ منافقین کی دسیسہ کاریوں اور فوج پر ان کی مسلسل کوششوں کے اثرات سے پوری طرح محتاط تھے پس فوج کے اجتماع وتیاری کی تکمیل کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے اس کے ساتھ نکلنے میں جلدی کی اس طرح آپ نے فوج کو منافقین سے پاک کر لینے کے بعد ان کے فتنہ کا عناصر سے الگ کر لیا، واقدی نے بیان کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جلدی کرانے لگے اور آپ اپنی فوج ثنیۃ الوداع میں (مدینہ سے باہر) لے گئے اور لوگ بہت زیادہ تھے جنہیں کوئی تحریر اکٹھا نہیں کر سکتی۔

منافقین کے تصرفات کے نمونے

منافقین —— جب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تھے مسلمانوں سے پوشیدہ طور پر عداوت رکھتے تھے اور اپنے مختلف خفیہ باطنی وسائل سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پریشانیوں کا سبب بنتے وہ مسلمانوں سے اعلانیہ دشمنی نہ کرتے تھے بلکہ بظاہر وہ مسلمانوں کی طرح نماز حج وغیرہ کے ظاہری شعار ان کے ساتھ ادا کرتے تھے لیکن باطن میں موقع

---

[1] توبہ، آیت ۴۷

خفیہ طور پر مسلمانوں کے متعلق سازشیں کرتے تھے۔

چونکہ یہ منافقین اسلامی مجبت کے حامل تھے اور ـــــ بظاہر حلقہ بگوش اسلام ہونے کی وجہ سے ـــــ اُمت اسلامیہ کے جزو خیال کیے جاتے تھے اس لیے اسلامی قانون نے جس کے ذریعے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فیصلے کرتے تھے، ان قرائن واشارات کے باوجود جو ـــــ ان کے تصرفات کے درمیان سے ـــــ ان کے خبث نیت اور پوشیدہ بغض اور اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ان کی سازشوں کی طرف اشارہ کرتے تھے، انہیں کسی سزا کے دباؤ کے تحت نہیں رکھا کیونکہ اسلامی قانون صرف اس جرم کے خلاف سزا کا فیصلہ صادر کرتا ہے جو اعلانیہ اور ثابت شدہ ہو اور اس پہ گواہ موجود ہوں اس قانون کی اساس پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین سے سلوک کرتے تھے اور ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی ثابت نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف اس بات سے استناد کرتے ہوئے سزا کا فیصلہ دیا ہو کہ وہ دل میں مسلمانوں سے بغض رکھتا ہے اور ان کے متعلق سازشیں کرتا ہے اور انہیں نقصان پہنچانے کی بڑی رغبت رکھتا ہے۔

یہ منافقین اس اسلامی قانون کے سائے میں ـــــ مسلمانوں سے پوشیدہ عداوت رکھنے کے باوجود ـــــ مسلم شہری کے حقوق سے متمتع ہوتے رہے اور اس حق سے بہرہ اندوز ہونے کو انہوں نے پردہ بنا لیا جس کے پیچھے وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے لگے اور خفیہ طور پہ مسلمانوں کی ہستی پہ تسلط پانے کے لیے مقدور بھر کام کرنے لگے اور انہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا جو موقع بھی ملتا (کسی بھی سطح پہ) وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے تاکہ وہ مسلمانوں کو ضرر پہنچائیں لیکن خبث و احتیاط کی وجہ سے وہ قانون کی زد میں نہ آتے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ـــــ اپنے معروف صبر و درگذر

اور نرمی سے —— ہمیشہ ان منافقین کے تصرفات سے بیگانگی کا اظہار کرتے حتیٰ کہ ——
بعض اوقات —— یہ تصرفات مسلمانوں کو واضح نقصان پہنچانے کی حد تک پہنچ گئے،
جیساکہ غزوہ اُحد میں ہوا جب تین سو منافقین نے عبداللہ بن ابی کی قیادت میں تمرد
اختیار کیا حالانکہ وہ اس نبوی فوج میں شامل تھے جو قریش کے مقابلہ کے لیے اُحد کی
طرف جانے والی تھی پس عبداللہ بن ابی ان منافقین کے ساتھ مسلمانوں کے عزائم
کو کمزور کرنے اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے اور ان مشرکین کے مورال کو تقویت
دینے کے ارادے سے جو دیکھ رہے تھے کہ ان منافقین کے تمرد سے کیا رونما ہوتا
ہے۔ اُحد اور مدینہ کے راستہ کے درمیان سے واپس آگیا، اس کے باوجود رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان منافقین کے خلاف کوئی تادیبی کاروائی نہیں کی ——
حالانکہ اس وقت آپ کے بعض اصحاب نے تجویز پیش کی تھی کہ قریش سے مڈبھیڑ
کرنے سے قبل ان منافق تخریبی عناصر سے فوج کو پاک کرلیا جائے۔[1]

اور اس قسم کے بخیے لگانے والے مواقف قبل ازیں عناصر نفاق نے بار بار اختیار
کیے جیساکہ ان کے سردار نے غزوہ بنی المصطلق میں فتنہ کو بھڑکانے کا کام کیا اور
ام المومنین طاہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق جھوٹی اور بڑی افواہ
اڑائی جس کے بعد اس منافق کے نیک بیٹے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی نے آپ سے
اپنے باپ کے قتل کے متعلق اجازت طلب کی اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فیصلہ کر دیتے (تو اس کا قتل ضرور ہوتا) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان مشکلات اور پریشانیوں کا جنہیں عبداللہ بن ابی نے پیدا کیا تھا کامل حکمت کے
ساتھ علاج کیا اور رئیس المنافقین کے قتل کی اجازت نہ دی بلکہ اُسے اس کی حالت
پر چھوڑ دیا حتیٰ کہ اس کے خاندان کے لوگوں نے اس کی خبیث حقیقت کو ظاہر
کر دیا اور وہ اس سے نفرت کرنے لگے اور اس کا اثر و رسوخ کمزور ہونے لگا

---

[1] منافقین کے اس تمرد کی تفاصیل ہماری دوسری کتاب غزوۂ اُحد میں دیکھیے۔

حتیٰ کہ بالآخر ختم ہوگیا اور مسلمانوں نے اس کی موت سے سکون حاصل کیا[1] اور یہ جزیرہ عرب کی تمام دُور دراز اطراف پر اسلام کے مکمل تسلط کی تکمیل کے بعد ہوا۔

غزوۂ تبوک میں ابن ابی اور الجد بن قیس کا موقف

مدینہ میں رئیس المنافقین کے اثر و رسوخ کے آہستہ آہستہ کم ہو جانے کے باوجود ان کا کچھ اثر وہاں کے جرأت مند عناصر میں قائم رہا۔ عبداللہ بن ابی اور الجد بن قیس دونوں منافقین کے سردار تھے اور اس وقت تک بقید حیات رہے جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے فوج کے ساتھ شمالی حدود کی طرف مارچ کرنے کا عزم کیا۔

ان دونوں منافق سرداروں نے تنگدل کرنے والی افواہوں کی اشاعت سے مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور ان افواہوں کا مقصد اس اسلامی فوج کی صفوں میں انارکی اور پریشانی پیدا کرنا تھا جس کے متعلق طے ہو چکا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں مدینہ سے تبوک کی طرف مارچ کرے۔

الجد بن قیس کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بظاہر) مسلمانوں کے ایک سردار کی طرح کہا کہ شاید وہ اپنی نیت کو صاف کرے اور ——— اخلاص کے ساتھ تاریخی فوجی دستہ میں شامل ہو جائے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خراب دلوں کی اصلاح سے مایوس نہیں ہوتے تھے اور آپ محبت و رحمت اور اصلاح کے رسول تھے اس لیے آپ نے (بلند نبوی ادب کے ساتھ) اس الجد بن قیس سے کہا، کیا آپ اس سال ہمارے ساتھ جا سکیں گے اور آپ نے ایسی زبان میں بات کی جس میں کچھ خوش طبعی بھی تھی آپ نے اُسے کہا، شاید تو رومیوں کی بیٹیوں

---

[1] اس فتنہ کی تفاصیل ہماری تیسری کتاب غزوہ احزاب میں دیکھیئے۔

کو جمع کرے ؟ اور اسلام دشمنوں کی عورتوں کو قیدی بنائے اور انہیں لونڈی بنانے کی اجازت دیتا ہے اور یہ متقابل کی ایک حربی کارروائی ہے جس سے کوئی چارا نہیں[1] اس لیے کہ جب دشمن مسلمانوں کی عورتوں کو قیدی بناتے ہیں تو انہیں لونڈیاں بنا لیتے ہیں۔ الجد بن قیس نے منافقانہ، خبثیانہ اور فریب کارانہ زبان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اور مجھے فتنے میں نہیں ڈالیں گے ؟ قسم بخدا میری قوم کو معلوم ہے کہ مجھ سے بڑھ کر عورتوں کو پسند کرنے والا کوئی نہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں ان کے بارے میں صبر نہیں کر سکوں گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبیث جواب کو بُرا محسوس کیا اگر آپ نے ——— چونکہ آپ بلند ادب پر قائم تھے ——— اس جواب کی بُرائی کو بیان نہ کیا جو خبث و نفاق کے بہت سے معانی کا حامل تھا، آپ نے اس کی قباحت کو زیادہ سے زیادہ آشنا ہی بیان کیا کہ آپ نے الجد بن قیس سے اعراض کیا اور اس منافق سے اس حد تک بُردباری سے کام لیا کہ اسے فوج سے پیچھے رہنے کی اجازت دے دی اور فرمایا ——— میں نے تجھے اجازت دے دی ہے[2]

اور عقیدہ کے نقطہ ہائے انفعال میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ اس منافق الجد بن قیس کا ایک صالح بیٹا زبردست مومن تھا اور وہ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ شامل ہوا تھا اور وہ حضرت معاذ بن جبل کا ماں جایا بھائی تھا جس کا نام عبداللہ تھا[3] اس صحیح العقیدہ اور صالح مومن نوجوان کو جب اپنے باپ کی گفتگو کی اطلاع

---

[1] جنگی قیدی عورتوں کے بارے میں اسلام کے موقف کی تفصیل ہماری چوتھی کتاب غزوہ بنی قریظہ میں دیکھیے اس میں دشمنانِ اسلام کے تمام شبہات کے بطلان کا سامان موجود ہے۔ [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۹۹۲

[3] عبداللہ بن الجد بن قیس، اسد الغابہ میں ہے کہ آپ بنی سلمہ کے انصار میں سے تھے اور بدر و اُحد میں شامل ہوئے تھے۔

ملی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مضطرب کرنے والی تھی تو وہ اس کے پاس اسے نصیحت کرنے گیا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو بڑی بات کہی ہے اس سے اللہ کے حضور توبہ کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں شامل ہو کر جہاں آپ جانا چاہتے ہیں چلا جائے، خصوصاً اس لیے کہ وہ مدینہ کے مالداروں میں سے ایک مالدار اور خزرج کے محبوب سرداروں میں سے ایک سردار ہے اور ان میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ وہ (اخلاص کے ساتھ) جنگ کرنے والی نبوی فوج کے ہراول میں ہو۔

اس مومن طیب نوجوان عبداللہ نے اپنے باطنی منافق باپ الجد بن قیس سے ناواقفیت کے انداز میں دریافت کرتے ہوئے ــــــ کہا، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا بنی سلمہ میں آپ سے بڑا مالدار کوئی نہیں اور نہ آپ خود جاتے ہیں اور نہ کسی کو ــــــ (یعنی آپ کسی محتاج مجاہد کی مدد نہیں کرتے) گھوڑا اور اونٹ دیتے ہیں کہ وہ اس پر سوار ہو کر اس غزوہ میں شامل ہو، الجد منافق نے اپنے راستباز مومن بیٹے سے کہا ــــ اے میرے بیٹے ہوا، گرمی اور تنگی میں مجھے رومیوں کی طرف جانے کی کیا ضرورت پڑی ہے؟

پھر وہ بری خبروں کی زبان میں باتیں کرنے لگا اور رومیوں کی قوت سے ڈرانے لگا کہ شاید وہ اپنے مومن بیٹے کے مورال پر اثر انداز ہو جائے مگر اس کی خبیث باتوں کو سننے والا اور ڈر کر اس کی مانند عورتوں کے پاس بیٹھنے والا کون تھا اس نے ــــــ اپنے بیٹے سے گفتگو کرتے ہوئے ــــــ کہا ــــ خدا کی قسم میں رومیوں سے مطمئن نہیں ہوں حالانکہ میں دیرانے میں اپنے گھر میں موجود ہوں میں ان کے پاس جا کر ان سے جنگ کروں اے میرے بیٹے قسم بخدا میں مصیبتوں کو جانتا ہوں۔

اس راست باز مومن نوجوان کے دل میں خدا اور اس کے رسول کے لیے ناراضگی کے عوامل کام کرنے لگے اور اس نے عقیدہ کے اعتبار سے اُوپر رکھا اور اس نے ــــــ اپنے عقیدے کی مدد میں ــــــ ابوت کے جذبے کو روند دیا اور اس نے

اپنے باپ کو ہی مخاطب کیا جیسے خبیث منحرفین صالحین سے خطاب کیا جاتا ہے اس نے وضاحت سے اُسے کہا کہ وہ منافق ہے اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے کے باعث رومیوں کا خوف نہیں ہے جیسا کہ اس کا خیال ہے بلکہ اُسے اسلام کے خلاف سازشیں کرنے اور مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے میں دلچسپی ہے اس نے اُسے کہا، یہ نفاق ہے، خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیرے بارے میں قرآن نازل ہوگا اور وہ اُسے پڑھیں گے پس عظیم منافق اپنے بیٹے کی بات سے ناراض ہوگیا پھر اس نے اس کے چہرے پر جوتا مارا اور اس کا بیٹا اس سے حسن سلوک کرنے والا تھا، سو راستباز مومن بیٹے نے صبر کیا اور اپنے باپ کی مجلس سے واپس آگیا اور اس سے کوئی بات نہ کی[1]

اور عظیم منافق کفر وعناد میں بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مسلسل بُری افواہیں اڑانے اور اللہ کے دین کے بارے میں لوگوں کو شک میں ڈالنے لگا اور انہیں اپنے طویل اور پُر مشقت غزوہ میں عنقریب شدید گرمی سے جو صعوبتیں پہنچی تھیں انہیں بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگا اور یہ سب کچھ شرطیہ اسرار دنی اور مسلمانوں پر اثر ڈالنے کی خبیث رغبت کے باعث تھا کہ شاید وہ اس کی بُری افواہوں سے متاثر ہوکر، جہاد میں مشارکت کرنے سے پہلو تہی کریں اور جیش نبوی پراگندگی اور کمزوری کا شکار ہو جائے جس نے تبوک کی طرف مارچ کرنے کی تیاری میں اپنی تجہیز وتحشید کو مکمل کرنا شروع کر دیا تھا۔

اصحاب سیر وحدیث نے بیان کیا ہے کہ اس الجد بن قیس منافق نے اپنی قوم بنی سلمہ سے اپیل کی اور ان کا پیشرو جبّار بن صخر[2] تھا اور اس اپیل میں اس نے انہیں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۳ [2] جبار بن صخر بن اُمیہ بن خنساء بن سنان انصاری ثم خزرجی، آپ اسلام کے سابقون الاولون میں سے تھے، بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور بدر و اُحد اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے کی ترغیب دی کیونکہ موسم شدید گرمی کا تھا اس نے جبار بن صخر اور بنی سلمہ کی ایک جماعت سے کہا اے بنی سلمہ، گرمی میں نہ چلو،

واقدی نے بیان کیا ہے کہ وہ جہاد سے بے رغبتی کرتے ہوئے اور حق میں شک کرتے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بڑی افواہیں اڑاتے ہوئے کہنے لگا گرمی میں باہر نہ نکلو۔

لیکن خبیث اپنی مساعی میں ناکام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن نازل کیا جس میں اس نے اُسے رسوا کیا ——— جیسا کہ اس کے مومن بیٹے نے اُمید کی تھی ——— اللہ تعالیٰ نے اس عظیم منافق اور اس کے امثال کی پوزیشن کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

فرح المخلفون .... ولیبکوا کثیراً بما کانوا یکسبون[1]۔

(ترجمہ) پیچھے چھوڑے گئے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنے پیچھے بیٹھ رہنے سے خوش ہوگئے اور کہنے لگے گرمی میں باہر نہ نکلو..... کہہ دیجیے جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کاش وہ سمجھتے پس چاہیے کہ وہ تھوڑا ہنسیں اور زیادہ روئیں اس چیز کے بدلے میں جو وہ کماتے ہیں۔

اور الجد بن قیس منافق نے جو بات دختران روم کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی اس میں ہے کہ

"کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اور مجھے فتنہ میں نہیں ڈالیں گے؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا جس میں تاکید کی کہ یہ منافق اور اس کے امثال بہت بڑے فتنہ میں پڑنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ومنھم من یقول .... وان جہنم لمحیطۃ بالکافرین[2]

---

[1] سورہ توبہ آیت ۸۱-۸۲

[2] سورہ توبہ آیت ۵۰

(ترجمہ) اور ان میں سے ایک کہتا ہے مجھے اجازت دیجیے اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالیے، آگاہ رہو وہ فتنہ میں گر پڑے ہیں اور یقیناً جہنم کافروں کا گھیراؤ کرنے والی ہے۔

اور جب یہ آیت کریمہ الجد بن قیس اور اس کے امثال کی نفیصت کرتے ہوئے اور ان کے نفاق کو شہرت دیتے ہوئے نازل ہوئی تو اس کا بیٹا عبداللہ اس کے پاس گیا اور اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر بڑا موقف اختیار کرنے کی وجہ سے دوبارہ ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا، کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ بلاشبہ تیرے بارے میں قرآن نازل ہوگا اور مسلمان اُسے پڑھیں گے؟

لیکن منافق باپ اپنی گمراہی پر مصر رہا اور اس کے خبیث دل میں نفاق بڑھ گیا اور اس نے اپنے مومن بیٹے پہ اس کے دوبارہ نفیصت کرنے کی وجہ سے شدید غضب کا اظہار کیا اور اس نے اعلان کیا کہ وہ اس سے عنقریب سب تعلقات قطع کر لے گا اس نے اُسے کہا اے کمینے خاموش رہ خدا کی قسم میں کبھی تجھے نفع مند چیز سے فائدہ نہیں پہنچاؤں گا، قسم بخدا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی زیادہ سخت ہے [1]

عبداللہ بن ابی کا تخریبی کردار

اب رہا خزرج کے سردار اور رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا کردار تو اس نے اس فوج کی صفوں کے اندر جس کے متعلق طے پا چکا تھا کہ وہ رومیوں کے مقابلہ کے لیے مدینہ سے تبوک کی طرف مارچ کرے گی۔ بری افواہیں اڑانے اور تخریب کاری کرنے کی کوششیں میں سب سے بڑا کردار ادا کیا۔

دوسرے عظیم منافق الجد بن قیس کا کردار، رومی فوج کے اجتماع اور ان کی قوت و شوکت سے خوفزدہ کر کے مسلمانوں کے عزائم کو کمزور کرنے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۳

اور ردکنے اور اپنی قوم سے یہ اپیل کرنے پر منحصر تھا کہ وہ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جلیں کیونکہ گرمی شدید ہے مگر عبداللہ بن ابی کا کردار، تخریب کاری اور اختلافات پیدا کرنے کے میدان میں بڑا خطرناک اور عظیم تھا۔

اس لیے کہ عبداللہ بن ابی نے پریشانی پیدا کرنے اور ردکنے والی کارروائیاں کرنے اور زبانی توہین پر ہی اکتفاء نہ کی بلکہ اس نے جیش نبوی کی تجہیز تحشید کی تکمیل کے بعد اس کے اندر تمرد کی کارروائی کی کمان کی۔

پس عبداللہ بن ابی اور اس کے باطنیوں کا گروہ —— بظاہر اسلامی محبت کے علمبردار ہونے کے اعتبار سے —— اس وقت بہت بڑی تعداد میں جیش نبوی میں شامل ہوگیا جب آپ نے عام لام بندی کا اعلان کیا اور یہ بات اس فوج کی مدد و تقویت کے لیے نہ تھی بلکہ اس کی صفوں کے اندر پراگندگی، پریشانی اور گڑبڑ پیدا کرنے کے ارادے سے تھی اور یہ کہ جب فوج اپنے ہدف کی طرف مارچ کرے تو وہ اس فوج سے الگ ہو جائیں اور مدینہ کی طرف واپس چلے جائیں۔

اور عبداللہ بن ابی نے شمال کی طرف مارچ کرنے والی فوج کی نسبت (مکمل طور پر) اس تخریبی کردار کا نمونہ بھی دکھایا جو معرکہ اُحد کے روز اس نے اپنی جماعت کے ساتھ مشرکین قریش سے جنگ کرنے کے لیے اُحد کی طرف مارچ کرنے والی فوج کے ساتھ کیا یعنی وہ نصف راستے سے اپنے دستے کے ساتھ مدینہ واپس آگیا اور وہ تقریباً تہائی فوج کی نمائندگی کرتے تھے، اس امر کا مومنین کے دلوں پر بہت بڑا اثر پڑا بلکہ قریب تھا کہ یہ امر جیش نبوی میں دوسرے خطرناک اور عظیم تمرد تک پہنچا دیتا، اور قریب تھا کہ انصار کے دو قبیلے عبداللہ بن ابی اور اس کے نفقہ کالم کے پہلو بہ پہلو چلتے اور اگر اللہ ان دو قبیلوں کو ثابت قدم نہ رکھتا تو یہ مدینہ واپس آجاتے اور قریش کے ساتھ جنگ کرنے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

اشتراک کرنا چھوڑ دیتے پس وہ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہے اور معرکہ اُحد کے اختتام تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے میں مسلسل مصروف رہے[1]

اور غزوۂ تبوک میں عبداللہ بن ابی اپنے منافق اصحاب کی بہت بڑی فوج کے ساتھ نکلا کہ وہ بھی جیش نبوی کا ایک جزو ہے مگر جب جیش نبوی نے ثنیۃ الوداع سے جہاں وہ پڑاؤ کیے ہوئے تھا مارچ کا آغاز کیا یہ رئیس المنافقین تمرد کے طور پر کھڑا ہو گیا اور ان سپاہیوں کے بہت بڑے مجموعے کے ساتھ مدینہ واپس آگیا جو جیش نبوی میں منسلک تھے اور جو لوگ رئیس المنافقین کے ساتھ واپس لوٹے وہ بھی (یقیناً) اسی طرح کے منافق تھے۔

اور رئیس المنافقین کے اس تصرف کا واضح مقصد ایک یونٹ کو دوسری یونٹ جیسا کام کرنے کی ترغیب دے کر جیش نبوی کی وحدت کو پارا پارا کرنے کی کوشش کرنا تھا اور جب عبداللہ بن ابی نے اپنے دستے کے ساتھ تمرد اختیار کیا تو اس نے کچھ باتیں کہیں جن میں ان لوگوں کے لیے تخویف تھی جو فوج میں سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ثابت قدم رہے تھے اور فوج کی دوسری یونٹوں کو تمرد اختیار کر کے مدینہ واپس جانے کی ترغیب اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کام کو چھوڑنے کی باتیں بھی تھیں لیکن عظیم منافق کی کوششیں ناکام ہوئیں اور اس کے خاص دستے کے سوا فوج سے نکل کر مدینہ واپس جانے میں کسی نے اس کا اتباع نہ کیا اور اس دستے کے سب افراد اسی کی مانند منافق تھے اور جیش نبوی نہایت قوت وعظمت کے ساتھ متماسک رہا اور وہ یوں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمان میں تیس ہزار جانباز باقی رہ گئے اور آپ نے ان کے ساتھ شمال کی طرف مارچ کیا اور جن مقاصد کے پیش نظر آپ نے ان کے ساتھ مارچ کیا تھا ان کو پورا کیا اور عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق گروہ کو ناکامی اور خسارے کے سوا کچھ نہ ملا۔

اگرچہ عبداللہ بن ابی اپنی فرمانبردار یونٹ کے ساتھ اس فوج کی وحدت کو نقصان

---

[1] عبداللہ بن ابی اور اس کی منافق قوم کے تمرد کی تفاصیل ہماری دوسری کتاب غزوہ اُحد میں دیکھیے۔

پہنچانے اور مسلمانوں کو سالارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ سے متفرق ہوجانے کی ترغیب دینے کے ارادے سے فوج سے علیحدہ ہوا تھا تاکہ آپؐ اپنے اس تاریخی غزوہ میں ناکام ہوجائیں پھر بھی حکیم اور حلیم رسول نے عبداللہ بن ابی اور اس کے متمرد دستے کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان برے تصرفات کے مقابل جو منافقین مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور رسول عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے کے لیے کرتے تھے، ہمیشہ یہی دستور تھا۔

واقدی، جیش نبوی کے تبوک کی طرف مارچ کرنے کے روز، عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق اتباع کے تسلط کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ——— اور عبداللہ بن ابی اپنی فوج کے ساتھ آیا اور اس نے اسے ذباب[1] کے بالمقابل ثنیۃ الوداع پہ ٹھہرا دیا اور اس کے ساتھ اس کے یہود اور منافق حلیف بھی تھے جو اس کے پاس آگئے تھے اور اسے کہا جاتا تھا کہ ابن ابی کی فوج، دونوں فوجوں سے کم نہیں ہے اور جب تک رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا اس نے بھی قیام کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق کو فوج پہ نائب مقرر کرتے تھے اور آپ لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو ابن ابی پیچھے رہنے والے منافقین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا اور استہزاء کرتے ہوئے کہنے لگا ——— محمد صلی اللہ علیہ وسلم رومیوں کے ساتھ تکلیف دہ حالت، گرمی اور دُور علاقے میں جنگ کرتے ہیں حالانکہ آپ کو اس کی طاقت نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ رومیوں سے جنگ کرنا کھیل ہے؟ اور اس کے ہم رائے لوگوں نے بھی اس کے ساتھ یہی اظہار کیا۔

---

[1] ذباب (ذال کی زیر کے ساتھ) مراصد الاطلاع میں ہے کہ ذباب، مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور روضات الذباب ایک دُوسری جگہ ہے۔

پھر اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کی شکست کی تمنا کرتے ہوئے کہا ——— قسم بخدا مجھے آپ کے اصحاب کل رسیوں میں جکڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں ۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے متعلق یہ بات بڑی خبر کے طور پر اڑائی[1]

بلاشبہ جیش نبوی کے مخلص اور اچھے عناصر عبداللہ بن ابی کے بڑے تصرف سے نالاں ہوئے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے یار و مددگار چھوڑنا پڑا لگا، پس وہ جیش نبوی کے اندر پراگندگی اور پریشانی پیدا کرنے کے ارادے سے اپنی خاص فوجی یونٹ کے ساتھ واپس آ گیا اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ بعض مخلص قائدین نے اس بات میں بھی دلچسپی لی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن ابی اور اس کے متمرد گروہ کے جسمانی صفایا کی اس طرح ذمہ داری لیں کہ ان سے جنگ کریں اور مدینہ چھوڑنے اور رومیوں کے مقابلہ کے لیے مارچ کرنے سے قبل ان کا خاتمہ کر دیں اور اس میں ان مسلح منافقین کی آزمائش متمثل تھی جو ——— مسلح نبوی افواج کو ضرر پہنچانے کا مجنونانہ جذبہ رکھتے تھے ——— اس فوج سے الگ ہو گئے تھے اور ان کا دستہ یہ اعلان کرتا ہوا مدینہ واپس آ گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب شمال کی طرف رومیوں کے مقابلہ کے لیے مارچ کرتے ہیں تو اپنے اصحاب کو آگے کرتے ہیں تاکہ رومی انہیں رسیوں میں جکڑ لیں اس لیے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (رئیس المنافقین کے خیال کے مطابق) رومی افواج کا صحیح اندازہ نہیں لگایا تھا ——— محمد صلی اللہ علیہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ رومیوں سے جنگ کرنا کھیل ہے ؟ قسم بخدا مجھے آپ کے اصحاب کل رسیوں میں جکڑے ہوئے نظر آ رہے ہیں[2]۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۹۹۶

[2] رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی گفتگو کا اقتباس ۔

لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم —— دُور اندیش اور حلیم شخص تھے کہ علم و بردباری میں کوئی شخص آپ کی انتہاء کو نہ پہنچ سکتا تھا اور ایسے تجربہ کار تھے جو عملی اقدام سے قبل نتائج کا اندازہ کر لیتے تھے اور ان سب باتوں سے بڑھ کر آپ اپنے رب کے حکم سے بات کرتے تھے اس نے نہ چاہا کہ آپ عبداللہ بن ابی اور منافق پارٹی کے متعلق کوئی کارروائی کریں جنہوں نے فوج کو بے یار و مددگار چھوڑنے اور مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑا، ایسے وقت میں جسے (موجودہ زمانے کی زبان میں) ایمرجنسی اور استثنائی حالات کا نام دیا جا سکتا ہے، عصری نظاموں —— حتیٰ کہ جمہوری ممالک میں بھی —— اس شخص کو جس کے متعلق ثابت ہو جائے کہ وہ مسلح افواج کو نقصان پہنچانے کے ارادے سے تخریبی کارروائی کر رہا تھا، سخت ترین سزا دی جاتی ہے جو بعض اوقات موت تک پہنچتی ہے اور خصوصاً اس وقت جب وہ دشمن کے مقابلہ کے لیے تیار اور جنگ کے لیے جمع ہونے کی حالت میں ہوں اور عبداللہ بن ابی اور اس کے دستے نے جس کے ساتھ اس نے تمرد کیا اور فوج سے اس کا جزء ہونے کے بعد اس سے الگ ہو گیا اس فوج کو نقصان پہنچانے کے لیے مکمل طور پر یہی کام کیا۔

لیکن رسولِ حکیم نے (جب کہ آپ حد درجے کے خطرے میں تھے) نفاق کی متمرد افواج اور ان کے خبیث لیڈر کی تادیب کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ اس وقت آپ کی زبان سے عبداللہ بن ابی اور اس کی پارٹی کے فعل پر کوئی مذمت کا کلمہ بھی نہیں سُنا گیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اور ان کے تصرفات سے تغافل اختیار کیا اور فوج کو لے کر سیدھے چلے گئے حتیٰ کہ تبوک پہنچ گئے اور اپنے مقاصد کو پورا کیا اور کامیاب و کامران واپس آئے اور رئیس المنافقین اور اس کی پارٹی کے تصرفات آپ پر اثر انداز نہ ہو سکے۔

اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ منافقین کے تصرفات اور ان میں سے فوجیوں کی واپسی اور جیش نبوی میں سپاہی اور سالار کے طور پر ان کی شمولیت کے بعد ان

کے علیٰحدہ ہونے پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت اختیار کرنا عین حکمت تھا اور وہ یوں کہ جیش نبوی سے ان منافقین کا نکلنا، خبیث جراثیم سے اس کے پاک ہونے کے قائم مقام تھا اور اگر وہ اس کی صفوں کے اندر شامل رہتے تو وہ عنقریب اُسے خطرناک نقصانات پہنچاتے اس لیے کہ وہ ہمیشہ ہی اس کے اندر فتنہ، افواہ بازی اور پریشانی پیدا کرنے کا باعث رہے ہیں۔

اور قرآن کریم نے اس حقیقت کو ثابت کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لو خرجوا فیکم .... واللہ علیم بالظالمین[1]

(ترجمہ) اور اگر وہ تم میں شامل ہو کر نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھا دیتے اور تمہارے درمیان فتنے کے ارادے سے گھوڑے دوڑاتے اور تم میں ان کی اطاعت کرنے والے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

اور وہاں کچھ منافقین کے ایسے عناصر بھی تھے جو عبداللہ بن ابی اور الجد بن قیس اور ان کی پارٹیوں سے نفاق کا کم اظہار کرنے والے تھے ——— اور وہ جسمانی اور مادی لحاظ سے ——— جہاد میں شمولیت اختیار کرنے کی قدرت رکھتے تھے، یہ عناصر، مختلف جھوٹے عذرات کے ساتھ معذرت کرتے ہوئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپیل کرتے ہوئے آئے کہ انہیں فوج میں شامل ہونے سے معافی دی جائے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کوئی گفتگو نہیں کی اور ان کے عذر کو قبول کر لیا اور انہیں جنگ میں شامل ہونے پر مجبور نہ کیا یہ منافق عناصر بہت پوشیدہ تھے جن کی تعداد اسّی بیاسی آدمیوں تک پہنچتی تھی[2] اور یہ ان عناصر کے علاوہ تھے جن کے ساتھ عبداللہ بن ابی واپس لوٹ آیا تھا۔

منافقین کے سازشی اڈے کی تباہی

سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے

---

[1] توبہ آیت ۴۷۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۹۹۵

اصحاب پہ منافقین کا وہ پوشیدہ بغض و کینہ مخفی نہ تھا جو وہ مسلمانوں سے رکھتے تھے
ان کو ضرر پہنچانے کی رغبت اور اُمت اسلامیہ کو تباہ کرنے کی اندرونی کوششیں بھی
ان سے پوشیدہ نہ تھیں حالانکہ یہ منافقین اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ وہ مسلمان
ہیں اور مسلمانوں کے مفاد کے حریص ہیں اور ان کے زعماء (جیسے عبداللہ بن ابی اور
الجد بن قیس) ان بہت سی میٹنگوں میں شامل ہوتے تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم اپنے کبار صحابہ کے ساتھ منعقد کرتے تھے، اس لحاظ سے کہ منافقین کے
یہ زعماء بظاہر اُمت اسلامیہ کا جزو تھے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود
اس علم کے کہ یہ منافقین ہیں ان کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے تھے اور ان کے بہت
سے تصرفات سے درگذر کرتے تھے۔ جب تک وہ تصرفات اس حد سے تجاوز نہ کرتے
جو ان کے بیمار دل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے بغض
کے متعلق چھپائے ہوئے تھے اور جب تک اُمت اسلامیہ کے امن و سلامتی کو
عملاً نقصان پہنچانے کے درجہ تک نہ پہنچتے، پس جب منافقین اپنے تصرفات میں
اس درجہ تک پہنچ جاتے تو حکیم اور دانا رسولؐ ان کے خلاف کچھ کاروائیاں کرتے
جو ملتِ اسلامیہ کے امن و سلامتی کی حفاظت کریں۔

اس لیے مسلمانوں کے جاسوس —— جنہیں آج کل نظامِ امن کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے —— ان منافقین کی نگرانی کرتے اور نظام امن کی ان
منافقین کی نگرانی کے نتیجہ میں ان گھناؤنی سرگرمیوں اور خفیہ میٹنگوں کا انکشاف
مکمل ہو گیا جنہیں یہ منافقین فوج کی سلامتی اور امت اسلامیہ کے افق پہ تسلط
پانے کے لیے منعقد کرتے تھے، پس امن کے محافظوں نے مدینہ میں سالار رسولؐ
کے پاس یہ خبر پہنچائی کہ وہاں ایک اڈہ ہے جس میں نفاق کے عناصر خفیہ طور پر ایک
دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور اس میں ان سازشوں کا جال بنتے ہیں جو فوج کی
سلامتی اور اُمت کے امن کے لیے خطرہ ہیں اور حتمی طور پہ یہ اڈہ ایک یہودی کا گھر
ہے جو باوجود مسلمانوں کی پناہ میں ہونے کے اس کا گھر ہونے سے قبل تخریب کا نہ

اور اسلام اور مسلمانوں پر تسلط پانے والے عناصر کی ملاقات کی جگہ تھا اور اس یہودی کا نام سویلم تھا۔

اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس اڈے کی اور اس میں باقیماندہ یہود کی مدد سے منافقین کی سازشوں کی کاروائیوں کی اطلاع ملی تو آپ نے مدینہ میں امن فورسز کو حکم دیا کہ وہ اس سازشی اڈے کو تباہ و برباد کر دیں اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا۔ پس امن فورسز نے سویلم یہودی کے گھر کا محاصرہ کرنے میں سرعت سے کام لیا جس میں ڈکیٹیٹرز اس کے ساتھ ایک گھناؤنی میٹنگ کر رہے تھے پھر اسلامی امن فورسز نے ڈکیٹیٹرز سمیت اس گھر میں آگ لگا دی اور یہ آگ اس اڈے (سویلم یہودی کے گھر) کو ہڑپ کر گئی اور اگر اس میں جمع ہونے والے ڈکیٹیٹرز کھڑکیوں سے چھلانگیں لگا کر موت سے نجات نہ پاتے تو قریب تھا کہ وہ انہیں بھی ہڑپ کر جاتی اور جس امن فورسز نے آتش زنی اور سویلم یہودی کے گھر کی تباہی کی کاروائی کا نفاذ کیا ان کی کمان مشہور صحابی حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے کی۔

ابن ہشام نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ کچھ منافقین سویلم یہودی کے گھر میں جمع ہوتے ہیں اور اس کا گھر جاسوم کے پاس تھا وہ لوگوں کو غزوہ تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہونے سے روکتے تھے پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ بن عبید اللہ کو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان سمیت سویلم کے گھر کو جلا دیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے ایسے ہی کیا اور ضحاک بن خلیفہ نے گھر کی چھت سے حملہ کیا اور ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور آپ کے اصحاب بھی داخل ہو گئے اور وہ بھاگ گئے اور اس بارے میں ضحاک نے کہا ہے ؎

بیت اللہ کی قسم قریب تھا کہ ضحاک اور ابن اُبیرق کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کی آگ ہلاک کر دیتی اور وہ سویلم کے گھر پہ چھا گئی اور میں اپنی ٹوٹی ہوئی
ٹانگ اور کہنی پہ ٹھہر گیا، تم پہ سلامتی ہو میں دوبارہ اس قسم کا کام
نہیں کروں گا اور جس پہ آگ حاوی ہو جائے میں ڈرتا ہوں کہ وہ جلا
دے گی۔

اور ان ڈکٹیٹروں کے ساتھ جو کچھ ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط ان
ڈکٹیٹروں کے اس اڈے کو جلانے پہ اکتفاء کیا جس میں یہ ملاقات کرتے تھے
اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا اور آپ نے ان لوگوں میں سے جو سویلم کے گھر میں
تھے حملہ اور آتش زنی کے وقت کسی کو گرفتار کرنے کا حکم نہیں دیا حتیٰ کہ سویلم یہودی
کے خلاف بھی آپ نے اس کے گھر کے جلانے کے سوا کوئی کارروائی نہیں کی۔

سب سے خطرناک اڈہ

ڈکٹیٹر منافقین کی ملاقات کے مقام سویلم یہودی کے گھر کو اسلامی امن فورسز کے جلا دینے کے
باوجود یہ منافقین (اپنے خفیہ اسالیب سے) حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور آپ کے اصحاب کے خلاف سازشیں کرنے سے باز نہ آئے بلکہ نفاق میں دور
تک چلے گئے اور اسلام اور اس کے شعائر جیسے نماز کا اظہار کرتے رہے اور اس
دوران میں خفیہ طور پر اسلام اور اس کے نبی کے خلاف سازشیں کرتے رہے
اور انہوں نے اپنے مجرمانہ اعمال اور اپنی خبیث سازشوں کے جال کے لیے
جنہیں وہ مختلف اسالیب سے اسلام کے خلاف کوشش و مشقت سے برابر
بُنتے رہے، اس دین کی طرف اپنے انتساب کو پردہ بنائے رکھا۔

اور جب کہ مدینہ میں منافقین کا ایک ہی اڈہ تھا جسے اسلامی امن فورسز
نے دریافت کر لیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کے ساتھ
مدینہ سے مارچ کرنے سے قبل اُسے تباہ کر دیا اور وہ سویلم یہودی کا گھر تھا
بلاشبہ وہاں ایک اس سے بھی بڑا اور خطرناک اڈہ تھا جسے اسلامی امن انتظامیہ
نے مدینہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے ساتھ تبوک سے واپسی کے

بعد دریافت کیا پس آپ نے اس کے جلانے کا حکم دے دیا اور اس کی تباہی کا کام مکمل ہو گیا۔ اور وہ مسجد ضرار ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔

منافقین نے مسجد کی طرز پر ایک اڈہ بنایا تاکہ وہ اسے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے اور سازشوں کے لیے ملاقات کی جگہ بنائیں اور اس میں نگرانی کرنے والے جاسوسوں سے محفوظ رہیں کیونکہ وہ بظاہر مسجد اور خدا کے گھروں میں سے ایک گھر تھا اور یہ منافقین کی ایک کارروائی تھی جو بہت خبیث اور خفیہ تھی اور اس دوسرے اڈے کو آگ سے جلانے کی کارروائی مکمل ہو گئی جیسا کہ سویلم یہودی کے گھر کو جلایا گیا اور یہ تبوک سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے بعد ہوا جیسا کہ اس کی تفصیل اس بحث میں عنقریب بیان ہو گی۔ انشاء اللہ۔

فوج کے اجتماع کی تکمیل اور انتظامی تدابیر

کبار مالدار صحابہ کے فیاضانہ عطیات کے بعد مدینہ میں اسلامی فوج کے اجتماع کی تکمیل ہو گئی اور اُس سے جن ہتھیاروں اور نقل و حمل کے لیے جن اونٹوں اور گھوڑوں کی ضرورت تھی ان کی تیاری بھی مکمل ہو گئی اور عطیات میں قوم کے مختلف گروہوں نے شرکت کی جن میں وہ عورتیں بھی تھیں جو اپنے گہرے ایمان کے باعث ـــــ اپنے خاص زیورات سے فوج کی تیاری کے لیے عطیات اور صدقات دیتی تھیں.... اس طرح فوج کے اجتماع کے مکمل اور تیار ہونے کے بعد اس کی تعداد ـــــ منافقین کے اس سے علیحدہ ہو جانے کے بعد ـــــ تیس ہزار جانبازوں تک پہنچ گئی۔

رسولِ اعظم اور سالارِ اعلیٰ کی جانب سے مسلح افواج کے لیے حکم صادر ہوا کہ یہ فوج مدینہ سے شمال کی جانب مارچ کے لیے تیار ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، فوج کے تمام عناصر افسروں اور سپاہیوں کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ آپ ان کے ساتھ ان رومیوں سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق آپ کو اطلاع ملی ہے کہ وہ جزیرہ عرب کی شمالی حدود کے نزدیک منطقہ معان میں جمع ہو رہے ہیں تاکہ وہ حضارمہ کندیوں اور قضاعیوں کے عرب عیسائیوں اور یمانی غساسنہ کی مدد سے جو قسطنطنیہ کے بازنطینی تاج سے وابستہ تھے اس شاہ ہرقل کو کفایت کرنے کے لیے جزیرہ عرب پر جنگ مسلط کر دیں جو کسریٰ پرویز پر اپنی تباہ کن فتوحات کے نشہ میں زندگی بسر کر رہا تھا اُسے اس

نے شکست دے کر اس سے تمام بازنطینی متملکات چھین لیں جو ایرانیوں نے شام، ایشیائے کوچک اور افریقہ میں غصب کر لی تھیں۔

اور شاہ ہرقل مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لیے پر جوش نہ تھا کیونکہ وہ اپنے انجیلی علم راسخ کی بنا پر یقین رکھتا تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا ایک عبث فعل ہے کیونکہ محمد بن عبداللہ ہاشمی، اللہ کے تائید یافتہ رسول ہیں جیسا کہ وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں لکھا ہوا پاتے تھے اور جیسا کہ شاہ ہرقل کو اس حقیقت کا یقین اٹلی کے بڑے پوپ "روما" نے اس وقت دلایا تھا جب شہنشاہ ہرقل نے اس کے پاس پیغام بھیجا تھا کہ وہ اس کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے متعلق بیان کرے اور اس سے یقین حاصل کرنے کے لیے دریافت کیا کہ کیا وہ منتظر عربی نبی ہے جس کی صفات اور ظہور کی ضرورت کا ذکر تورات وانجیل میں پایا جاتا ہے۔

اور ہمیں معلوم ہے کہ اس شاہ ہرقل نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط وصول کیا جس میں آپ نے اسے اور اس کی قوم کو ۸ھ میں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی تو اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے حضرت دحیہ کلبی کو بتایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ نبی منتظر ہیں جسے وہ اپنے ہاں انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اس نے حضرت دحیہ کا حد درجہ احترام کیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی احترام کیا اور اس نے اپنی شہنشائیت کے دینی لیڈروں اور کبار قائدین کو قائل کرنے کی کوشش کی کہ وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہو جائیں کیونکہ آپ کا دین عنقریب اپنے سب مخالفین پر غالب آجائے گا اور آپ کی فوج ہر اس فوجی فورس پر غالب آجائے گی جو ان کی راہ میں روکاوٹ بنے گی خواہ وہ کوئی بھی ہو لیکن بڑے بڑے پادریوں، راہبوں اور فوجی افسروں نے شہنشاہ ہرقل کے مشورے کو کلیتہً ٹھکرا دیا بلکہ وہ اس کے اس مشورے پر ناراض ہو گئے اور اس کی علیحدگی کے لیے اس کے خلاف انقلاب برپا کرنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ اپنی دانشمندی سے ان کو پر سکون کرنے میں کامیاب ہو گیا اور وہ پر سکون ہو گئے اور وہ شہنشائیت

تخت پر قائم رہا تھی کہ اس نے اور انہوں نے اس بادشاہ کی ان توقعات کو اس وقت صاحب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی افواج رومی شہنشاہیت کی ان تمام مملکات پر قابض ہوگئیں جو سمندروں سے پار شام، مصر اور شمالی افریقہ میں تھیں اور شاہ ہرقل نے انہیں شیشہ میں بنایا تھا کہ جب وہ اس کے مشورے کو نہیں مانیں گے اور اسلام میں داخل نہ ہوں گے تو یہ بات عنقریب رونما ہوگی[1]

جیسا کہ معلوم ہوتا ہے شاہ ہرقل جیش نبوی کے ساتھ کسی فوجی مقابلے میں شامل ہونے کے لیے پرجوش نہ تھا کیونکہ اُسے علم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ نبی مرسل مؤید من اللہ ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے سیاستدانوں، پادریوں شہنشاہیت کی فوج کے فوجی افسروں نے شہنشاہ پر دباؤ ڈالا کہ وہ جزیرہ عرب کی حدود پر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے ارادے سے اپنی افواج کو جمع کرے اور اس نے بادلِ نخواستہ اور اس فوج کی کامیابی کا قائل ہوئے بغیر ایسا کیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس بادشاہ کو جیش نبوی کے تبوک پہنچنے کی اطلاع ملی جو حدود شام پر نزدیک ہے تو اس نے اپنی افواج کو متفرق کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے خیال سے انحراف کیا اور ایلچی کو ایک نرم اور مہذب خط لکھ کر دیا جس میں ذاتی طور پر تسلیم کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ منتظر رسول ہیں جن کا ذکر انجیل میں بیان ہوا ہے جیسا کہ اس کتاب میں اس کی تفصیل آگے چل کر ابھی بیان ہوگی۔

مدینہ کا نائب امیر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظامی طور پر مسلسل یہ دستور تھا کہ آپ جب کبھی جنگ یا کسی اور کام کے لیے مدینہ کو چھوڑنے کا ارادہ کرتے تو دارالخلافہ میں اپنے اصحاب میں سے کسی شخص کو اس کے امور کے انتظام کے لیے اپنی نیابت میں حاکم بنا کر چھوڑتے

---

[1] شاہ ہرقل کے واقعہ کی تفاصیل ہماری ساتویں کتاب غزوۂ موتہ میں دیکھیے۔

حتیٰ کہ آپ اس کی طرف واپس آجاتے اور اس دفعہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ اور اس کے نواح پہ حضرت سباع بن عرفطہ[1] غفاری کو حاکم مقرر کیا۔

پس آپؐ نے مدینہ سے فوج کے ساتھ مارچ کرنے سے قبل ایک زبانی فرمان جاری کیا جس کے مطابق آپؐ نے حضرت سباع کو مدینہ کا امیر مقرر کیا اور حضرت سباع، مدینہ کے باشندے نہ تھے بلکہ غفار کے بدوی کنانی قبیلے سے تھے جس کے دیار غالباً مکہ اور مدینہ کے درمیان بدر کی جانب تھے اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس تصرف میں اسلام کی لائی ہوئی مساوات کا خلاصہ پایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے آپؐ نے عنصریت اور جاہلی قبائلی تعصب کا خاتمہ کر دیا اور آپؐ نے اپنی غیر حاضری میں اہل مدینہ پہ ان میں سے کوئی امیر مقرر نہ کیا بلکہ ان پر ایک بدوی کو امیر مقرر کیا جس کی سابقت اسلام نے اسے اس لائق بنایا کہ وہ انصار و مہاجرین کے دارالخلافے کا امیر ہو۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمزاد حضرت علیؓ بن ابی طالب کو مدینہ میں پیچھے چھوڑا اور آپ نے انہیں امیر بنا کر نہیں چھوڑا آپؐ نے انہیں صرف اس لیے پیچھے چھوڑا کہ وہ حضرت نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص کاموں میں مصروف رہیں اور وہ آپ کے اہل اطہار کے کاموں کی دیکھ بھال تھی۔

اور منافقین نے حضرت علیؓ کے متعلق ——— جیسا کہ فتنہ اور پریشانی پیدا کرنے کے بارے میں ان کا طریق تھا ——— افواہ اڑا دی اور کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں بوجھ محسوس کرتے ہوئے اور ان سے ہلکا ہونے کے لیے پیچھے چھوڑا ہے منافقین کے اس خبیث قول نے امیر المومنین حضرت

---

[1] آپ کے حالات اس سلسلہ کی گذشتہ کتب میں دیکھیے۔

علیؓ کے دل پر اثر کیا اور انہیں اس حد تک تکلیف ہوئی کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آملے ـــــ اور آپ ابھی تک مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر پڑاؤ کیے ہوئے تھے ـــــ اور منافقین نے مدینہ میں جو بڑی اور تکلیف دہ بات مشہور کی ہوئی تھی اس کی آپ کو اطلاع دی ، حضرت علی رضؓ نے کہا یا نبی اللہ منافقین کا خیال ہے کہ آپ نے مجھے بوجھ محسوس کیا ہے اور آپ مجھ سے ہلکے ہوئے ہیں۔ سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اطمینان دلایا کہ یہ قول محض افترا ہے اور آپ سے التجا کی کہ وہ اس کی پرواہ نہ کریں اور مدینہ واپس چلے جائیں تاکہ مفوضہ ڈیوٹی جو آپ نے ان کے سپرد کی ہے اُسے مسلسل ادا کرتے رہیں ، آپ نے انہیں فرمایا انھوں نے جھوٹ بولا ہے ، میں نے تو آپ کو ان کے پیچھے چھوڑا ہے جو میں اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں ، واپس چلے جائیے اور میرے اور اپنے اہل میں میری جانشینی کیجیے اے علی کیا آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کو مجھ سے وہی مقام حاصل ہو جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسےٰؑ سے تھا ہاں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ، پس حضرت علیؓ مدینہ واپس آگئے اور منافقین کی افواہوں سے تجاہل اختیار کیا اور مدینہ میں رہ کر اپنے اہل اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل کے امور کی نگرانی کرتے رہے حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آگئے[1]

گریہ کناں مومنین کا حال

جیش نبوی کے اجتماع و تیاری کے دوران دو مختلف باتیں رُونما ہوئیں ، وہاں اہل مدینہ کے کچھ ایسے عناصر بھی تھے جو (جسمانی اور مادی طور پر) اس عظیم فوج میں حربی مشارکت کی قدرت رکھتے تھے جس کے متعلق طے ہو چکا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے مارچ کریں گے لیکن یہ عناصر پیچھے رہے اور انھوں نے مختلف بناوٹی اور جھوٹے عذرات کی بجلوپر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳

جنگ میں شمولیت نہ کی اور یہ عناصر منافقین تھے۔

اور دوسری جانب اچھے عمدہ اور مومن عناصر بھی نمایاں ہوئے جو قدرت رکھنے والے اور پیچھے رہنے والے منافقین کے اُلٹ تھے، یہ عناصر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لیے شوق سے سوختہ تھے اور اس کے آرزو مند تھے اور یہ رُوحی اور جسدی لحاظ سے مشارکت پہ قدرت رکھتے تھے لیکن اپنی محتاجی کی وجہ سے مادی طور پر قدرت نہ رکھتے تھے ان کے پاس نہ زندگی گزارنے کا سامان تھا اور نہ ٹرانسپورٹ تھی جس کے ساتھ وہ اس جنگ میں شامل ہو سکتے جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بلایا تھا۔

پس یہ عناصر (اور یہ سات جوان تھے) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے کہ شاید وہ آپ کے پاس وہ چیز پائیں جس سے وہ جنگ میں شامل ہو سکیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— جو صادق و مصدوق تھے ——— انہیں بتایا کہ آپ کے پاس ان کی خواہش کو پورا کرنے کا کوئی سامان نہیں، تو وہ جہاد فی سبیل اللہ کے شرف کے کھونے پر حسرت سے روتے ہوئے واپس آگئے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے ——— پھر کچھ مسلمان نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور وہ گریہ کرنے والے تھے اور وہ انصار وغیرہم کے سات آدمی تھے اور وہ بنی عمرو بن عوف سے تھے۔

حضرت سالم بن عمیر[1]، بنی حارثہ کے بھائی حضرت علبہ بن زید، حضرت ابو لیلیٰ

---

[1] سالم بن عمیر بن ثابت بن النعمان بن امیہ بن امرء القیس بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف الانصاری العوفی، آپ بیعت عقبہ میں شامل ہوئے اور بدر اور بقیہ معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے سوائے اس غزوہ تبوک کے، اس میں آپ مادی طاقت رکھنے نہ ہونے کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے اور آپ ان گریہ کناں لوگوں

(باقی صفحہ ۱۰۳ پر)

حضرت عبد الرحمٰن بن کعب، بنی مازن کے بھائی جو بنی نجار سے تھے اور بنی سلمہ کے بھائی حضرت عمرو بن حمام بن الجموح[۱]، حضرت عبد اللہ بن المغفل المزنی[۲] بنو واقف کے بھائی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں سے ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تعریف کی ہے۔ حضرت سالم نے حضرت معاویہ کی خلافت میں وفات پائی۔

[۲] علبۃ بن زید بن صیفی الحزرجی الانصاری آپ ان گریہ کناں لوگوں میں سے تھے جو چشم پُرآب واپس گئے تھے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے، عبد المجید بن ابی عبس بن جبیر نے روایت کی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کی ترغیب دی تو ان میں ہر ایک اپنی طاقت کے مطابق صدقہ لے کر آیا۔ حضرت علبۃ بن زید نے کہا میرے پاس صدقہ دینے کو کچھ نہیں اے اللہ میں اپنی عزت اس شخص کو صدقہ دیتا ہوں جسے وہ تیری مخلوق میں سے پہنچے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے آپ کے صدقے کو قبول کر لیا ہے۔

[۳] عبد الرحمٰن بن کعب ابو لیلیٰ، آپ بنی مازن سے تھے جو بنی نجار سے تھے، ابن اثیر نے بیان کیا ہے آپ بدر میں شامل ہوئے اور آپ افاضل صحابہ میں سے تھے۔

حاشیہ صفحہ ہذا

[۱] عمرو بن الحمام الانصاری جو بنی سلمہ سے تھے اور جعفر المستغفری نے بیان کیا ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اُحد کے روز شہید ہوئے اور آپ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو ابو جابر ایک قبر میں دفن ہوئے اور اُسے دو بھائیوں کی قبر کا نام دیا گیا اور یہ دونوں ایک دوسرے سے خالص محبت رکھتے تھے اور ابو موسیٰ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبد اللہ کے ساتھ جس شخص کو دفن کیا گیا وہ حضرت عمرو بن الجموح ہیں

(باقی حاشیہ ص ۱۰۴ پر)

حضرت ہرمی بن عبداللہؓ، حضرت عرباض بن ساریہ فزاریؓ، پس انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری مانگی اور یہ لوگ ضرورت مند تھے آپ نے فرمایا، میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اور ابن اثیر نے اسد الغابۃ میں بیان کیا ہے کہ یہی بات صحیح ہے اور اس کے سوا جو کچھ بیان ہوا ہے اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔

؎۲ عبداللہ بن مغفل بن عبد بن غنم اور بعض نے عبد نہم بیان کیا ہے، المزنی جو بنی ادبن طابخۃ سے تھے اور آپ کی کنیت ابو سعید تھی، حدیبیہ میں حاضر ہوئے اور آپ اصحاب الشجرہ میں سے تھے اور مزنیہ کے جنگل کے باشندے تھے اور مزنیہ ایک بہادر اور مبارک قبیلہ ہے جس کے اسلام میں شاندار اور بزرگ کارنامے ہیں، اس قبیلہ نے نعمان بن مقرن کی مدد سے اور خلیفہ صدیق کی کمان میں مدینہ کو عرب مرتدین (طلیحہ بن خویلد اور عیینہ بن حصن اور ان دونوں کی قوم) سے بچانے کے لیے فعال مشارکت کی ..... حضرت عبداللہ بن مغفل نے مدینہ میں سکونت اختیار کی پھر بصرہ منتقل ہو گئے اور جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تو آپ (تستر) شہر کے دروازے میں داخل ہونے والے پہلے شخص تھے اور آپ رواۃ حدیث میں سے تھے .....
آپ سے حضرت حسن بصری، ابو العالیۃ، اور عبداللہ بن الشخیر کے دونوں بیٹوں مطرف اور یزید) اور عقبہ بن صہبان، ابو الوازع، معاویہ بن قرۃ اور حمید بن ہلال وغیرہم نے روایت کی ہے ..... آپ نے ۵۹ھ میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ آپ نے ۶۰ھ میں عبیداللہ بن زیاد کی امارت کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائی ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا

؎۱ ہرمی بن عبداللہ بن رفاعۃ الدوسی الانصاری الواقفی، آپ اسلام کے سابقون

(باقی حاشیہ ص۱۰۵ پر)

تمہاری سواری کے لیے کچھ نہیں پاتا تو وہ واپس چلے گئے اور اس غم کے باعث کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں، ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان پاکیزہ جوانوں کو معذور قرار دیا اور قرآن میں ان کی تعریف کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ولا علی الذین .... فھم لا یعلمون[1]

(ترجمہ) اور نہ ان لوگوں پر کوئی الزام ہے کہ جب وہ آپ سے سواری مانگنے آئے تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس تمہاری سواری کے لیے کچھ نہیں تو وہ واپس چلے گئے اور غم کے باعث ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

میں سے تھے اور تبوک کے سوا، تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے۔

[2] العرباض بن ساریہ بنی سلیم سے تعلق رکھتے تھے، بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مشہور حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مؤثر نصیحت کی جس سے آنکھیں رواں ہوگئیں اور دل خوفزدہ ہوگئے اور ایک شخص نے کہا یارسول اللہ یہ الوداعی نصیحت ہے آپ ہمیں کیا وصیت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کا تقوےٰ اختیار کرنے اور سمع و اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ حبشی غلام کی سمع و اطاعت کرنی پڑے اور تم میں سے جو شخص زندہ رہا وہ عنقریب بہت سے اختلافات کو دیکھے گا۔ بدعات سے اجتناب اختیار کرو بلاشبہ وہ ضلالت ہیں اور تم میں سے جس شخص نے وہ زمانہ پایا اس پر میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑنا لازم ہے۔

حضرت عرباض نے ۷۵ھ میں وفات پائی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] توبہ آیت ۹۲-۹۳

کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں، الزام صرف ان لوگوں پہ ہے جو
مالدار ہوتے ہوئے آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں۔ اُنھوں نے عورتوں
کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پہ مہر لگا دی اور انہیں
علم نہیں ہے۔

فصل سوم

- جیش نبوی کا شمال کی طرف مارچ کرنا۔
- ان گریہ کناں لوگوں کا حال جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور قرار دیا۔
- جیش نبوی سے پیچھے چھوڑے گئے تین آدمیوں کا حال۔
- فوج کے اندر منافقین کے بڑے اعمال۔
- فوج کے دیارِ ثمود سے گزرنا اور ان میں داخل ہونے سے روکنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فوج کے ساتھ تبوک پہنچنا۔
- حدود پر رومیوں کے وجود کا کوئی نشان نہ ہونا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے خطبہ کی طرح خطبہ دینا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب خصوصاً آپ شمال کو جانا چاہتے تو اس وقت فوج کو مدینہ کے شمال میں الجرف میں پڑاؤ کرنے کا حکم دیتے اور آپ نے الجرف میں اپنی چھاؤنی قائم کی حتیٰ کہ فوج کی تحشید وتجہیز مکمل ہو گئی اور وہ (منافقین کے ففتھ کالم کے علیحدہ ہو جانے کے بعد) تیس ہزار تھی، اس میں کچھ منافق عناصر بھی تھے جو فوج میں افواہیں اڑانے کے ارادے سے باقی رہ گئے تھے بلکہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت قتل کرنے کی کوشش کی جب آپ فاتح بن کر تبوک سے واپس آرہے تھے جیسا کہ اس کتاب میں اپنے مقام پر ابھی اس کی تفصیل بیان ہو گی۔

الجرف میں فوج کے اجتماع کی تکمیل کے بعد آپ نے اس کے سالار اور علمبردار مقرر کیے اور علمبرداروں میں سے چار سالار بہت نمایاں تھے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بڑا جھنڈا آپ کو عطا فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فوج میں اعلیٰ عہدہ کے حامل تھے۔

۲۔ حضرت زبیر بن العوام، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بڑا جھنڈا آپ کو عطا فرمایا[1] اور اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زبیرؓ، حضرت ابوبکرؓ کے بعد دوسرے فوجی عہدے پر آتے تھے کیونکہ لواء، رایۃ سے بڑا ہوتا ہے۔

۳۔ اوسان دونوں کے بعد حضرت اسید بن الحضیر کا فوجی عہدہ آتا ہے جنھیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کا جھنڈا دیا تھا۔

۴۔ حضرت ابودجانہ، سماک بن خرشہ، احد کے مشہور ہیرو، آپ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خزرج کا جھنڈا عطا فرمایا اور خزرج ہمیشہ تعداد میں اوس سے

---

[1] کوئی صاحب اس امر سے پریشان خاطر نہ ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ کو بھی آپؐ نے بڑا جھنڈا عطا فرمایا اور حضرت زبیرؓ بن العوام کو بھی اپنا بڑا جھنڈا دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ عربی زبان میں جھنڈے کے لیے کئی الفاظ استعمال ہوتے ہیں آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو جو جھنڈا دیا اس کا نام عربی زبان میں لواء ہے اور جو جھنڈا آپؐ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اس کا نام رایۃ ہے۔ متقدم الذکر جھنڈا رایۃ سے بڑا ہوتا ہے۔ ہماری زبان میں چونکہ اتنی وسعت نہیں کہ وہ عربی زبان کے ہر لفظ کے صحیح مفہوم کو ادا کر سکے اس لیے ہم نے ترجمہ میں دونوں کا ترجمہ جھنڈا ہی کیا ہے اور اس نوٹ کے ذریعے اصل حقیقت کی توضیح کر دی ہے۔

(مترجم)

زیادہ ہوتے تھے۔

۵۔ حضرت زید بن ثابت ــــ آپ نوجوان تھے ــــ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو خزرج کے بنی مالک بن النجار کا جھنڈا عطا فرمایا اور اسے اس جھنڈے کی نسبت سے جسے حضرت ابو دجانہ اٹھائے ہوئے تھے دوسرا جھنڈا خیال کیا جاتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نجار کا جھنڈا حضرت عمارہ بن حزم کو عطا فرمایا پھر اسے ان سے لے کر حضرت زید بن ثابت کو دے دیا، حضرت عمارہ نے کہا یا رسول اللہ شاید آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا قسم بخدا نہیں، لیکن قرآن کو مقدم کرو اور زید تجھ سے قرآن کے زیادہ اخذ کرنے والے ہیں اور قرآن مقدم کرتا ہے خواہ نکٹا غلام ہی ہو۔

اور کسی مؤرخ نے دستوں کے امراء اور مہاجرین و انصار اور بقیہ قبائل کے فرعی جھنڈوں کے حاملین کی پوری تفاصیل بیان نہیں کیں جیسا کہ انھوں نے فتح مکہ کے متعلق بیان کی ہیں۔

ہاں ان مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی بھرتی کے وقت ــــ تقریباً وہی طریقہ اختیار کیا جو آپ نے قدید میں فوج کی بھرتی کے وقت اختیار کیا تھا اور وہ فوج مکہ کی طرف جاتے ہوئے اپنے راستے میں تھی۔

ان مورخین نے بیان کیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ فوج کی بھرتی اور اپنی افواج کی تنظیم کے وقت ــــ انصار کے تمام بطون کو حکم دیا کہ وہ لواء اور رایۃ بنائیں اور عرب قبائل میں بھی رایات اور الویۃ تھے اور آپ نے اوس اور خزرج کو حکم دیا کہ وہ ان کے علمبردار وہ ہوں جو قرآن کو زیادہ اخذ کرنے والے ہوں اور حضرت ابو زید، بنی عمرو بن عوف کے علمبردار تھے اور حضرت معاذ بن جبل[1]، بنی سلمہ کے علمبردار تھے[2]

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ حنین میں دیکھیے [2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۳

فوج میں گھڑ سوار فوج

اس زمانے میں گھڑ سوار فوج ، طاقتور فوج تھی جس پر سپاہی اور خصوصاً عرب اعتماد کرتے تھے کیونکہ گھوڑے اس مہلک جنگ کے لیے اہم وسیلہ تھے جسے دیہاتی عرب اچھی طرح لڑ سکتے تھے کیونکہ انھوں نے انہی جنگوں میں پرورش پائی تھی اور ان کے وسیع صحرائی علاقے ، گھوڑوں کی تربیت کرنے اور ان کی پشتوں پر مہلک جنگ کی مہارت حاصل کرنے کے لیے مناسب جگہ تھے اور اس دور کی گھڑ سوار فوج کی اہمیت کو اس زمانے میں بکتر بند گاڑیوں سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے کیونکہ اس زمانے میں سپاہی ہمیشہ ہی ہراول میں گھڑ سوار فوج سے کام لیتے تھے جیسے آج بکتر بند گاڑیوں سے لیا جاتا ہے۔

اور اس فوج کی اہمیت کے پیش نظر جس کی عنقریب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ذمہ داری لینے والے تھے اور اس وجہ سے کہ آپ شہنشاہیت کی افواج سے مقابلے کا عزم کیے ہوئے تھے جو مختلف سطحوں پر بہت سی فوجی طاقتوں کی مالک تھیں آپ کی خواہش تھی کہ آپ کی فوج میں گھڑ سوار فوج ایک طاقتور قوت ہو اور آپ کی یہ خواہش پوری ہوئی ، فوج کا تیسرا حصہ گھڑ سواروں کا تھا اور بقیہ اونٹ سوار تھے اور مہلک جنگ میں اونٹوں کی اپنی اہمیت ہے ، رومی اور ایرانی ان کی مانند کسی چیز سے نہیں لڑتے ، ہاں گھوڑوں کے بعد اونٹ دوسرے درجے پر آتے ہیں اور جب ہم اس بات کا استثناء کر دیں کہ گھوڑے سرعت حرکت اور خندقوں کے پھلانگنے اور جنگ کے دوران ٹیلوں پر چڑھنے اور اترنے میں اونٹوں پر فوقیت رکھتے ہیں تو یہ اونٹ جنگ میں اور مفالیت کے لحاظ سے ٹینک کی بہ نسبت نصف مجنزہ سے مشابہت رکھتے ہیں اور جس فوج کا تہائی حصہ گھڑ سوار ہو وہ مسلمانوں کی نسبت سے جو فرزندانِ صحرا تھے ، نبوی فوج کی ہتھیار بندی کے عظیم انقلاب پر دلالت کرتا ہے ، جسے آپ نے ——— تبوک کی طرف مارچ کے وقت ——— روم و ایران کی فوجوں کے میدان جنگ میں رکھنا تھا۔

اور جب ہم تھوڑا پیچھے کی طرف رجوع کریں تو ہم مسلمانوں کو پہلے معرکے میں، جو معرکۂ بدر تھا اور ہجرت کے دوسرے سال ہوا تھا ایسا پاتے ہیں کہ ان کے پاس ایک گھوڑے یا دو گھوڑوں کے سوا کچھ نہیں تھا اور اسی طرح گھڑ سوار قوت میں سے جنگِ اُحد میں بھی ان کے پاس صرف ایک گھوڑا تھا۔

اور عہد نبوی میں گھڑ سوار قوت کی جو سب سے بڑی فوج ـــــ تبوک سے قبل تھی وہ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں تھی اور وہ دو ہزار چار سو اسی سوار تھے اور یہ ۸ھ کا واقعہ ہے بلاشبہ جیش نبوی میں گھڑ سوار قوت کا انقلاب جلد آیا۔ اور شاید اس بات کی طرف راجح ہو کر بہت سے صحرائی لوگ اسلام میں داخل ہو گئے جو گھوڑوں کے جمع کرنے کی مانند کوئی رغبت نہ رکھتے ـــــ اور ایک سال سے بھی کم عرصے کے بعد جیش نبوی میں گھڑ سوار قوت دو ہزار چار سو اسی سے بڑھ کر دس ہزار سواروں تک پہنچ گئی جب کہ فتح مکہ اور غزوہ حنین ۸ھ میں ہوئے اور غزوۂ تبوک ۹ھ میں ہوا۔

واقدی نے اپنے مغازی کی جلد ۳ کے صفحہ ۱۰۰۲ پر بیان کیا ہے کہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تیس ہزار فوج تھی اور دس ہزار گھوڑے تھے۔

اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار قوت سے بہت استفادہ کیا اور آپ نے جنگ میں جو دُور دراز مسافتوں کے طے کرنے کا تقاضا کرتی ہے اس سریع الحرکت قوت سے کام لیا اور جب آپ تبوک میں تھے اور عظیم فوج کے اپنے مقاصد پورے کر لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار خالد بن ولید کو چار سو جانبازوں کے ساتھ جو سب کے سب گھڑ سوار تھے دومۃ الجندل کی مملکت کو تابع بنانے کے لیے بھیجا اور وہ دومۃ الجندل کے بادشاہ الاکیدر کی افواج پر متغلب ہو گئے اور انھوں نے اس بادشاہ کو قیدی بنا لیا جیسا کہ اس کی تفصیل عنقریب اپنے موقع پر بیان ہو گی۔

اور فوج کے تبوک کی طرف مارچ کرنے سے قبل رسول اللہ علیہ وسلم نے ایک حکم صادر فرمایا جس کے بموجب آپ نے ہر اس انسان کو اس تاریخی غزوہ میں اپنے ساتھ شامل ہونے سے روک دیا جب تک وہ جنگ کے ضروری سامان گذران اور ٹرانسپورٹ یعنی گھوڑے اور اونٹ سے مکمل طور پر تیار نہ ہو اور آپ نے یہ حکم بعدِ مسافت اور گرمی کی شدت کی وجہ سے دیا اور اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ـــــ ہمارے ساتھ صرف صاحب قوت ہی نکلے ـــــ یعنی ایک شخص ایک سرکش اونٹ پر نکلا تو اس نے اسے گرا دیا اور لوگ کہنے لگے شہید شہید، سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ ـــــ جنت میں صرف مومن داخل ہوگا ـــــ یا نفس مومن داخل ہوگا ـــــ اور نافرمان جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس شخص کو اس کے اونٹ نے سویداء میں گرا دیا تھا اور یوں ماہ رجب ۹ھ میں رسول اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ جو تیس ہزار جانبازوں تک پہنچی ہوئی تھی، تبوک کی طرف روانہ ہوئے اور منافقین کی وہ تمام کوششیں ناکام ہوگئیں جو انہوں نے اس فوج کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور اختلاف پیدا کرنے کے لیے کی تھیں تاکہ وہ جنگ ناکام ہو جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی کثرت تعداد کے لحاظ سے اور ان مقاصد کی اہمیت کے لحاظ سے جنہیں اس جنگ نے پورا کیا تھا، سب سے بڑی عسکری کارروائی تھی اور وہ اس رومی شہنشاہیت کو خوفزدہ کرنا تھا جو اس وقت ـــــ ایرانی شہنشاہیت پر فتح پانے کے بعد ـــــ دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی اور یہ شہنشاہیت بھی اپنی عظیم فوجی یونٹوں کو جنہیں اس نے جزیرہ عرب کی حدود پر جمع کر دیا تھا، تبوک کے پاس لے آئی اور یہ کام اس نے صرف اس علم کے ہونے پر کیا کہ جیش نبوی تبوک پہنچ گیا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے چار مومنین

غزوہ تبوک میں مومنین

صادقین میں سے چار اشخاص کے سوا جو سب کے سب انصاری تھے، کوئی شخص کسی عذر کے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا اور یہ چاروں بھی کسی شک وارتیاب کی بنا پر پیچھے نہیں رہے، صرف انہیں بشری کمزوری نے آلیا اور دوسروں کی نسبت ان پر زیادہ اثر ڈالا اور یہ اشخاص حضرت کعب بن مالک[1]، حضرت ہلال بن امیہ[2]، حضرت مرارۃ بن الربیع[3] اور حضرت ابو خیثمہ تھے۔

حضرت ابو خیثمہ، زندگی کی خواہشات و ترغیبات کے آگے اپنی بشری کمزوری پر متغلب ہو گئے اور آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملنے میں سرعت سے کام لیا اور دوسرے تین اشخاص مدینہ میں پیچھے رہے اور بشری کمزوری نے انہیں روک لیا وہ ہر روز کہتے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گے حتیٰ کہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن ختم ہو گیا اور آپ مدینہ واپس آ گئے اور آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان کی تادیب کے لیے ان کا مقاطعہ کر دیں کیونکہ انھوں نے فوج سے تخلف اختیار کیا ہے اور اس میں بھرتی لازمی تھی اور مسلمان ان تینوں سے بات نہ کرتے حتیٰ کہ انہیں تباہ کن نفسیاتی عذاب نے آلیا جسے اللہ ہی جانتا ہے اور یہ ان کی صفائی کے لیے تھا اور وہ پچاس سے کچھ اوپر راتیں اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ قرآن ان کی توبہ کا اعلان کرتے ہوئے نازل ہوا، کیونکہ وہاں کوئی ایسا شائبہ نہ تھا جو ان کے ایمان و اسلام میں کسی جانب

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] ہلال بن امیہ بن عامر بن قیس بن عبد اللہ علم الاوسی الانصاری، آپ بدر و احد میں شامل ہوئے، آپ قدیم الاسلام تھے اور آپ بنی واقف کے اصنام کو توڑا کرتے تھے اور فتح مکہ کے روز ان کا جھنڈا بھی آپ کے پاس تھا۔

[3] مرارۃ بن الربیع بن ربعی بن عدی بن زید الاوسی الانصاری، آپ بدر میں شامل ہوئے۔

میں آمیزش کرتا، لیکن انسان خطا کا پتلا ہے اور اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور ان تین پیچھے رہنے والے بزرگوں کا واقعہ ہم اس کتاب کی آئندہ فصول میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

حضرت ابو خیثمہ جنہوں نے اپنے نفس امارہ کو شکست دی اور اپنی بشری کمزوری کی مقاومت کو کچل ڈالا، ہم انہیں کہتے ہیں کہ وہ اپنے دلچسپ واقعہ کو ہم سے بیان کریں، جس میں بہت سی عبرتیں ہیں اور اس میں یہ بھی ہے کہ شیطان ہر انسان کی — حتیٰ کہ صحابہ کے بہترین اشخاص کی بھی لگام کو — پکڑ لیتا ہے لیکن اہم بات یہ ہے کہ مومن اپنی لگام کو اس کے پکڑ لینے کے بعد شیطان سے کیسے چھڑاتا ہے جیسا کہ حضرت ابو خیثمہ نے کیا جن کے اسلامی وجدان کی قوت، ان کی بشری کمزوری پر متغلب ہو گئی اور آپ نے شیطان کو — اس کے کامیاب ہو جانے کے بعد — غصے سے بپھرتے ہوئے چھوڑ دیا۔

حضرت ابو خیثمہ مومن تھے جن کے اسلام کے متعلق شک نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی آپ پر عیب لگایا جا سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے دس دن بعد آپ واپس آئے اور ایک گرم دن میں اپنی دو بیویوں کے پاس آئے اور آپ نے ان دونوں کو اپنے اپنے چھپروں پر پایا اور ان دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے چھپر پر چھڑکاؤ کیا اور اس میں آپ کے لیے پانی ٹھنڈا کیا اور آپ کے لیے کھانا تیار کیا، پس جب آپ ان دونوں کے پاس پہنچے تو آپ نے دونوں چھپروں پر کھڑے ہو کر کہا — سبحان اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے پہلے پچھلے قصور معاف کر دیے گئے ہیں وہ دھوپ، ہوا اور گرمی میں اپنی گردن پر اپنے ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوں اور ابو خیثمہ ٹھنڈے سایوں، تیار کھانوں اور دو خوبصورت بیویوں کے ساتھ اپنے مال میں مقیم ہو، یہ کوئی انصاف نہیں ہے پھر کہنے لگے خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی کے چھپر میں داخل نہ ہوں گا حتیٰ کہ نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں، پس آپ نے اپنے اونٹ

کو بٹھایا اور اس پر اس کا پالان کسا اور زادِ راہ لیا اور روانہ ہو گئے اور آپ کی دونوں بیویاں آپ سے باتیں کرنے لگیں اور آپ ان سے بات نہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے وادی القریٰ میں حضرت عمیر بن وہب الجمحی[1] کو پایا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتے تھے آپ نے انہیں ساتھ لیا اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھی بن گئے اور جب وہ تبوک کے نزدیک آئے تو حضرت ابوخیثمہ نے کہا اے عمیر! میرے کچھ گناہ ہیں اور آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور آپ کے مجھ سے پیچھے رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ میں آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں، حضرت عمیر نے ایسے ہی کیا اور حضرت ابوخیثمہ روانہ ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوئے ——— آپ تبوک میں اترے ہوئے تھے ——— تو لوگوں نے کہا یہ مسافر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوخیثمہ ہوگا، تو لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ یہ ابوخیثمہ ہیں اور جب آپ آئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوخیثمہ تجھ پر افسوس ہے پھر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصل حالات بتائے تو رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا بہت اچھا اور آپ کے لیے دعا فرمائی۔

اور غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والوں اور آپ سے جا ملنے والوں میں حضرت ابوذر غفاری[1] بھی تھے آپ اپنی سواری کے اونٹ کی کمزوری کی وجہ سے پیچھے رہ گئے جو ——— اپنی لاغری کے باعث چلنے سے عاجز تھا پس آپ نے اُسے چھوڑ دیا اور پیادہ پا چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔

واقدی نے بیان کیا ہے: حضرت ابوذرؓ فرمایا کرتے تھے، میں نے غزوہ

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب صلح الحدیبیہ میں دیکھیے۔

تبوک میں اپنے اونٹ کی وجہ سے تاخیر کی جو کمزور اور لاغر تھا، میں نے کہا میں اسے چند دن چارہ ڈالتا ہوں پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملوں گا۔ سو میں نے اُسے چند دن چارہ ڈالا پھر میں نکلا اور جب میں ذوالمرۃ میں پہنچا[1] تو وہ چلنے سے عاجز ہوگیا پس میں نے چند دن اس کا انتظار کیا اور میں نے اس میں کوئی حرکت نہ دیکھی تو میں نے اپنا سامان اپنی پشت پر اُٹھالیا اور شدید گرمی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیدل روانہ ہوگیا اور لوگ متفرق ہوگئے اور میں نے مسلمانوں میں سے کوئی شخص اپنے سے ملتے نہ دیکھا اور میں نصف النہار کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مجھے سخت پیاس لگی تھی ایک دیکھنے والے نے راستے سے دیکھا اور کہنے لگا: یارسول اللہ یہ شخص اکیلا ہی راستے پر چل رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، ابوذر ہو گا، پس جب لوگوں نے مجھے غور سے دیکھا تو کہنے لگے، یارسول اللہ! یہ ابوذرؓ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے حتیٰ کہ میں آپ کے نزدیک آگیا تو آپ نے فرمایا ابوذر کو خوش آمدید، جو اکیلا ہی چلتا ہے اور اکیلا ہی مرے گا اور اکیلا ہی اٹھایا جائے گا آپ نے فرمایا اے ابوذر! آپ کو کس بات نے پیچھے رکھا؟ تو آپ نے حضور علیہ السلام کو اپنے اونٹ کا واقعہ بتایا پھر آپ نے فرمایا میرے اہل میں سے آپ کا پیچھے رہنا مجھے بہت گراں تھا اے ابوذر، اللہ نے ہر قدم کے بعد تیرا ایک گناہ بخش دیا ہے یہاں تک کہ تو میرے پاس پہنچ گیا ہے، اور آپ نے اپنا سامان اپنی پشت سے اُتارا پھر پانی طلب کیا تو پانی کا ایک برتن لایا گیا اور آپ نے اُسے پیا۔[2]

---

[1] ذوالمروۃ، وادی القریٰ میں ایک مشہور بستی ہے۔
[2] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۱۰۰۰

جس راستے پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک روانہ ہوئے

تبوک ــ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارچ کا ہدف تھا ــــ مدینہ کے شمال میں واقع ہے اور جزیرہ عرب کے شمال مغربی کونے میں ہے اور شام کی جنوبی حدود پر ہے اور آج کل وہ اُردن کی ہاشمی مملکت کے جنوب مغرب میں واقع ہے اور تبوک، مدینہ سے تقریباً چھ سو میل دُور ہے یعنی تقریباً نو سو کیلومیٹر ہے۔

اور یہ ایک بدیہی بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کے شمال سے چلے اور آپ نے الجرف میں پڑاؤ کیا جو مدینہ کے شمال میں تین میل کے فاصلے پر اُحد کے مغرب میں واقع ہے، وہاں سے آپ نے اپنی فوج کے ساتھ مارچ کا آغاز کیا۔

آپ اپنی فوج کے ساتھ ــ الجرف کے بعد ــــ جس پہلی منزل پر اُترے اس کا نام ذوخشب[1] ہے، معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس سفر میں رات کو چلتے تھے اور دن کو آرام کرتے تھے اور یہ بات تمازت آفتاب کی شدت کی طرف راجع ہے اور مورخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پہلے مارچ میں صبح ذوخشب میں کی اور یہ ایک جگہ ہے جیسا کہ یاقوت نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے ــــ جو مدینہ سے ایک رات کی مسافت کے فاصلے پر ہے۔

اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوخشب میں اُترے آپ اپنی فرودگاہ میں ظہر و عصر کو جمع کرتے رہے۔ آپ ظہر کو مؤخر کرتے حتیٰ کہ وہ ٹھنڈی

---

[1] ذوخشب: یاقوت نے بیان کیا ہے۔ یہ مدینہ سے ایک رات کے سفر پر ایک وادی ہے اور ایسے ہی الخشب یمامہ کی ایک بلند وادی ہے اور وہ پہاڑوں کی وجہ سے سخت اور کھُردری ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں چڑھا نہیں جا سکتا۔

ہو جاتی اور عصر کو جلد پڑھتے پھر دونوں کو اکٹھا کر دیتے اور آپ ایسا ہی کرتے رہے حتیٰ کہ تبوک سے واپس آ گئے۔

اور مؤرخین نے ان منازل کی ترتیب و تفصیل بیان نہیں کی جن میں اتر کر آپ نے رات گزاری یا تبوک کے راستے میں ان میں ٹھنڈک حاصل کی، ہاں ان مساجد کے ناموں کی معرفت سے جنہیں مؤرخین نے شمار کیا ہے اور جن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے اور انہیں آپ کی طرف منسوب کیا ہے اور انہیں گنا ہے وہ پندرہ مساجد ہیں ان سے منازل کے ناموں کا پتہ چل سکتا ہے جن میں آپ نے استراحت فرمائی یا آپ نے ان میں رات بسر کی اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ آپ کے سفر تبوک میں آپ کی مساجد مشہور ہیں جو یہ ہیں :-

۱ - وہ مسجد جس میں آپ نے ذوخشب میں ایک بڑے درخت کے نیچے نماز پڑھی۔
۲ - آپ کی وہ مسجد جو الفیفاء[۱] میں ہے۔
۳ - المروۃ[۲] کی مسجد
۴ - السقیا[۳] کی مسجد
۵ - وادی القریٰ[۴] کی مسجد

---

[۱] الفیفاء، وادی العقیق کے نواح میں ایک جگہ ہے اور الفیفاء، متعدد جگہوں کا نام ہے۔
[۲] پہلے بیان ہو چکا ہے کہ المروۃ وادی القریٰ کی ایک بستی ہے۔
[۳] یاقوت نے بیان کیا ہے کہ السقیا، الفرع کی عملداری میں ایک بڑی بستی ہے جو جحفہ سے ۱۹ میل پر ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جنوب میں واقع ہے اور السقیاء مذکورہ بلاشبہ مدینہ کے شمال میں ہے اور اصحاب معاجم میں سے میں نے کسی کو اس کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھا۔
[۴] وادی القریٰ کی وسیع تفاصیل ہماری کتاب غزوہ خیبر میں دیکھیے۔

۶۔ الحجر[1] کی مسجد
۷۔ ذنب[2] حوصاء کی مسجد
۸۔ ذوالجیفہ[3] کی مسجد
۹۔ شق تارا کی مسجد، جو جوبہ[4] کے پاس ہے۔
۱۰۔ ذات[5] الخطمی کی مسجد
۱۱۔ سمنہ[6] کی مسجد
۱۲۔ الاخضر[7] کی مسجد
۱۳۔ ذات[8] الزراب کی مسجد
۱۴۔ المدران کی مسجد
۱۵۔ تبوک کی مسجد

اور تبوک کی طرف مارچ کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ

---

[1] الحجر —— کمال اصطخری —— وادی القریٰ میں ایک جگہ ہے۔
[2] اصحاب معاجم میں سے میں نے کسی کو اس کی جگہ کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھا
[3] یاقوت نے بیان کیا ہے، یہ تبوک اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ہے اور اس نے اس سے مزید کچھ بیان نہیں کیا۔
[4] میں نے اصحاب المعاجم میں سے کسی کو اس کی جگہ کی حد بندی بیان کرتے نہیں دیکھا۔
[5] ذات الخطمی، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ اس جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مسجد ہے اور اس نے اس کی جگہ کی حد بندی نہیں کی۔
[6] سمنہ، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ یہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک پانی ہے۔
[7] کسی سپیشلسٹ نے اس کی جگہ کی حد بندی کو بیان نہیں کیا۔
[8] سپیشلسٹوں نے اس کی جگہ کی حد بندی کو بیان نہیں کیا۔

تصرفات اور کچھ بیانات ظاہر ہوئے جو قانون بن گئے، جنہیں فقہائے سنت نے عمل کرنے کے لیے اپنی تالیفات میں مدون کیا۔

۱۔ شدید گرمی کے اوقات میں نماز ظہر کی تاخیر کا جواز، حتیٰ کہ فضا ٹھنڈی ہو جائے اور یہ امر جائز ہے اور سنت بھی ہے اور شافعیہ (میرے خیال میں) اسے سنت خیال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ غزوہ تبوک میں ہوا) ظہر کو ٹھنڈا ہونے تک مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی پڑھتے تھے پھر دونوں کو اکٹھا کر دیتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فعلی سنت ہے کہ آپ جب سفر پر ہوتے تھے تو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا کرتے تھے، جمع تقدیم اس وقت جب آپ کو فرودکش ہونے کی حالت میں ظہر یا مغرب کا وقت آجاتا اور جب اپنے سفر میں روانگی کے بعد ان دونوں میں سے کسی کا وقت آجاتا تو آپ ظہر اور مغرب کو مؤخر کرتے پھر ظہر کو عصر کے ساتھ اور مغرب کو عشاء کے ساتھ جمع کرتے یہ جمع تاخیر ہے۔

۲۔ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفر میں فوج کے ایک اونٹ کے پاس سے گزرے۔ جسے اس کے مالک نے لاغری اور کمزوری کے باعث چھوڑ دیا تھا، پس ایک گزرنے والا اس کے پاس سے گزرا اور اس کے پاس ٹھہر کر اسے کئی دن چارا ڈالا پھر وہ اسے اپنی فرودگاہ کی طرف لے گیا اور اونٹ ٹھیک ہو گیا اور اس نے اس پر سفر کیا تو اس کے پہلے مالک نے اسے دیکھ لیا تو وہ دونوں جھگڑتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اونٹ یا گھوڑے کو ہلاکت کی جگہ سے زندہ کیا وہ اسی کا ہے [۱]

منافقین فوج میں | مدینہ چھوڑنے سے قبل فوج سے عبد اللہ بن ابی اور

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۰

کرنے اور تخریب کاری کرنے اور فوج کی مختلف یونٹوں کے درمیان افواہیں اُڑانے اور پریشانی پیدا کرنے کے ارادے سے نکلے بلکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کے ارادے سے نکلے اور انھوں نے عملاً بھی دھوکے سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی جیسا کہ اس کتاب میں ابھی اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ ـــــ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثنیۃ الوداع سے چلتے ہوئے گزرے تو لوگ آپ سے پیچھے رہنے لگے اور کہنے لگے یا رسول اللہ فلاں پیچھے رہ گیا ہے تو آپ فرماتے اُسے چھوڑ دو، اگر اس میں کوئی بھلائی ہے تو عنقریب اُسے اللہ تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو اللہ نے تمہیں اس سے راحت دی ہے، پس آپ کے ساتھ بہت سے منافقین نکلے اور وہ صرف غنیمت کی اُمید سے نکلے تھے[1]

اور اصحاب مغازی و سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو رُھم[2] غفاری سے اعراب کی اس جماعت کے متعلق پوچھا جو جہاد کی عام لام بندی کی دعوت کے سُننے اور جنگ کی قدرت رکھنے کے باوجود اپنے جنگل میں غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے، واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو رھم غفاری نے حدیبیہ میں درخت تلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، حضرت ابو رھم غفاری نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱

[2] حضرت ابو رھم کا نام کلثوم بن حصین تھا اور آپ غفار قبیلے سے تعلق رکھتے تھے اور مشہور صحابہ میں سے تھے لیکن آپ بدر و اُحد میں شامل نہیں ہوئے اور آپ حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت کرنے والوں میں شامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیر حاضری میں دو مرتبہ آپ کو مدینہ کا امیر مقرر کیا، ایک دفعہ عمرۃ القضاء میں اور دوسری دفعہ فتح مکہ کے سال، اور آپ مدینہ میں سکونت رکھتے تھے۔

کے ساتھ تبوک کی جنگ کی آپ نے بیان کیا کہ میں ایک شب آپ کے ساتھ چلا اور ہم اخضر مقام پر تھے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھا اور مجھے اونگھ آگئی اور میں بیدار رہنے لگا اور میری اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے نزدیک ہو گئی اور مجھے اس کا آپ کے قریب ہونا اس خوف سے ڈرانے لگا کہ میں رکاب میں آپ کے پاؤں کو گزند پہنچاؤں گا پس میں اپنی اونٹنی کو ہانکنے لگا اور راستے کے دوران مجھے نیند آگئی اور ہم رات کے ایک حصے میں تھے اور میری اونٹنی آپ کی اونٹنی سے ٹکرا گئی اور آپ کا پاؤں رکاب میں تھا اور میں آپ کے قول "حس" سے بیدار ہو گیا (حس کا لفظ عرب تکلیف کے وقت بولتے ہیں) میں نے کہا یا رسول اللہ میرے لیے استغفار کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چلیے، اور آپ مجھ سے ان لوگوں کے متعلق پوچھنے لگے جو بنی غفار میں سے پیچھے رہ گئے تھے اور میں آپ کو ان کے متعلق بتانے لگا اور آپ مجھ سے پوچھنے لگے، سرخ اور طویل قامت لوگوں نے کیا کیا ہے اور میں آپ کو ان کے پیچھے رہنے کے متعلق بتانے لگا، آپ نے پوچھا، ان سیاہ و سرخ فام اور چھوٹے قد اور گھنگھریالے بالوں والوں نے کیا کیا ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ قسم بخدا میں ان لوگوں کو نہیں جانتا آپ نے فرمایا بہت اچھا وہ لوگ جو شبکۂ شدخ[1] میں رہتے ہیں، حضرت ابو رہم بیان کرتے ہیں میں نے بنی غفار میں انہیں یاد کیا اور وہ مجھے یاد نہ آئے اور مجھے یاد آیا کہ وہ اسلم کے کچھ لوگ تھے جو ہم میں رہتے تھے اور وہ شبکہ شدخ میں گزارا کرتے تھے اور ان کے پاس بہت سے اونٹ تھے، میں نے کہا یا رسول اللہ، وہ لوگ اسلم قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہمارے حلیف ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — کسی پیچھے رہنے والے نے ان لوگوں کو اس بات سے منع نہیں کیا کہ وہ اپنے

---

[1] شبکہ شدخ، ایک جگہ کا نام ہے اور سہیلی میں شبکہ شرخ ہے۔

اونٹوں میں سے ایک اونٹ پر ایک شخص کو جو راہِ خدا میں چستی سے کام لینے والا ہے اور ہمارے ساتھ نکلنے والا ہے، سوار کرا دیں؟ اور اُسے نکلنے والے کی مانند ثواب ملے گا اور میرے اہل میں سے قریش میں سے مہاجرین و انصار اور غفار اور اسلم کا پیچھے رہنا مجھ پر گراں ہے۔[1]

لوگوں سے ملو، وہ چل چکے ہیں

یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خواہش سے کلام نہیں کرتے اس وقت فرمائی جب منافقین کی باتوں کی اطلاع آپ کو ملی اور فوج تبوک کی طرف مارچ کر رہی تھی اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، عبداللہ بن ابی کی پارٹی کے منافقین عناصر جیش نبوی میں شامل تھے اور یہ عناصر فوج میں ہمیشہ موجود رہے اور انہیں اس کی یونٹوں میں شمار کیا جاتا تھا حتیٰ کہ فوج تبوک سے واپس آ گئی۔

یہ پوشیدہ اور گھناؤنے عناصر فوج کی مختلف ٹکڑیوں کے درمیان موجود تھے اور وہ ــــ جب کہ فوج تبوک کے راستے میں تھی ــــ مسلمانوں کے قائدین اور فضلاء مہاجرین و انصار سے مذاق کر رہے تھے اور فوج کی صفوں کے درمیان رومی فوج کی قوت و عظمت کے متعلق زبانی خبریں نشر کر رہے تھے اور اُنھوں نے اپنے اعلانات میں اس رومی فوج کے متعلق تصور دیا کہ گویا وہ مغلوب نہ ہونے والی فوج ہے حتیٰ کہ وہ ظاہر ہوا اور اسی طرح نہ منافق عناصر، خفیہ تحقیقاتی نظام تھا جس کی رومی کمان کی طرف رومی فوج کی عظمت کی اشاعت کرنے پر ڈیوٹی لگائی گئی تھی اور اسی طرح یہ پوشیدہ عناصر، افواہوں کے اڑانے سے اسلامی فوج کے اعتماد کو کمزور کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور یہ کام اس اعتماد کے مقام پر جس سے اسلامی فوج ہمیشہ ممتاز رہتی ہے، شکست کی رُوح کو اتارنے کے ارادے سے کیا جا رہا تھا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱

اصحابِ حدیث و مغازی نے اس کا ذکر کرتے بیان کیا ہے کہ منافقین کی ایک پارٹی تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی، ان میں ودلیعہ بن ثابت بھی تھا، جو بنی عمرو بن عوف کا ایک شخص تھا اور الجلاس بن سوید بن الصامت اور بنی سلمہ کا حلیف مخشی بن حمیر اشجعی اور ثعلبہ بن حاطب بھی تھے، اس نے کہا تم رومیوں سے جنگ کرنے کی طرح خیال کرتے ہو؟ خدا کی قسم ہم تم کو کل رسیوں میں جکڑا ہوا پاتے ہیں —— اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق افواہ اڑاتے ہوئے اور مسلمانوں کو ڈراتے ہوئے یہ بات کہی اور ودلیعہ بن ثابت نے —— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اصحاب سے مذاق کرتے ہوئے کہا —— مجھے کیا ہوگیا ہے کہ میں اپنے ان قاریوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے ہمارے پیٹوں کو پُر کر دیا ہے اور زبانوں سے ہمیں جھٹلایا ہے اور مڈبھیڑ کے وقت ہمیں بزدل بنا دیا ہے؟ اور الجلاس بن سوید نے کہا اور یہ ام عمیر کا خاوند تھا اور اس کا بیٹا عمیر اس کی گود میں یتیم تھا —— یہ ہمارے سادات اور اشراف ہیں اور ہم سے فضیلت والے ہیں، خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں اللہ قسم بخدا میں چاہتا ہوں کہ میں اس بات پر صلح کر لوں کہ ہم میں سے ہر شخص کو سو کوڑے مارے جائیں اور ہمارا اس بات سے چھٹکارا ہو جائے کہ تمہاری باتوں کی وجہ سے ہمارے بارے میں قرآن نازل ہو۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا، لوگوں سے ملو، وہ جل چکے ہیں اور جو باتیں انھوں نے کہی ہیں ان کے متعلق ان سے پوچھو اور اگر وہ انکار کریں تو کہو، ہاں تم نے ایسی ایسی بات کی ہے، سو حضرت عمار ان کے پاس گئے اور ان سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر کرتے ہوئے جاؤ، ودلیعہ بن ثابت نے کہا —— اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ناقہ پر سوار تھے —— اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کا تنگ پکڑ لیا اور اس کے دونوں پاؤں پتھروں کو ٹھوکر مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا

تھا ـــــ یا رسول اللہ ہم بحث کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف التفات نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

ولئن سألتهم .... بانهم كانوا مجرمين[1]

(ترجمہ) اگر تو ان سے پوچھے تو وہ ضرور کہیں گے کہ ہم بحث کر رہے تھے اور کھیل رہے تھے، کہہ دیجیے کیا اللہ سے اور اس کی آیات سے اور اس کے رسول سے تم استہزاء کرتے ہو، تم عذر نہ کرو تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف کر دیں تو ہم ایک گروہ کو عذاب دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہیں۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عمیر نے الجلاس کے قول کا جواب دیا ـــــ جب اس نے کہا کہ ہم گدھوں سے بدتر ہیں ـــــ اس نے کہا، تو گدھے سے بدتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں اور تو جھوٹا ہے۔

اور الجلاس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر حلف اٹھایا کہ اس نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پہ یہ آیت اتاری۔

يحلفون بالله .... ومالهم فى الارض من ولى ولا نصير[2]

(ترجمہ) وہ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں کہا، انہوں نے کلمۂ کفر کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کفر کیا ہے اور اس چیز کا ارادہ کیا ہے جسے وہ حاصل نہیں کر پائے اور انہیں صرف یہ بات بری لگی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا ہے پس اگر وہ توبہ کریں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اگر وہ

---

[1] توبہ آیت ۶۵ - ۶۶

[2] التوبہ آیت ۷۴

منہ پھیریں تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں انہیں دردناک عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

اور جاہلیت میں اپنی قوم کے بعض افراد کے ذمے الجلاس کی دیت تھی اور وہ محتاج تھا پس جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ نے اس دیت کو لیا اور وہ اس سے مستغنی ہو گیا۔

مخشی بن حمیر کی توبہ

مخشی بن حمیر نے کہا یارسول اللہ قسم بخدا مجھے میرے نام اور میرے باپ کے نام نے بٹھایا اور اس آیت میں مخشی بن حمیر کو معاف کر دیا گیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام عبدالرحمٰن یا عبداللہ رکھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ شہید ہو کر مرے اور اس کی جگہ بھی معلوم نہ ہو، پس وہ جنگِ یمامہ میں قتل ہوا اور اس کا کوئی نشان نہ پایا گیا۔

اور الجلاس بن سوید کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والے منافقین میں شامل تھا اور وہ لوگوں کو خروج سے روکتا تھا اور اُم عمیر اس کے ماتحت تھی اور عمیر اس کی گود میں یتیم تھا اور اس کے پاس کوئی مال نہ تھا اور وہ اس کی کفالت کرتا تھا اور اس سے حسنِ سلوک کرتا تھا اور وہ کہتا تھا ـــــ خدا کی قسم اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں، عمیر نے اُسے کہا اے جلاس! تو مجھے سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھا اور میرے نزدیک ان سے زیادہ محترم تھا اور مجھے ان کی نسبت یہ بات زیادہ گراں گزرتی تھی کہ وہ کسی ایسی چیز سے دوچار ہو جسے ہم ناپسند کرتے ہوں، تو نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر میں نے اس کا ذکر کیا تو وہ مجھے رسوا کر دے گی اور اگر میں نے اُسے چھپایا تو میں ہلاک ہو جاؤں گا اور ان دونوں باتوں میں سے ایک، دوسری کی نسبت مجھ پر آسان ہے، پس اس نے الجلاس کی بات کا ذکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے الجلاس کو اس کی ضرورت کے لیے صدقہ سے مال دیا تھا اور وہ محتاج آدمی تھا،
رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الجلاس کی طرف آدمی بھیجا اور عمیر نے جو بات کی تھی
اس کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے خدا کی قسم اُٹھائی کہ اس نے یہ بات
بالکل نہیں کہی اور یہ کہ عمیر کاذب ہے ——— اور وہ عمیر بن سعید تھا ——— اور وہ
بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھا وہ کھڑا ہو کر کہنے لگا۔
اے اللہ میں نے جو بات تیرے رسول سے بیان کی ہے اس کی وضاحت تو اپنے
نبی پر اتار۔ کہ اللہ نے یہ آیت اتاری۔

یحلفون باللہ ما قالوا .... الی قولہ ... اغناھم اللہ ورسولہ
من فضلہ۔

یہ اس صدقہ کے متعلق ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا،
الجلاس نے کہا، میں سُنتا ہوں کہ اللہ نے مجھ پر توبہ کو پیش کیا ہے خدا کی قسم
عمیر نے جو بات کی ہے وہ میں نے کہی ہے اور جب اس نے اپنے گناہ کا اعتراف
کیا اور اچھی طرح توبہ کی اور عمیر بن سعید سے وہ جو بھلائی کرتا تھا اس سے نہ
رکا تو اس بات سے اس کی توبہ مشہور ہو گئی۔[1]

دیارِ ثمود سے گذرنا اور ان کے کنوئیں سے پانی پینے سے روکنا اور اسے بیباک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دانش مندانہ سیاست تھی آپ نے رکاوٹ
پیدا کرنے اور کفر و استہزاء کے کلمات بولنے کے باعث عناصرِ نفاق کے خلاف
کوئی کارروائی نہ کی حالانکہ قرآن کریم نے ان کے انکار کے بعد انہیں اس کی وجہ
سے رسوا کیا ہے۔

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف مسلسل مارچ کرتے رہے
اور مارچ کے دوران آپ وادی القریٰ سے گزرے جو مشہور کھیتوں والی اور

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۶۸، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵
سیرت حلبیہ جلد ۲ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۸

قیام کی خوبصورت جگہ ہے اور اس کے متعلق ایک شاعر نے کہا ہے سہ
کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کیا میں وادی القریٰ میں ایک شب گذاروں گا
تب تو میں خوش بخت ہوں گا۔

اور اسی طرح آپ دیارِ ثمود (صالح علیہ السلام کی قوم) میں سے حجر[1] کے پاس سے گزرے تو وہاں بھی آپ نے فوج کے ہر شخص کو اس کنوئیں سے جس سے ثمود پانی لیتے تھے ، پانی پینے اور وضو کرنے سے منع کر دیا۔

اور ثمود ، سرکش انسانوں کا ایک گروہ تھا جنہوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور

---

[1] حِجْر (ح کی زیر اور ج کے سکون کے ساتھ) یاقوت نے اپنے معجم میں بیان کیا ہے کہ وادی القریٰ میں مدینہ اور شام کے درمیان دیار ثمود کا نام ہے اور اصطخری نے بیان کیا ہے کہ حجر ایک چھوٹی بستی ہے جس کے باشندے تھوڑے ہیں اور وہ پہاڑوں کے درمیان وادی القریٰ سے ایک دن کی مسافت پر واقع ہے..... اور وہیں ثمود کی منازل تھیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (وتنحتون من الجبال بیوتا فارھین) اور اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے وہاں پہاڑوں کے درمیان اپنے گھروں کی مانند گھر دیکھے ہیں اور ان پہاڑوں کا نام الأثالث ہے اور وہ ایسے پہاڑ ہیں کہ جب دیکھنے والا انہیں دور سے دیکھتا ہے تو انہیں جڑے ہوئے خیال کرتا ہے اور جب ان کے درمیان بیٹھتا ہے تو ان کے ہر ٹکڑے کو الگ الگ دیکھتا ہے ، چکر لگانے والا ان کے ہر ٹکڑے کے درمیان چکر لگاتا ہے اور ان کے اردگرد ریت ہے جو اوپر نہیں چڑھ سکتی ، ان میں سے ہر ٹکڑا انفسہ قائم ہے اور ان پر کوئی شدید مشقت سے ہی چڑھ سکتا ہے اور وہیں ثمود کا وہ کنواں ہے جس کے بارے میں اور ناقہ کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ لھا شرب ولکم شرب یوم معلوم اس کے لیے اور تمہارے لیے پانی کا ایک دن مقرر ہے۔

اس کے رسول حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کے بعد ان سے دشمنی کی اور ان کے واقعہ اور ان کے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ کے واقعہ کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور انہوں نے نافرمانی کرتے ہوئے اور امر الٰہی کو چیلنج کرتے ہوئے اس ناقہ کی کونچیں کاٹ دی تھیں پس ان پر جلد عذاب آیا اور اللہ نے ان کو زلزلہ سے تباہ و برباد کر دیا۔

اور کتب تاریخ و سیر میں بیان ہوا ہے کہ دیارِ ثمود میں حجر مقام پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی تو آپ نے فرمایا بلاشبہ آج شب شدید ہوا چلے گی تم میں سے جو شخص کھڑا ہو وہ اپنے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہو اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کی رسی کو مضبوطی سے باندھ دے اور جس بات سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ڈرایا تھا وہ رونما ہوئی اور شدید تیز ہوا چلی اور سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق انصار بنی ساعدہ کے دو آدمیوں کے سوا، جو شخص بھی اُٹھ کھڑا ہوا اپنے ساتھی کے ساتھ کھڑا ہوا، ان دونوں میں سے ایک اپنی حاجت کے لیے اکیلا باہر گیا اور دوسرا اکیلے ہی اپنے اونٹ کی تلاش میں باہر چلا گیا۔

جو شخص اپنی حاجت کے لیے باہر گیا وہ شدید گلا گھٹنے کی مصیبت سے دوچار ہوا اور جو اپنے اونٹ کی تلاش میں گیا، ہوا نے اُسے اُٹھا کر طئی کے دو پہاڑوں میں پھینک دیا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی گئی جو دونوں آدمیوں کو پیش آیا تو آپ نے فرمایا کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا کہ تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھی کے ساتھ باہر نکلے پھر آپ نے اس شخص کے لیے دُعا کی جسے گلا گھٹنے کی تکلیف پہنچی تھی تو جو تکلیف اُسے لاحق ہوئی تھی اس سے اُسے شفا حاصل ہو گئی اور دوسرا شخص جو طئی کے دو پہاڑوں میں گرا تھا اُسے طئی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس وقت واپس کر دیا جب آپ تبوک سے مدینہ واپس آ رہے تھے[1]

[1] جوامع السیرۃ مؤلفہ ابن حزم صفحہ ۲۵۲، سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ (باقی صفحہ ۱۳۰ پر)

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حجر کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کے کنوئیں سے پانی لیا اور آٹا گوندھا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا ـــــ اس کا پانی نہ پیو اور نہ نماز کے لیے وضو کرو اور جو آٹا گندھا ہوا ہے اسے اونٹوں کو ڈال دو ، حضرت سہل[1] بن سعد بیان کرتے ہیں ، میں اپنے اصحاب سے چھوٹا تھا ۔ اور میں تبوک میں ان کا مہمان نواز تھا پس جب ہم اترے (یعنی حجر میں جو دیار ثمود میں سے ہے) تو میں نے ان کے لیے آٹا گوندھا پھر میں نے گندھے ہوئے آٹے کا کچھ وقت انتظار کیا اور میں ایندھن تلاش کرنے چلا گیا تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منادی اعلان کرنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم دیتے ہیں کہ ان کے کنوئیں کا پانی نہ پیو ، پس لوگ اس پانی کو گرانے لگے جو ان کے مشکیزوں میں تھا ، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے آٹا گوندھ لیا ہے آپؐ نے فرمایا اسے اونٹوں کو

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۱۰۰۶ ، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صـ۱۶۵

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) سہل بن سعد بن مالک بن خالد بن ثعلبہ خزرجی انصاری آپ کا نام حزن تھا ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام سہل رکھا ، زہری نے بیان کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت سہل پندرہ سال کے تھے اور حضرت سہل نے حجاج کی حکومت کا زمانہ پایا اور حضرت سہل سے تابعین کے ائمہ حضرت سعید بن المسیب ، زہری ، ابو حازم اور آپ کے بیٹے عباس بن سہل وغیرہ نے روایت کی ہے حضرت سہل نے ۹۱ھ میں ایک سو سال کی عمر میں وفات پائی ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ مدینہ میں اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے باقی رہنے والوں میں سے آخری صحابی تھے اور آپ اپنی داڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگتے تھے ۔ اگر میں مرگیا تو تم کسی سے یہ نہ سنو گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

ڈال دو ـــــ حضرت سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے جو آٹا گوندھا تھا اُسے لیا اور اُسے دو کمزور اونٹوں کو ڈال دیا اور وہ دونوں ہمارے اونٹوں میں سے زیادہ کمزور تھے۔
راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت صالح علیہ السلام کے کنوئیں کی طرف گئے اور ہم نے مشکیزوں سے پانی لیا اور ان سے غسل کرنے لگے پھر ہم سیراب ہو گئے اور ہم اس روز شام کو واپس آ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اپنے نبی سے آیات (معجزات) نہ مانگو یہ لوگ حضرت صالح کی قوم تھے انھوں نے اپنے نبی سے معجزہ مانگا اور ناقہ اس راستے سے ان کے پاس آتی تھی اور انہیں اس روز اپنا دودھ پلاتی تھی جس روز پانی پینے آتی تھی پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں تو انہیں تین بار وعدہ دیا گیا اور اللہ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا سو عذاب نے انہیں پکڑ لیا اور ان میں سے ایک شخص کے سوا جو حرم میں تھا سب لوگ جو آسمان کے نیچے تھے ہلاک ہو گئے، اُسے حرم نے عذاب الٰہی سے بچا لیا اصحابہ نے دریافت کیا یا نبی اللہ وہ کون تھا؟ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو رغال ابو ثقیف، انہوں نے پوچھا اکہ کی جانب سے اس کا کیا واسطہ تھا؟ آپ نے فرمایا حضرت صالح نے اُسے زکوٰۃ جمع کرنے کے لیے بھیجا تو وہ ایک شخص کے پاس پہنچا جس کے پاس ایک سو بکریاں تھیں جن کا دودھ بہت کم تھا یا ختم ہو چکا تھا اور اس کے پاس بچے والی بکری بھی تھی اور ایک بچہ بھی تھا جس کی ماں گزشتہ کل کو مر گئی تھی اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید لے لو۔ سو اس نے ایک دودھیل بکری لے لی تو اس نے کہا یہ اس بچے کی ماں کے بعد اس کی ماں ہے، اس کی بجائے دس بکریاں لے لو، اس نے کہا، نہیں، اس نے کہا بیس لے لو، اس نے کہا نہیں، اس نے کہا پچاس لے لو، اس نے کہا نہیں اس نے کہا اس نے کہا اس بکری کے سوا سب بکریاں لے لو، اس نے کہا نہیں اس نے کہا اگر تو دودھ کو پسند کرتا ہے تو میں بھی اُسے پسند کرتا ہوں پھر اس نے اپنا ترکش بکھیر دیا اور کہنے لگا اے اللہ گواہ رہ پھر اس نے

اپنے تیر کو سوفار لگایا اور اُسے قتل کر دیا اور کہنے لگا کہ مجھ سے پہلے یہ خبر اللہ کے نبی تک کوئی پہنچائے پس اس نے آکر حضرت صالح کو واقعہ کی اطلاع دی تو حضرت صالح نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر تین بار کہا اے اللہ ابو رغال پر لعنت کر[1]

ثمود کی رہائش گاہوں میں داخل ہونے سے روکنا

حدیث اور مغازی کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ حجر میں تھے، فرمایا، ان عذاب یافتہ لوگوں ——— یعنی حضرت صالح کی قوم ——— کے پاس روتے ہوئے جاؤ کہ تمہیں بھی ان کی طرح عذاب نہ پہنچے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ——— جب کہ آپ حجر میں تھے ——— ان لوگوں کی رہائش گاہوں میں داخل نہ ہو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تمہیں بھی ان کی طرح عذاب نہ پہنچے ہاں روتے ہوئے جاؤ پھر آپ نے اپنا سر ڈھانک لیا اور تیزی سے چل کر وادی سے گزر گئے[2]

اور مغازی الواقدی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— تم ان عذاب یافتہ لوگوں کے پاس روتے ہوئے جاؤ پس اگر تم رونے والے نہیں تو ان کے پاس مت جانا، تمہیں بھی وہ عذاب پہنچے گا جو انہیں پہنچا ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے بیان کیا ہے کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انگوٹھی لایا جو اُسے حجر میں مدینین کے گھروں سے ملی تھی، راوی بیان کرتا ہے کہ آپ نے اس سے اعراض کیا اور اپنے ہاتھ سے اپنے آپ کو چھپا لیا کہ اس پر نظر نہ پڑ جائے اور فرمایا اسے پھینک دو، سو اس نے اُسے پھینک دیا اور مجھے اس وقت تک معلوم نہیں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۸

[2] صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۶، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۸

کہ وہ کہاں گری ہے، اور حضرت ابن عمر فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان منذبین کے بالمقابل آئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ وادی النفر ہے اور وہ اس میں اپنی سواریوں کو دوڑانے لگے یعنی تیز چلنے کے لیے انہیں اکسانے لگے حتیٰ کہ وہ اس سے باہر نکل گئے۔[1]

فوج کے اندر تشکیک اور بڑے عناصر

اس بحث میں پہلے بیان ہوچکا ہے کہ تبوک کی طرف مارچ کرنے والی نبوی فوج کے عناصر، نفنفنہ کالم کی کئی پارٹیوں کو اپنے اندر لیے ہوئے تھے ان کا اسلام سے کوئی واسطہ نہ تھا وہ صرف بظاہر اسلام کی محبت کے حامل تھے اور وہ منافقین تھے، جن پر "باطنیوں" کا لفظ متطبق ہوتا ہے کیونکہ وہ اسلام کا اظہار کرتے تھے اور کفر کو چھپاتے تھے۔

اور قرآن کریم نے ان آیات میں جو آپ پر نازل ہوئیں، انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح کر دیا جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے ـــــ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور آپ کے اصحاب سے استہزاء و ٹھٹھے کی بُری باتیں کیں اور انہوں نے اس وقت اپنے بُرے سلوک کا انکار نہ کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جواب طلبی کی لیکن ان سے جو بات سرزد ہوچکی تھی اس پر انہوں نے معذرت کی اور اس کا باعث فقط بحث اور کھیل تھا لیکن قرآن کریم نے کفر سے انہیں رسوا کیا اور فرمایا تم معذرت نہ کرو تم نے کفر کیا ہے اور ان میں سے بعض نے توبہ کی اور بعض اپنے باطنی کفر پر قائم رہے۔

اگرچہ قرآن کریم نے کفر و الحاد سے انہیں رسوا کیا ہے پھر بھی رسولِ حکیم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فوج سے نہ نکالا اور نہ ان کے خلاف کوئی تادیبی

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۵

کاروائی کی حالانکہ ——— موجودہ زمانے کی تعبیرات کے مطابق ——— آپ لام بندی اور ایمرجنسی کی حالت میں تھے اور جنگ کے لیے مارچ کرنے والی بڑی فوج کے اندر ان کا مسلسل آزادانہ طور پر موجود رہنا اس فوج کے لیے اور خصوصاً اس کے سالار اعلیٰ کے لیے پریشانیوں کا باعث بن سکتا تھا۔

اور عملاً رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نیک اصحاب جو اس فوج کے افراد تھے مسلسل ان منافقین کی جانب سے بہت سی پریشانیوں کو برداشت کرتے رہے اور یہ خبیث عناصر جو بباطن کافر اور بظاہر مسلمان تھے، ان کے مریض دلوں میں کینے اور حسد کی ہنڈیاں اُبل رہی تھیں اور اس نے ان کی خوابگاہوں کو سخت کر دیا اور ان کے دلوں کو نچوڑ دیا کہ اس عجائبانہ جنگ میں جس کی نظیر جزیرہ عرب نے بلکہ تمام دنیا نے اپنی تاریخ میں نہیں دیکھی، مسلمانوں کی وحدت قائم ہو اور نفاق کے ان خبیث عناصر کو یہ بات بُری لگی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے مرزبوم سے خوفزدہ اور چھپ کر نکلے تھے اور آپ کے خون کو آپ کے اہل اور خاندان نے مباح کر دیا تھا اور آپ کے ساتھ آپ کے وفادار دوست صدیق اکبرؓ کے سوا کوئی نہ تھا...... ان منافق عناصر کو یہ بات بُری لگی کہ یہ عظیم فوجی قوت ——— جو تیس ہزار جانباز تھے ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اس طرح تعمیل کرے کہ اس کی کوئی نظیر نہ ہو...... اس فوج میں اوس اور خزرج کی بڑی اکثریت تھی، جو ان منافقین میں سے ایک شخص کی رعیت بننے کی تیاری کر رہے تھے جس کے اصحاب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل یثرب پر اس کی شاہانہ تاجپوشی کے انتظامات کر رہے تھے اور وہ خزرج کا سردار عبداللہ بن ابی بن ابی سلول تھا۔

یہ منافقین جن کا سرخیل عبداللہ بن ابی تھا اپنے خبیث دلوں کی گہرائیوں سے سمجھتے تھے کہ یثرب کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اس کے باشندوں کا اسلام میں داخل ہونا سفید انقلاب کے قائم مقام ہے (اگر یہ تعبیر درست ہو

تی جس نے ان جاہلی او عناصر کو اُلٹ پلٹ دیا جن میں رئیس المنافقین یثرب کا باتاج بادشاہ بننے کو تھا اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مدینہ آئے اس وقت ابن ابی کی قوم اس کے لیے قیمتی پتھروں کا تاج بنا رہی تھی تاکہ اُسے اس کے سر پر رکھیں[1]۔

اس لیے رئیس المنافقین اور اس کے دوست عناصر سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یثرب میں اپنے اسلام کے پھیلانے سے ان کے زعیم عبداللہ بن ابی سے وہ بادشاہت چھین لی ہے جس کے تخت پر بیٹھنے کی وہ اُسے مبارکباد دے رہے تھے یہاں سے یہ منافقین مسلمانوں کی وحدت کو پارا پارا کرنے اور ان کی جمعیت کو پریشان کرنے کے لیے اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سازشیں کرنے لگ گئے ۔ قریب تھا کہ ان کی وحدت کو ——— جسے اسلام نے قائم کیا تھا ——— وہ بادشاہت توڑ دیتی جس کا عبداللہ بن ابی آرزو مند تھا۔

اور منافقین ——— جب سے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے مدینہ مشرف ہوا تھا ——— اس جدید پوزیشن کے خلاف جسے اسلام نے قائم کیا تھا کام کر رہے تھے، پس وہ ہر مناسب موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشوں کے جال بنتے تھے لیکن غزوہ تبوک میں انہوں نے اپنی تخریبی کارروائیوں کو وسعت دے دی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خطرناک کام کیے جو دھوکے سے آپ کے قتل کرنے کی کوشش تک پہنچے اور وہ ایسے کام تھے جن کی مانند کاموں کی منافقین نے ماضی میں جرأت نہ کی تھی۔

اور ان کے تخریبی تشکیکی کاموں میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے فوجی عناصر کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کے متعلق،

---

[1] عبداللہ بن ابی کا واقعہ اور اس کی تاجپوشی کی کوشش کا حال ہماری پہلی کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

شک وشبہ پھیلانے کی کوشش کی اور ایک واقعہ یہ ہوا کہ جیش نبوی نے ایسے علاقے میں پڑاؤ کیا جہاں پانی نہ تھا اور وہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے اپنے راستے میں تھا اور جیش کو ـــــ جو تیس ہزار تھا ـــــ شدید پیاس لگی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت حال کی اہمیت کی اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف دُعا کرنے کے لیے متوجہ ہوئے تو اس نے آپ کو معجزہ سے سرفراز فرمایا اور وہ یوں کہ اللہ تعالےٰ نے بارش نازل کر دی اور فوج پانی سے سیراب ہو گئی اور انہوں نے اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو پانی پلایا اور ان کے دل پر سکون ہو گئے اور فوج میں موجود عناصر نفاق کے امکان میں تھا کہ وہ اس معجزہ پر غور کرتے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق پر اس سے ایک دلیل کے طور پر نصیحت حاصل کرتے لیکن وہ اپنے کفر و عناد پر مصر رہے اور کہنے لگے یہ بات اتفاقاً ہوئی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ـــــ جب کہ آپ تبوک کے راستے میں تھے ـــــ ایک روز صبح کی تو فوج کے پاس کوئی پانی نہ تھا، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امر کی شکایت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پانی والی جگہ پر نہ تھے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی فوج کنوؤں اور پانی کے چشموں والی زمین میں نہ تھے، حضرت عبد اللہ بن ابی حدرد[1] بیان کرتے ہیں کہ ـــــ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رو بقبلہ ہو کر دُعا کی ـــــ اور قسم بخدا میں نے آسمان پر کوئی بادل نہ دیکھا ـــــ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلسل دُعا کرتے رہے حتیٰ کہ میں بادلوں کو دیکھنے لگا کہ وہ ہر جانب سے اکٹھے ہو رہے ہیں اور ابھی آپ نے اپنی قیام گاہ کا قصد نہ کیا تھا کہ بادل نے ہم پر

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ خیبر میں دیکھیے۔

پانی برسا دیا اور گویا میں بارش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر سُن رہا ہوں پھر اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ہم پر مطلع صاف کر دیا اور زمین ایک دوسرے میں پانی پہنچانے والے تالاب بن گئی[1] پس اس نے لوگوں کو پانی پلایا اور وہ سب کے سب سیراب ہو گئے اور ضرورت کے مطابق انہوں نے پانی اٹھا لیا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُن رہا تھا کہ ــــ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور حضرت فاروق عمر بن الخطابؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ــــ ہم شدید گرمی میں نکلے اور ایک منزل پر اُترے جس میں ہمیں پیاس نے تکلیف دی حتیٰ کہ ایک شخص اپنے اونٹ کو ذبح کرتا اور اس کے گوبر کو نچوڑ کر پی جاتا اور باقیماندہ کو اپنے جگر پر رکھ لیتا، پس انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس امر کی شکایت کی اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ، اللہ تعالیٰ نے آپ کو دعائے خیر کا عادی بنایا ہے ہمارے لیے اللہ سے دُعا کیجیے، آپؐ نے فرمایا، کیا آپ اس بات کو پسند کرتے ہیں، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، ہاں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ان دونوں کو اس وقت تک واپس نہ لائے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بادل بھیجا اور وہ برسا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد نے بیان کیا ہے کہ میں نے منافقین کے ایک شخص سے کہا تو ہلاک ہو جائے کیا اس کے بعد بھی کوئی بات رہ گئی ہے ؟ اس نے کہا۔ گذرنے والا بادل تھا، اور وہ اوس بن قیظی تھا[2]

اور یونس بن محمد نے یعقوب بن عمر بن قتادہ سے بحوالہ محمود بن لبید بیان

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۱

[2] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۸، مغازی الواقدی جلد ۲ صفحہ ۱۰۰۹

کیاہے کہ اس نے اس سے پوچھا کہ کیا لوگ اپنے میں سے منافقین کو جانتے تھے؟ اس نے کہا، ہاں خدا کی قسم جانتے تھے اور ایک شخص ان کے باپ، بھائی اور عمزادوں کو جانتا تھا، میں نے تیرے دادا قتادہ بن النعمان کو بیان کرتے سُنا ——— ہمارے گھر میں منافقین نے ہمارا پیچھا کیا پھر بعد ازاں میں نے حضرت زید بن ثابت کو بنی النجار کے متعلق بیان کرتے سُنا ——— اللہ اُسے برکت نہ دے پوچھا جاتا، اے ابوسعید کسے؟ اور وہ کہتے، اسعد بن زرارۃ کو ——— اور یہ شخص فاضل صحابی حضرت اسعد بن زرارۃ کے علاوہ ہے ——— اور قیس بن فہدکو پھر حضرت زید بیان کرتے ہیں اور میں نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک میں دیکھا ہے کہ جب کبھی پانی کا معاملہ پیش آتا جو نہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اللہ نے بادل بھیج دیا اور اس نے بارش برسا دی حتیٰ کہ لوگ سیراب ہوگئے، ہم نے کہا ارے تو ہلاک ہو جائے کیا اس کے بعد بھی کوئی بات رہ گئی ہے؟ اس نے کہا گزرنے والا بادل تھا اور اسے محمود بن لبید خدا کی قسم آپ کی اس سے قرابت داری ہے؟ محمود نے بیان کیا ہے میں اُسے جانتا ہوں [1]

اور جیش نبوی کے تبوک کی طرف مارچ کرنے کے دوران، منافقین اپنی خبیث کوششوں میں مسلسل مصروف رہے تاکہ مسلمانوں کے اعتماد کو اپنے نبی کے صدق کے بارے میں متزلزل کر دیں پس انہیں اپنے تشکیکی مقاصد کے پورا کرنے کے لیے جو موقع بھی ملتا وہ اس سے فائدہ اُٹھاتے اور اس بات کی بالکل پرواہ نہ کرتے کہ وہ اپنے عیب دار حنکر تصرفات سے رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دے رہے ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم کی وسعت اور آپ ان پہ جو صبر کر رہے ہیں اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۰۹

اور اتفاقاً ایک واقعہ رونما ہوا جس سے سچے مومنین کے ایمان میں اضافہ ہوگیا اور یہ بڑے منافق، کفر کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق تشکیک پیدا کرنے افواہیں پھیلانے میں بڑھ گئے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے آپ کو بارش کے واقعہ سے سرفراز فرمانے کے بعد کوچ کیا تو ایک مقام پر اترے اور رات گزاری اور جب صبح ہوئی تو آپ کی ناقہ قصویٰ گم ہوگئی اور آپ کے بعض اصحاب اس کی تلاش میں نکلے اور اس فوج میں جو بڑے عناصر تھے انہوں نے اس واقعہ سے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صدق کے متعلق دلوں میں شک پیدا کرنے کے لیے راستہ بنانا چاہا، حضرت عمارہ بن حزم نے بیان کیا ہے ــــــ آپ بدری تھے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ــــ کہ ایک منافق سردار زید بن اللصیت جو بنو قینقاع کے یہودیوں میں سے تھا اور بظاہر مسلمان تھا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہودیانہ بغض و کینہ رکھتا تھا یہ منافقین کا سردار ابن اللصیت، حضرت عمارۃ بن حزم کے کجاوے میں تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصویٰ گم ہوگئی اور آپ کے بعض اصحاب اسے تلاش کرنے گئے تو زید بن اللصیت نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیال نہیں کرتے کہ وہ نبی ہیں اور تم کو آسمانی خبریں دیتے ہیں اور انہیں معلوم ہی نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے؟

یہ خبیث بات لعین عداوت کی حامل ہے جو شک و ریب سے پھوٹی ہے اس منافق نے چاہا کہ اسے پھیلا دے ممکن ہے کہ اس کے ٹکڑے فوج میں بعض موجود خوشدلوں کو نشانہ بنائیں اور وہ بھی اس بات میں ملوث ہوجائیں جس میں یہ منافق اور اس کی خبیث پارٹی ملوث تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس منافق کو ذلیل و رسوا کیا اور شک و ریب سے پیدا ہونے والے اثرات کو باطل کردیا جن سے اس نے فوج کے کانوں پر تیر اندازی کی تھی۔

اس منافق نے فوج کی موجودگی میں جو بات کہی تھی اس کی اطلاع سالار رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا کہ وہ بشر ہیں اور غیب نہیں جانتے لیکن اس وقت آپ نے یہ بھی تاکید کی کہ آپ نبی مرسل ہیں اور نبی ـــــ اپنے علوم نبوت کے باوجود جو تمام مراتب سے بالا ہوتا ہے ـــــ اور غیبیہ میں سے صرف وہی کچھ جانتا ہے جس کی اللہ اُسے خبر دیتا ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی موجودگی میں اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی ہے کہ ایک منافق کہتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خیال کرتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور وہ تمہیں آسمانی خبریں دیتے ہیں اور انہیں معلوم نہیں کہ ان کی ناقہ کہاں ہے اور قسم بخدا میں صرف وہی بات جانتا ہوں جو اللہ مجھے سکھاتا ہے اور اس نے مجھے اس کے متعلق بتا دیا ہے اور وہ وادی میں فلاں فلاں درّے میں ہے ـــ آپ نے انہیں وہ درّہ بھی بتایا ـــــ اُسے ایک درخت نے اُس کی مہار سمیت روک رکھا ہے، جاؤ اور اُسے لے آؤ، پس وہ گئے اور اُسے لے آئے اور حضرت عمارۃ بن حزم بھی موجود تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ ابن اللصیت ہی یہ خبیث بات کہنے والا ہے، پس جب حضرت عمارۃ اپنے کجاوے میں آئے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے عجیب بات بیان کی ہے وہ کسی کہنے والے کی بات کے متعلق ہے جس کے متعلق اللہ نے آپ کو خبر دے دی ہے اس نے ایسے ایسے کہا ہے ـــــ یعنی جو بات زید نے کہی تھی ـــــ راوی کا بیان ہے کہ ایک شخص نے جو عمارۃ کے کجاوے میں تھا، کہا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر نہ ہوا تھا، خدا کی قسم آپ کے آنے سے قبل زید اس بات کا کہنے والا ہے، راوی کہتا ہے کہ حضرت عمارۃ زید بن اللصیت کی گردن پر مارتے ہوئے آئے اور کہنے لگے خدا کی قسم میرے کجاوے میں بڑی مصیبت ہے اور مجھے معلوم ہی نہیں اے دشمنِ خدا میرے کجاوے سے باہر نکل جا۔

اور جس شخص نے عمارۃ کو زید کے متعلق بتایا وہ آپ کا بھائی عمرو بن حزم تھا

اور کجاوے میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت تھی اور جو شخص جاکر درّے سے ناقہ کو لایا وہ حارث بن خزمۃ الشہلی[1] تھا، آپ نے اُسے دیکھا تو اس کی مہار درخت سے اُلجھی ہوئی تھی، واقدی نے بیان کیا ہے کہ زید بن اللعیت نے کہا کہ گویا میں اسی روز مسلمان ہوا، میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شک کرتا تھا اور اب میں آپ کے بارے میں صاحب بصیرت ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ[2] کے رسول ہیں پس لوگوں نے خیال کیا کہ اس نے توبہ کر لی ہے لیکن خارجہ بن زید[3][4] اس بات سے انکاری ہیں کہ ابن اللعیت نے توبہ کی ہے اور خارجہ کہا کرتے تھے کہ زید بن اللعیت ہمیشہ ہی بے جرأت رہا حتیٰ کہ مرگیا[5]

عربوں میں اُونٹوں کے پہلے حدی خوان

واقدی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی المشقق[6] میں گئے تو آپ نے نصف شب کو ایک حدی خوان کو سُنا اور آپ نے فرمایا ہمیں جلد لے چلو ہم اسے ملیں نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا حدی خوان کن میں سے ہے تم میں سے ہے یا تمہارے دُوسروں میں سے ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہمارے دوسروں میں سے ہے، راوی بیان کرتا ہے کہ رسول اللہ

---

[1] حارث بن خزیمۃ بن عدی بن ابی غنم، بنی عبد الاشہل کے حلیف موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر اور تمام معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے اور حضرت علیؓ کی خلافت میں ۴۰ھ میں وفات پائی۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۰ [3] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۰

[4] یہ خارجہ مشہور صحابی حضرت زید بن ثابت کے بیٹے ہیں اور خارجہ فقہائے سبعہ میں سے ایک ہیں جنہوں نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا زمانہ پایا اور مدینہ میں فوت ہوئے

[5] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۰ [6] المشقق، مدینہ اور تبوک کے درمیان ایک وادی ہے، وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۴ پر ایسے ہی بیان ہوا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم اسے جا ملے کیا دیکھتے ہیں کہ ایک جماعت ہے آپ نے پوچھا تم کن لوگوں میں سے ہو؟ انہوں نے کہا مُضر سے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی مُضر سے ہوں پس آپ نے نسب بیان کیا حتیٰ کہ مُضر تک پہنچ گئے ، لوگوں نے کہا ہم اونٹوں کے پیچھے ہانکنے والے ہیں ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ بات کیسے ہے ؟ انہوں نے کہا اہل جاہلیت میں ایک دوسرے پر غارت گری کرتے تھے پس ان میں سے ایک شخص پر غارت گری کی گئی اور اس کے ساتھ اس کا غلام بھی تھا سو اس کے اونٹ پراگندہ ہو گئے اس نے اپنے غلام کو انہیں اکٹھا کرنے کا حکم دیا تو اس نے کہا میں نہیں کر سکتا تو اس نے اس کے ہاتھ پر عصا مارا اور غلام کہنے لگا ہائے میرا ہاتھ ہائے میرا ہاتھ اور اونٹ اکٹھے ہونے لگے اور اس کا آقا کہنے لگا اونٹوں کو ایسے ہی کہو ، اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے [1]

اہل یمن کی نصرتِ اسلام

اصحاب سیر و مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک کے راستے میں اپنے اصحاب کو بشارت دی کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایران و روم پر غلبہ اور فتح اور ان کی حکومتوں پر قبضہ دے گا اور اہل یمن ایک زبردست قوت اور جہاد کے ذریعے اسلام کی مدد کرنے میں بڑے فعال اثر والے ہوں گے اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا ـــــ اور وہ تبوک کی طرف رواں تھے ـــــ کیا میں تم لوگوں کو بشارت دوں ، صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ، آپ نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نے مجھے "خزانے" ایران اور روم عطا فرمائے ہیں اور بادشاہوں یعنی ملوک حمیر سے مجھے مدد دی ہے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۱۰۱۱

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صہ ۱۰۱۱

وہ راہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور اللہ کی غنیمت کو کھاتے ہیں[1]

اور یہ نبوت کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد واقعات نے اسلام کی روشن تاریخ کے زمانے میں —— اور خصوصاً شام اور افریقہ کی فتح میں ثابت کر دیا ہے کہ اہلِ یمن اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے فعال قوت تھے اور خلیفہ صدیق کے زمانے میں جب آپ کی افواج جہاد کے لیے حدود شام و عراق سے گزریں تو ان کی امدادات عظیم تھیں اور شام میں چاروں افواج کا ایک سالار یمنی تھا یعنی حضرت شرجیل بن حسنہ اور حمیر کا ایک بادشاہ ذوالکلاع حمیری ان جنگوں میں نمایاں ہونے والی افواج کا سالار تھا جو یمن سے آئی تھیں اور جنگِ یرموک میں بھی نمایاں تھیں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے ایک صحابی کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھنا

تبوک کی طرف مارچ کے دوران اور معین طور پر حجر اور تبوک کے درمیان حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے نماز پڑھی اور یہ پہلی دفعہ ہے جس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی دوسرے مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور تاریخ کے مصادر میں بیان ہوا ہے کہ فوج نے نمازِ صبح کے وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا اور آپ اپنے کسی کام کی وجہ سے پیچھے رہ گئے اور فوج کو خوف پیدا ہوا کہ ان کے صبح کی نماز پڑھنے سے قبل سورج طلوع ہو جائے گا تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے اپیل کی کہ وہ ان کی امامت کریں تاکہ وہ نماز پڑھ لیں تو انہوں نے ایسے ہی کیا اور ابھی انھوں نے پہلی رکعت کا رکوع نہیں کیا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے پس مسلمانوں نے حضرت

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۱

عبدالرحمٰن بن عوف کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے آگاہ کیا اور یہ آگاہی تسبیح کے طریق سے ہوئی تاکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے امامت کی جگہ سے ایک طرف ہو جائیں تو آپ نے ایسے ہی کیا اور وہ یوں کہ ایک صفِ اوّل کی طرف اُلٹے پاؤں چلے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی نماز میں امام برقرار رہیں تو انہوں نے حکم کی بجا آوری کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے مقتدی بن کر نماز پڑھی اور جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے سلام پھیرا تو لوگ اُچھل پڑے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بقیہ رکعت کو ادا کرنے لگے ..... اور اس موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اُمت کے صالحین میں سے ہیں اور آپ نے ـــــ نماز سے فارغ ہونے کے بعد ـــــ فرمایا ـــــ تم نے اچھا کیا کسی نبی نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک اس کی اُمت کے صالح شخص نے اس کی امامت نہیں کی[1]

قانونی پوائنٹ

جیسا کہ ہمیشہ ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، قوانین ہوتے ہیں جن پر مسلمان عمل کرتے ہیں بلاشبہ وہ قول جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ وہ تبوک کی طرف رواں تھے اس نزاع کے بارے میں فرمایا جو آپ کے اصحاب میں سے دو آدمیوں کے درمیان پیدا ہوا اور یہ قول، ایک قانون بن گیا جس پر فقہا نے جنایات میں عمل کیا، اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ یعلیٰ[2] بن منیہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لائے جو آپ کا مزدور تھا اس نے فوج کے ایک شخص سے جھگڑا کیا اور اس شخص نے اس کو دانتوں سے کاٹا اور مزدور نے اپنا ہاتھ کاٹنے والے سے چھڑایا تو اس کے اگلے دانت نکل گئے پس کاٹنے والا

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۲

[2] شاید یہ یعلیٰ بن منیہ مشہور صحابی ہیں، جن کا ذکر حضرت عثمانؓ کے قتل میں نمایاں ہے۔

زخمی اس سے چمٹ گیا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنا جھگڑا لے گیا اور وہ معاوضہ کا خواہش مند تھا، یعلیٰ نے بیان کیا ہے کہ میں بھی اپنے مزدور کے ساتھ کھڑا ہو گیا تا کہ دیکھوں کہ وہ کیا کرتا ہے۔ پس ان دونوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے ایک شخص قصد کرتا ہے اور اپنے بھائی کو سانڈ کی طرح دانتوں سے کاٹتا ہے پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے دانتوں کو جو تکلیف پہنچی تھی اُسے باطل قرار دے دیا کیونکہ دانتوں سے کاٹنے والا زیادتی کرنے والا تھا اور اس کے دانت اس کی زیادتی کے نتیجے میں نکلے تھے [1]

تبوک پہنچنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً چار سو میل کا سفر کرنے کے بعد تبوک پہنچ گئے اور وہاں صرف تھوڑا سا پانی تھا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ——————— کو ایک نئے معجزہ سے یوں سرفراز فرمایا کہ آپ کے لیے یہ چشمہ بہت سے پانی سے پھوٹ پڑا حتیٰ کہ فوج سیراب ہو گئی، ایسے ہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض اصحاب کو خبر دی تھی کہ تبوک ——— پانی کی اس کمی کے بعد ——— عنقریب خوبصورت باغات والا ہو جائے گا اور عملاً یہ بات رُو نما ہوئی جیسا کہ آجکل دیکھا جاتا ہے اور یہ نبوت کا ایک نشان ہے۔

اور مغازی میں بیان ہوا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انشاء اللہ کل تم چشمہ تبوک پر آؤ گے اور تم اُسے دن کے چڑھ جانے کے وقت پاؤ گے پس جو شخص اس کے پاس آئے وہ میرے آنے تک اس کے پانی کو نہ چھوئے، حضرت معاذ بن جبل کا بیان ہے کہ ہم آئے تو دو آدمی اس کی طرف سبقت کر چکے تھے اور چشمہ زلال کی طرح تھوڑا بہہ رہا تھا، آپ نے ان دونوں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۲

سے دریافت کیا کیا تم دونوں نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں، پس آپ نے ان دونوں کو وہ بات کہی جو اللہ چاہتا تھا کہ انہیں کہیں پھر انھوں نے اپنے ہاتھوں سے تھوڑے تھوڑے چلو بھرے حتیٰ کہ وہ مشکیزے میں جمع ہوگیا پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر اُسے دوبارہ اس میں ڈال دیا تو چشمے میں بہت پانی آگیا اور لوگوں نے پانی پیا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — اے معاذ اگر تیری زندگی لمبی ہوئی تو تُو جلد ہی اس جگہ کو باغات سے بھرا ہوا دیکھے گا۔[1]

اور بیہقی اور ابونعیم نے حضرت عروہ سے روایت کی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک اُترے تو وہ ایسا وقت تھا جس میں اس کا پانی کم ہوگیا تھا پس آپ نے اپنے ہاتھ سے اس کے پانی سے ایک چلو لیا اور اس سے اپنا منہ دھویا پھر اس میں تھوکا تو اس کا چشمہ پھوٹ پڑا حتیٰ کہ وہ بھر گیا اور وہ اس وقت تک ایسے ہی ہے اور ابن اسحٰق نے بھی ایسے ہی بیان کیا ہے اور اس میں ہے کہ —— کہ اس کا پانی کھُل گیا حتیٰ کہ اس کے سننے والے کہتے تھے کہ اس کی آواز گرج کی آواز کی طرح تھی اور یہ پانی آج کل تبوک کا فوارہ ہے۔[2]

تبوک میں نبوی محافظین

فوج کا سالار اعلیٰ ہونے کے لحاظ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ آپ اپنے محافظین کھڑے کریں جو آپ کے ہیڈکوارٹر کی حفاظت کریں کبھی آپ دشمن کے

---

[1] الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱ ۔ تحقیق ڈاکٹر محمد خلیل ہراس اور مسلم نے اس حدیث کو حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے اور واقدی نے اسے المغازی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۳ پر بیان کیا ہے ۔ [2] الخصائص الکبریٰ مؤلفہ امام سیوطی جلد ۲ صفحہ ۱۰۱

علاقے میں ہوتے تھے اور جنگ کی حالت میں ہوتے تھے اور صحابہ میں سے دو آدمیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کی ذمہ داری لینے میں شہرت پائی اور وہ حضرت عباد بن بشر اور حضرت محمد بن مسلمہ تھے اور دونوں انصار میں سے تھے۔

اور تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ جس روز سے آپ تبوک آئے حتیٰ کہ وہاں سے کوچ کر گئے ــــ حضرت عباد بن بشر کو اپنی محافظت پر مقرر کیا اور حضرت عباد اپنے جوانوں کے ساتھ گشتی کارروائیاں کرتے تھے اور فوج میں آپ کے اصحاب کے گرد بھی چکر لگاتے تھے ایک روز آپ صبح سویرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہم اپنے پیچھے مسلسل تکبیر کی آواز سنتے ہیں حتیٰ کہ صبح ہو جاتی ہے کیا آپ نے ہم میں سے کسی کو محافظوں پر چکر لگانے کے لیے مقرر کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ایسا نہیں کیا لیکن ہو سکتا ہے کہ بعض مسلمان ہمارے گھوڑوں پر مقرر ہوں، حضرت سلکان بن سلامہ نے کہا یا رسول اللہ میں دس مسلمانوں کے ساتھ اپنے گھوڑوں پر نکلا اور ہم محافظوں کی حفاظت کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ راہِ خدا میں محافظت کرنے والے محافظین کے محافظین پر رحم فرمائے تم نے جن سب آدمیوں یا چرپاؤں کی حفاظت کی ہے ان میں سے ہر ایک کے بدلے میں تمہارے لیے قیراط کا اجر ہے۔

اور غزوہ تبوک میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایک اور معجزہ ظاہر کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ایمان میں اضافہ کر دیا واقدی نے جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۴، ۱۰۳۵ پر بیان کیا ہے کہ بنی سعد ہذیم کی ایک جماعت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم آپ کے پاس آئے ہیں اور اپنے اہل کو اپنے ایک کنوئیں پر چھوڑ آئے ہیں جس کا پانی کم ہے، اور یہ سخت گرمی کا موسم ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ ہم پراگندہ

ہوجائیں گے اور ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے کیونکہ اسلام ابھی تک ہمارے ارد گرد نہیں پھیلا، آپ ہمارے کنوئیں کے پانی کے بارے میں ہمارے لیے دُعا کیجیے اور اگر ہم اس سے سیر ہو گئے تو کوئی قوم ہم سے طاقت ور نہ ہوگی اور ہمارے دین کا کوئی مخالف ہمارے پاس سے نہ گزر سکے گا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سنگریزے دو، میں نے تین سنگریزے لے کر انہیں آپ کو دے دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے انہیں رگڑا پھر فرمایا ان سنگریزوں کو اپنے کنوئیں کے پاس لے جاؤ اور انہیں ایک ایک کر کے پھینکو اور اللہ کا نام لو، پس وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آگئے اور انہوں نے ایسے ہی کیا تو اس نے پانی سے جوش مارا اور جو مشرکین ان کے نزدیک آئے انہوں نے ان کو بھگا دیا اور روند دیا اور ابھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس نہیں آئے تھے کہ ان کے ارد گرد کے لوگوں نے ان سے موافقت کر لی اور دین اسلام کو قبول کر لیا۔

اور حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی جنگ کی اور ہم خرید و فروخت کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھتے تھے اور ہمیں منع نہیں کرتے تھے۔

حضرت رافع بن خدیج نے بیان کیا ہے کہ ہم نے تبوک میں قیام کیا اور ہمارا توشہ ختم ہو گیا اور ہمیں گوشت کی شدید خواہش ہوئی اور وہ ہمیں ملتا نہ تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ! گوشت یہاں ہے اور میں نے اہل شہر سے شکار کے متعلق دریافت کیا ہے اور انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ شکار نزدیک ہی ہے ——— اور انہوں نے مغرب کی جانب اشارہ کیا ہے ——— پس میں جاؤں اور اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ شکار کروں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ جائیں تو اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ جائیں اور گھوڑوں پر سوار ہوں ——— بلاشبہ

تم فوج سے الگ ہو جاؤ گے ، راوی کا بیان ہے کہ میں اپنے دس انصار اصحاب کے ساتھ گیا جن میں حضرت ابو قتادہ بھی تھے وہ نیزے سے ہانکنے والے تھے اور میں تیر انداز تھا ہم نے شکار تلاش کیا اور ہم نے شکار حاصل کیا ، حضرت ابو قتادہؓ نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھگایا پھر ہم عشاء کے وقت فوج کے پاس واپس آ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بارے میں دریافت کر رہے تھے کہ وہ ابھی تک نہیں آئے ؟ پس ہم آ گئے اور ہم نے آپ کے سامنے یہ شکار ڈال دیا آپ نے فرمایا اسے اپنے اصحاب میں تقسیم کر دو ، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کسی آدمی کو اس کا حکم دیں آپ نے حضرت رافع بن خدیج کو حکم دیا ، آپ کا بیان ہے کہ میں سارے قبیلے کو ایک ایک گورخر اور ایک ایک ہرن دینے لگا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک مذبوح ہرن رہ گیا پس آپ کے حکم سے اُسے پکایا گیا اور جب وہ پک گیا تو آپ نے اُسے منگوایا ——— اور آپ کے پاس مہمان بھی تھے ——— انہوں نے کھایا اور آپ نے ہمیں واپسی کے بعد منع کر دیا اور فرمایا میں بے خوف نہیں ہوں یا فرمایا میں تمہارے بارے میں خوفزدہ ہوں ۔

شہید فی سبیل اللہ کون ہے ؟

غزوۂ تبوک میں (جو نبوی حربی تاریخ میں اہم فوجی واقعہ ہے) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی موجودگی میں اعلان فرمایا کہ شہید فقط وہی نہیں جو معرکہ میں تیر ، تلوار اور نیزے سے قتل ہو جاتا ہے بلکہ شہید کا مرتبہ ہر وہ شخص حاصل کرتا ہے جو جنگ کی حالت میں زندگی کو خیرباد کہہ دیتا ہے ، خواہ اس کی وفات کا سبب کوئی بھی ہو ۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ذوالبجادین المزنی ——— قبل ازیں آپ کے اسلام کا واقعہ اس بحث میں بیان ہو چکا ہے ——— نے کہا یا رسول اللہ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیے آپؐ نے فرمایا مجھے کیکر کی چھال دو پس اس نے کیکر کی چھال آپ کو پہنچا دی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اس کے بازو پر باندھ

دیا اور فرمایا، میں اس کے خون کو کفار پر حرام کرتا ہوں، اس نے کہا یا رسول اللہ میرا مقصد یہ نہ تھا، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو جب راہِ خدا میں جنگ کرتا ہوا نکلے گا تو تجھے بخار ہوگا اور وہ تجھے مار دے گا تو تو شہید ہوگا اور تیری سواری تیری گردن توڑ دے گی تو تو شہید ہوگا، تو پرواہ نہ کر کہ کیا ہوتا ہے، پس جب وہ تبوک میں اُترے اور وہاں کئی روز تک قیام کیا تو حضرت عبد اللہ ذو البجادین فوت ہو گئے اور حضرت بلال بن الحارث بیان کیا کرتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور حضرت بلال مؤذن کے پاس آگ کا ایک شعلہ تھا اور آپ اس کے ساتھ قبر کے پاس کھڑے تھے، کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں ہیں اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جا رہے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں، اپنے بھائی کو میرے قریب کر دیں جب آپ نے اُسے اچھی طرح پہلو کے بل درست کر دیا تو فرمایا اے اللہ میں شام کو اس سے راضی تھا تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ راوی کا بیان ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کاش میں صاحبِ قبر ہوتا[۱۵]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ یہ عبد اللہ ذو البجادین، مزینہ قبیلے سے تھے اور یتیم تھے ان کے پاس کوئی مال نہ تھا، آپ کا باپ فوت ہو گیا تو اس نے آپ کو کسی چیز کا وارث نہ بنایا اور آپ کا چچا مالدار تھا اس نے آپ کو لے لیا اور آپ کی کفالت کی حتیٰ کہ آپ آسودہ ہو گئے اور آپ کے پاس اُونٹ، بکریاں اور غلام تھے اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا اور آپ اپنے چچا کی وجہ سے اسے قبول کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ کئی سال اور سب معرکے گذر گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے مدینہ واپس لوٹے تو عبد اللہ نے اپنے چچا سے کہا اے میرے چچا! میں نے

---

[۱۵] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۱۰۱۳

آپ کے اسلام لانے کا انتظار کیا ہے اور آپ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چاہتے نہیں دیکھا مجھے اسلام قبول کرنے کے بارے میں اجازت دیجیے، اس نے کہا، اگر تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی تو میں نے جو چیز تجھے دی ہے اسے تیرے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا اور اسے تجھ سے چھین لوں گا حتیٰ کہ تیرے دونوں کپڑے بھی اتار لوں گا، عبد العزیٰ نے کہا ــــ ان دنوں آپ کا یہ نام تھا ــــ خدا کی قسم میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا متبع ہوں اور مسلمان ہوں اور پتھر اور بُت کی پوجا کو چھوڑنے والا ہوں اور جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اسے لے لو، تو اس نے جو کچھ آپ کو دیا تھا سب لے لیا حتیٰ کہ آپ کے تہبند سے بھی آپ کو برہنہ کر دیا آپ اپنی ماں کے پاس آئے تو اس نے اپنی موٹی چادر کے دو ٹکڑے کیے تو آپ نے ایک سے تہبند باندھا اور دوسرے سے چادر اوڑھی، پھر مدینہ آئے اور آپ ورقان ــــ مدینہ کی رکھ کا پہاڑ ہے ــــ میں تھے تو سحر کے وقت آپ مسجد میں لیٹ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی اور رسول اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے واپس جاتے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے آپؐ نے اس کی طرف دیکھا تو اسے نہ پہچانا اور پوچھا تو کون ہے؟ تو اس نے آپ کے سامنے اپنا نسب بیان کیا تو آپ نے فرمایا تو عبد اللہ ذو البجادین ہے پھر آپ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ اور وہ آپ کے مہمانوں میں ہوتا تھا اور آپ اسے قرآن سکھاتے تھے حتیٰ کہ اس نے بہت سا قرآن پڑھ لیا اور لوگ تبوک کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے اور وہ بلند آواز آدمی تھا اور وہ مسجد میں کھڑا ہوتا تھا اور اونچی آواز سے قرأت کرتا تھا، حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ اس اعرابی کو نہیں سنتے اس نے لوگوں کو پڑھنے سے روک دیا ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ اسے چھوڑ دو، یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف مہاجر بن کر آیا ہے۔
اور تبوک کی طرف مارچ کے دوران لوگوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آپ کے سفر کے دوران آئے تو آپ حضرت سہیل بن بیضاءؓ کو اپنے پیچھے بٹھائے ہوئے تھے، حضرت سہیل کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے فرمایا اے سہیل، ہر بار حضرت سہیل کہتے یا لبیک، آپ نے تین بار کہا حتیٰ کہ لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد وہ ہیں، پس جو لوگ آپ کے آگے تھے وہ آپ کی طرف مڑ آئے اور جو پیچھے تھے وہ آپ سے آملے پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— جو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ واحد لاشریک ہے اللہ اُسے دوزخ پر حرام کر دے گا [2]

سانپ کی شکل میں متمثل ہونے والے جن کا واقعہ

ابو نعیم نے حلیہ میں بحوالہ واقدی روایت کی ہے کہ اس نے بیان کیا ہے کہ لوگ غزوہ تبوک میں تھے تو ایک عظیم الجثہ سانپ نے سفر میں ان کی مقاومت کی تو لوگ اس سے ایک طرف ہٹ گئے پس وہ سانپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ اپنی اونٹنی پر دراز تھے اور لوگ اس سانپ کو دیکھ رہے تھے پھر وہ مڑ گیا حتیٰ کہ اس نے راستہ چھوڑ دیا اور کھڑا ہوگیا، لوگ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا —— تمہیں معلوم ہے کہ یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا اللہ اور

---

[1] سہیل بن بیضاء "بیضاء آپ کی والدہ ہیں" اور آپ کے باپ کا نام وہب بن ربیعہ بن عمرو بن عامر الفہری القرشی ہے آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے واپس آگئے پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دو ہجرتوں کے جامع ہوئے آپ افاضل سابقون الاولون میں سے تھے۔ ابن اثیر نے بیان کیا ہے کہ آپ بدر اور دوسرے معرکوں میں شامل ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ۹ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا جنازہ پڑھایا۔

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۵

اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا —— یہ اُن آٹھ جنوں کے گروپ میں سے ایک ہے جو میرے پاس قرآن سُننے آئے تھے پس اس نے اپنے پر واجب جانا —— جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے شہر میں اُترے —— کہ وہ آپ کو سلام کہے اور دیکھو وہ تمہیں سلام کر رہا ہے پس تم بھی اُسے سلام کرو پس سب لوگوں نے وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللہ کے بندوں کو جواب دو خواہ وہ کوئی بھی ہوں[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طلوع آفتاب کے بعد صبح کی نماز پڑھنا

مؤرخین اور اصحاب حدیث بیان کرتے ہیں کہ تبوک پہنچنے سے ایک روز قبل، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور فوج رات کو سو گئے حتیٰ کہ سورج طلوع ہو گیا اور آپ نے مسلمانوں کو نیزہ برابر سورج بلند ہونے پر نماز پڑھائی۔ حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی گئی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ —— ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف گئے حتیٰ کہ جب ہم اس سے ایک رات کے فاصلے پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے اور اس وقت بیدار ہوئے جب سورج نیزے برابر بلند ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— اے بلال

---

[1] الخصائص الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۵ ۔ شیخ محمد خلیل ہراس نے اس واقعہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ جھوٹا واقعہ ہے اور میں ذاتی طور پر اس واقعہ کی اصلیت کے لحاظ سے اس پر اعتراض کا کوئی جواز نہیں سمجھتا کیونکہ یہ ممکن بات ہے اور غزوہ خندق میں اسی کی مانند واقعہ ہوا ہے "جیسے کہ صحیح مسلم میں ہے" کہ ایک شخص نے اپنے گھر کی چھت میں سانپ کو مار دیا اور مارنے والا اسی وقت مر گیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتایا مرنے والا سانپ جن تھا۔

کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ رات کو ہماری حفاظت کرنا؟ حضرت بلالؓ نے عرض کیا مجھے نیند لے گئی، مجھے بھی وہی چیز لے گئی جو آپ کو لے گئی، راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے نزدیک ہی کوچ کر گئے پھر فجر سے قبل دو رکعتیں پڑھیں پھر فجر کی نماز پڑھی پھر بقیہ دن اور رات تیزی سے چلتے رہے اور تبوک میں صبح کی[1]

حجۃ الوداع کے خطبہ کی مانند خطبہ

جس صبح کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منطقہ تبوک میں پہنچے آپ نے فوج کے عناصر کو اکٹھا کیا ـــــ ان کی تعداد تیس ہزار تھی ـــــ اور ان میں ایک جامع خطبہ دیا جو ایک حد تک حجۃ الوداع کے مشہور خطبہ کی مانند تھا اور تبوک کا یہ خطبہ اپنے اندر اسلام اور اخلاقی تربیت کے بہت سے قانون رکھتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر سے روایت کی گئی ہے (آپ بیعت عقبہ اور بدر میں شامل ہونے والوں میں سے تھے) کہ آپ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں صبح کی تو لوگوں کو جمع کیا اور اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے لوگو! بلاشبہ سب سے سچی بات کتاب اللہ ہے اور مضبوط تر کڑا، تقویٰ کی بات ہے اور بہترین ملت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور سب سے بلند تر بات ذکر الٰہی ہے اور بہترین قصہ یہ قرآن ہے اور بہترین امور، ان کے انجام ہیں اور بدترامور ان کی بدعات ہیں اور بہترین ہدایت انبیاء کی ہدایت ہے اور بلند تر موت شہداء کی موت ہے اور زیادہ اندھی ضلالت وہ ہے جو ہدایت کے بعد ہو اور بہترین عمل وہ ہے جو نفع دے اور بہترین ہدایت وہ ہے جس کی اتباع کی جائے اور بدترین اندھاپن دل کا اندھاپن ہے اور اُوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۱۰۱۰

بہتر ہے اور جو چیز کم کفایت کرنے والی ہے وہ اس سے بہتر ہے جو زیادہ ہو اور
غافل کرنے والی ہو اور موت کے وقت معذرت کرنا بدترین بات ہے اور بدترین
ندامت، قیامت کے روز کی ندامت ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو جمعہ میں کم
آتے ہیں اور ان میں سے بعض اللہ کو فحش کلامی سے یاد کرتے ہیں اور سب سے
بڑی خطا جھوٹی زبان ہے اور بہترین تونگری نفس کی تونگری ہے اور بہترین زاد
تقوے ہے اور حکمت کی چوٹی، خوفِ الٰہی ہے اور دل میں جو ڈالا جائے اس کی
بہترین چیز یقین ہے۔ شک کفر سے ہے اور نوحہ کرنا جاہلیت کا عمل ہے اور خیانت
جہنم کا انگار ہے اور نشہ دوزخ سے ہے اور شعر ابلیس سے ہے اور شراب،
گناہوں کی جامع ہے، عورتیں شیطان کا جال ہیں، جوانی، جنون کا ایک حصّہ
ہے، سب سے بڑی کمائی سود کی کمائی ہے اور سب سے بڑا کھانا یتیم کا مال کھانا
ہے، اور سعادت مند وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے اور بدبخت
وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں بدبخت ہے اور تم میں سے ہر شخص چار ہاتھ جگہ
کی طرف جانے والا ہے، کام وہ ہے جو آخر تک ہو اور عمل کا دارو مدار
اس کے انجام پر ہے اور سود، جھوٹ کا سود ہے اور جو چیز آنے والی ہے
وہ قریب ہے، مومن کو دشنام دینا فسق ہے اور مومن کو قتل کرنا کفر ہے
اور اس کا گوشت کھانا معصیت الٰہی ہے اور اس کے مال کی حرمت اس کے
خون کی حرمت کی طرح ہے اور جو اللہ کے خلاف فیصلہ دے وہ اس کا مکذب
ہے اور جو معاف کرے وہ اُسے معاف کرتا ہے اور جو غصّے کو پی جائے اللہ اُسے
اجر دے گا اور جو مصیبت پر صبر کرے گا اللہ اُسے اس کا بدلہ دے گا اور جو رسوائی کے
پیچھے پڑے گا اللہ اُسے رسوا کر دے گا اور صبر کرے گا اللہ اُسے دُگنا دے گا اور
جو اللہ کی نافرمانی کرے گا اللہ اُسے عذاب دے گا، اے اللہ مجھے اور میری اُمت کو
بخش دے میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں[۱]

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۷، ۱۰۱۶ اس شاندار خطبے کے بہت سے فقرات حدیث

واقدی نے بیان کیا ہے کہ بنی عذرہ کا ایک شخص تھا جسے عدی کہا جاتا تھا وہ بیان کرتا ہے کہ میں تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سُرخ ناقہ پر سوار دیکھا آپ لوگوں کے گرد گھوم کر فرما رہے تھے ـــ اے لوگو! دینے والے کے ہاتھ کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے اور دینے والے کا ہاتھ ہے اور دینے والے کا ہاتھ بہترین ہے اور جسے دیا گیا ہے اس کا ہاتھ نچلا ہے، اے لوگو! قناعت کرو خواہ لکڑیوں کا گٹھا ہو، اے اللہ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے آپ نے یہ بات تین بار کہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ دو عورتیں باہم لڑ پڑیں میں نے تیر مارا جو ایک کے جا لگا اور وہ مرگئی ـــ جیسا کہ عرب کہتے ہیں رمی فی جنازتہ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کی دیت دے گا اور اس کا وارث نہ ہو گا[1]

ایمان یمن والوں کا ہے

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں اپنی مسجد کی جگہ پر بیٹھے اور دائیں جانب دیکھا اور یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا، ایمان یمن والوں کا ہے اور مشرق کی طرف دیکھا (جو تبوک کی نسبت سے عراق ہے) اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا، اکھڑ پن اور سنگدلی بہت چلانے والوں میں ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کی صحاح ستہ کی کتابوں مثلاً بخاری اور مسلم اور بقیہ کتابوں میں آئے ہیں۔ یہ خطبہ، تربیت اور تعمیر زندگی کے چال چلن کے اصولوں کی پختگی کے لیے جامع اور ہمہ گیر خطبہ ہے جو سعادت دارین کا متکفل ہے، مسلمانوں پر واجب ہے کہ جو کچھ اس خطبہ میں بیان ہوا ہے اسے یاد رکھیں بلکہ اسے حفظ کریں کیونکہ یہ اخلاق اور چال چلن کے دستور کے قائم مقام ہے۔

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۶، ۱۰۱۷

دیہاتی لوگ مشرق کی جانب سے ہیں جہاں سے شیطان اپنا سینگ نکالے گا۔[1]

گھوڑوں کی فضیلت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

تبوک میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پنیر کا ٹکڑا لایا گیا اور صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہ یہ کھانا، ایرانی تیار کرتے ہیں اور ہمیں خدشہ ہے کہ اس میں مردار ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں چھری رکھو اور اللہ کا نام لو۔

اور قضاعہ کے ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گھوڑا تحفۃً دیا تو آپ نے اسے ایک انصاری کو دے دیا اور اُسے حکم دیا کہ وہ اس کی ہنہناہٹ سے مانوس ہونے کے لیے اپنے سامنے باندھے اس نے مسلسل ایسے ہی کیا حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے تو گھوڑے کی ہنہناہٹ ختم ہو گئی آپ نے اس کے مالک سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ میں نے اسے آختہ کر دیا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ قیامت کے دن تک گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی ہے اس کی نسل تیار کرو اور مشرکین پر ان کی ہنہناہٹ سے فخر کرو، ان کی ایال ان کو گرم کرنے والی ہے اور ان کی دُمیں ان کی چنوریاں ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت کے روز شہداء اپنے کندھوں پر اپنی تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے اور وہ جس نبی کے پاس سے گذریں گے وہ ان سے ایک طرف ہٹ جائے گا حتیٰ کہ وہ حضرت ابراہیم خلیل کے پاس سے گذریں گے تو وہ ان کے لیے ایک طرف ہٹ جائیں گے حتیٰ کہ وہ نور کے منابر پر بیٹھ جائیں گے، لوگ کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رب العالمین کے لیے اپنے خون بہائے ہیں۔ پس یہی کیفیت ہوگی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلے کرے گا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۱۷

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گھوڑا ظرب نام تھا آپ اس کے پاس آئے اور آپ تبوک میں تھے پس آپ نے اس پر اپنے کپڑے لٹکائے اور اپنی چادر سے اس کی پشت پونچھنے لگے، دریافت کیا گیا یا رسول اللہ آپ اس کی پشت کو اپنی چادر سے پونچھتے ہیں؟ فرمایا ہاں، اور تمہیں کیا پتہ؟ شاید جبریل نے مجھے اس کا حکم دیا ہو حالانکہ میں نے رات بسر کی ہے اور فرشتے مجھ سے گھوڑوں سے مٹی جھاڑنے اور ان پر ہاتھ پھیرنے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں اور آپ نے فرمایا، میرے دوست جبریل نے مجھے بتایا ہے کہ وہ میرے لیے ہر نیکی کے بدلے جسے میں نے اس سے پورے طور پر کیا ہے نیکی لکھتا ہے اور میرا رب اس کے ذریعے میری ایک برائی کو دور کرتا ہے اور مسلمانوں میں سے جو شخص خدا کی راہ میں گھوڑا باندھتا ہے اور اسے اس کا پورا چارہ دیتا ہے جس سے وہ قوت حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دانے کے بدلے میں اس کے لیے نیکی لکھتا ہے اور ہر دانے کے بدلے میں اس سے برائی کو دور کرتا ہے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کونسا گھوڑا اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا سیاہ، جس کے ماتھے پر سفید نشان ہو اور جس کی ناک اور بالائی ہونٹ پر سفید داغ ہو جس کا تہائی حصہ سفید ہو، جس کا دایاں پاؤں سفید ہو اور اگر سیاہ نہ ہو تو کمیت اس صفت کا ہو۔

تربیت نبوی کا ایک واقعہ

تبوک میں قیام کے دوران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب چھان بین کرنے والوں کی تعریف کی اور اوچھے پن اور ہلکے پن سے منع فرمایا، حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ـــــ ایک شب تبوک میں لوگ خوفزدہ ہو گئے اور میں ہتھیار بند ہو کر باہر نکلا حتی کہ میں حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے پاس جا بیٹھا وہ بھی ہتھیار بند تھے میں نے کہا میں اس صالح شخص کی ضرور اقتدا کروں گا جو اہل بدر میں سے ہے پس میں ان کے پہلو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کے پاس بیٹھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کی حالت میں ہمارے

پاس آئے اور فرمایا اے لوگو یہ اوچھاپن اور یہ ہلکاپن کیا ہے؟ کیا تم نے وہ کام نہیں کیا جوان دو صالح اشخاص نے کیا ہے؟ آپ کی مراد مجھ سے اور عالم مولیٰ ابی حذیفہ سے تھی۔

اور جب آپ تبوک پہنچے تو آپ نے اپنے ہاتھ سے مسجد تبوک کے قبلہ کا پتھر رکھا اور ساتھ والا پتھر بھی رکھا پھر آپ نے لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا نہ یہاں شام ہے اور نہ یہاں یمن ہے[1]

اور حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے ـــــ ہم تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ رات کو نماز پڑھنے کے لیے اٹھے اور آپ رات کو بکثرت تہجد پڑھتے تھے اور اٹھ کر مسواک کرتے تھے اور جب آپ نماز پڑھنے کو کھڑے ہوتے تو اپنے خیمے کے صحن میں پڑھتے اور کچھ مسلمان اٹھ کر آپ کی حفاظت کرتے، ان راتوں میں سے ایک رات کو آپ نے نماز پڑھی اور جب فارغ ہوئے تو جو لوگ آپ کے پاس تھے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ـــــ مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں، مجھے سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے، نبی کو صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور زمین میرے لیے مسجد اور پاک بنائی گئی ہے کہ جہاں بھی مجھے نماز کا وقت آجائے میں تیمم کروں اور نماز پڑھ لوں اور میرے لیے غنائم کو حلال کیا گیا ہے میں انہیں کھانے والا ہوں اور جو مجھ سے پہلے تھے وہ انہیں حرام قرار دیتے تھے اور پانچویں وہ ہے جو ہے، وہ ہے جو ہے، وہ ہے جو ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا مجھ سے پوچھا گیا، مانگ، ہر نبی نے مانگا ہے اور وہ تمہارے لیے اور اس شخص کے لیے ہے جو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے[2]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۱، ۱۰۲۲ تحقیق ڈاکٹر مارسڈن جونس

[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۲

حدود پہ رومیوں کا کوئی نشان نہ تھا

ماضی کے لکھاریوں اور اصحاب سیر کے درمیان یہ متفق علیہ امر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عظیم فوج (تیس ہزار) کے ساتھ اس شدید گرم موسم میں عسرت اور شدید مالی تنگی کے باوجود جو آپ کے عام اصحاب کو لاحق تھی۔ مدینہ سے ان معلومات کے حاصل ہونے کے بعد مارچ کیا جو اس بات کا افادہ کرتی تھیں کہ شام میں رومی کمان فوجوں کو جمع کر رہی ہے اور ان افواج (جو چالیس ہزار تھیں) کے ہراول دستے البلقاء[1] پہنچ چکے ہیں جو جزیرہ عرب کی حدود کے نزدیک ہے پس آپ ان خبروں سے سخت غمگین ہوئے اور آپ نے یہ عظیم فوج تیار کی تاکہ رومیوں کو عملی سبق دیں اور انہیں سمجھائیں کہ آپ فوجی لحاظ سے جزیرہ عرب کی حدود کو زیادتی سے بچانے کی قدرت رکھتے ہیں جس پر عمل کرنے کا منصوبہ رومیوں نے اپنی زبردست عظیم تجربہ کار اور بہترین تیار فوجوں پر اعتماد کر کے کیا ہو۔

لیکن رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی فوج کے ساتھ تبوک پہنچے تو آپ نے وہاں سے اپنے ہراول اور فوج کے انٹیلی جنس کے دستے بھیجے اور انہوں نے کسی رومی اور عرب عیسائی فوجوں کا نشان نہ پایا جو جنوبی شام کی حدود پر ان کی دوست تھیں۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رومی افواج جزیرہ عرب کی حدود پر کیوں موجود نہ تھیں جیسا کہ ان اطلاعات میں ہے جو مدینہ میں آپ کو پہنچی تھیں اور ان کے بعد آپ نے ان حالات میں مارچ کیا جن کا نام اس موسم میں گرمی کی شدت اور عام مسلمانوں کی مالی تنگی پر نظر کرتے ہوئے استثنائی حالات رکھا جا سکتا ہے۔ کیا رومی اس جنگ سے پیچھے ہٹ گئے تھے جس کے لیے وہ تیاری کر رہے تھے

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۵۳

تھے اور کیا یہ پسپائی اس بات کا نتیجہ تھی کہ رومیوں کو اسلام کی عظیم افواج کے مارچ کی عظمت کا یقین ہوگیا تھا یا رومی افواج کے اکٹھ کی اطلاعات درست نہ تھیں اور رومیوں نے صرف اپنے دوست عرب جاسوسوں کو اشارہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو خوفزدہ کرنے اور ان کی حربی قوت اور جنگی طاقت کا اندازہ لگانے کے لیے ان کی اشاعت کریں اور بس ؟

ابن برہان الدین کا میلان اس آخری رائے کی طرف ہے وہ سیرت حلبیہ میں بیان کرتے ہیں اور اس کی (یعنی رومی فوج کی) کوئی حقیقت نہ تھی اور یہ بات اس شخص سے کہی گئی جو اسے مسلمانوں تک افواہاً پہنچا دے اور یہ بات اس وقت ہوئی جب لوگ تنگی میں تھے اور ملک میں قحط تھا۔[1]

اور ایسے ہی واقدی نے بھی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس وقت جزیرہ عرب کی حدود پر رومی افواج کے اکٹھ کی افواہیں درست نہ تھیں آپ اپنے مغازی میں بیان کرتے ہیں کہ ساقطہ ــــ یعنی انباط ــــ جاہلیت میں اور اسلام کی آمد کے بعد مدینہ میں آٹا اور تیل لایا کرتے تھے اور شام کی خبریں مسلمانوں کے ہاں انباط ہی بکثرت لایا کرتے تھے پس ایک ہراول آیا اور انہوں نے بتایا کہ رومیوں نے بہت افواج جمع کی ہیں اور ہرقل نے اپنے اصحاب کو ایک سال کی رسد دے دی ہے اور لخم، جذام، غسان اور عاملہ بھی ساتھ جمع ہوگئے ہیں اور انھوں نے پیشقدمی کی ہے اور اپنے ہراول کو بلقاء کے نزدیک کر دیا ہے انھوں نے وہاں پڑاؤ کر لیا ہے اور ہرقل حمص میں پیچھے رہ گیا ہے پھر واقدی بیان کرتا ہے اور یہ کوئی بات نہ تھی صرف یہ بات بیان کی گئی ہے اور مسلمانوں کے نزدیک ان سے بڑھ کر کوئی چیز قابل خوف نہ تھی اور یہ خوف اس وقت پیدا ہوا جب انہوں نے ان کی

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۳

تعداد، سامان اور گھوڑوں کو دیکھا[1]

بہرحال حدود پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان فوجی مقابلہ خواہ اس وجہ سے نہ ہوا کہ رومی جنگ کی تیاری کرنے کے بعد اس سے پیچھے ہٹ گئے ہوں یا اصلاً انہوں نے اس کی تیاری ہی نہ کی ہو، برابر بات ہے انہوں نے یہ بڑی بات لوگوں کو بھڑکانے اور خوفزدہ کرنے کے لیے مشہور کی پس وہ عظیم فوج جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک لے گئے اس نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے عظیم فوائد کو واجب کیا۔

ان میں سے ایک (جو سب سے اہم ہے) یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس فوج سے جو حدودِ شام کو پار کرنے کے قریب تھی، رومیوں کو خوفزدہ کیا اور ان کے دلوں میں یوں رعب ڈال دیا کہ ان کے اذہان میں مسلمانوں کے بارے میں جو غلط تصویر بنی ہوئی تھی مٹ گئی اور وہ یوں کہ رومی ان کی طرف اس اساس پر دیکھتے تھے کہ یہ ان بدوؤں کی منتشر اور کمزور جماعتیں ہیں جن کا کوئی افسر اور ڈسپلن نہیں اور جنگوں کے پیچھے ان کا مقصد کچھ مال حاصل کرنا اور فقط مال حاصل کرنا ہے۔

اور شام میں رومی کمان پر رعب چھا جانے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نے (اپنی زبردست افواج کے باوجود) کسی ساکن کو حرکت نہیں دی اور جب اُسے اطلاع ملی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فوج کے ساتھ تبوک پہنچ گئے ہیں اُس نے ایک سپاہی کو بھی حدود پر نہیں بھیجا اور آپ متکبر رومی کمان کو ایک چیلنج کرنے والے کی مانند بن گئے، جس کی حدود پر آپ اپنی زبردست افواج جو تیس ہزار تک پہنچی ہوئی تھیں کے ساتھ نمائش کر رہے تھے۔ پس شام میں رومی شہنشاہیت اس چیلنج کی مانند چیلنج کرنے سے کیسے رُکی۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۸۹ - ۹۹۰

حالانکہ وہ ـــــ ایرانیوں پر فتح پانے کے بعد ـــــ ساری دنیا میں سب سے طاقتور فوجی قوت شمار ہوتی تھی اور وہ سکون اختیار کرنے کی طرف کیسے مائل ہوئی اور اس نے جیش نبوی سے مقابلہ کرنے کے بارے میں غور و فکر نہ کیا حالانکہ وہ اس کی جنوبی حدود پر تقریباً بیس دن تک اس کی اطراف پر حملے کرتا رہا اور رومیوں کے علاوہ اس کے دوسرے حلیف اور دوست اس کی اطاعت اختیار کرتے رہے۔

بلاشبہ رومی فوج کے قائدین کے دلوں پر رعب چھا گیا تھا خصوصاً اس سخت تجربہ کے بعد جو انہیں ہجرت کے آٹھویں سال معرکہ موتہ میں اسلام کی چھوٹی سی فوج کے ہاتھوں ہوا تھا اور وہ یوں کہ انہوں نے اس چھوٹی سی فوج سے جس کی نسبت ان کی افواج کے مقابلہ میں ایک اور ستر کی تھی کئی قسم کی گھبراہٹوں کا سامنا کیا اس لیے انھوں نے جیش نبوی سے مقابلہ نہ کرنے کو ترجیح دی اور خوف سے اس کا انتظار کرنے لگے حتیٰ کہ وہ حدودِ شام کو پار نہ کرنے کا فیصلہ کرنے اور رومیوں کو چیلنج کرنے اور انہیں ڈرانے پر اکتفا کرنے کے بعد سربلند ہو کر اور بڑی فتح حاصل کر کے مدینہ واپس آ گیا اور اس نے اس چیلنج سے یقین دلا دیا کہ وہ کسی بھی دشمن کے ظلم کے مقابلہ میں جو جزیرہ عرب پر ظلم کرنے کے بارے میں سوچتا ہے اُسے بچانے کی قدرت رکھتا ہے۔

بلکہ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ ملک ہرقل جو حمص میں مقیم تھا اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جب کہ آپ تبوک میں تھے، دوستی کا پیغام بھیجا اور وہ یوں کہ اس نے خط دے کر ایک خاص نمائندے کو بھیجا جس میں اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ مسلمان ہے، کتب سیرت میں بیان ہوا ہے کہ ملک ہرقل، حمص میں جب (دوسری دفعہ) اپنے ارکانِ دولت کو اسلام میں داخل ہونے پر رضامند کرنے میں ناکام ہو گیا تو اس نے ان سے نرمی کی حتیٰ کہ اس پر ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا پھر اس نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط بھیجا جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں لیکن میں اپنے

معاملے میں مغلوب ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہدیہ کو قبول فرمایا
لیکن آپ نے اس بارے میں اس کی تصدیق نہ کی کہ وہ مسلمان ہے اور مؤرخین نے
ہرقل کے نامہ بر سے جو شخص سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا روایت
کی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ——— میں تبوک آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان گوٹھ مار کر بیٹھے ہوئے ہیں میں نے
پوچھا تمہارا آقا کہاں ہے ؟ بتایا گیا کہ وہ یہ ہے ، پس میں چلتے ہوئے آیا حتیٰ کہ آپ
کے سامنے بیٹھ گیا اور میں نے اپنا خط آپ کو دیا آپ نے اُسے اپنی گود میں رکھا
پھر پوچھا تو کون ہے ؟ میں نے کہا میں تنوخ کا ایک شخص ہوں آپ نے فرمایا کیا
تجھے اسلام دین حنیف ملت ابراہیم میں کچھ دلچسپی ہے ، میں نے کہا ، میں ایک
قوم کا ایلچی ہوں اور اسی قوم کے دین پر ہوں میں جب تک ان کے پاس واپس نہ
جاؤں اُسے نہیں چھوڑوں گا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا:

انك لاتهدى . . . . وهو اعلم بالمهتدين

ترجمہ : بلاشبہ تو جسے ہدایت دینا چاہے نہیں دے سکتا لیکن اللہ جسے
چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو بہتر جانتا ہے۔

پس جب آپ میرے خط کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو فرمایا ——— تجھے حق حاصل
ہے اور تو ایلچی ہے اور اگر تو ہمارے ہاں کوئی عطیہ پاتا تو ہم تجھے وہ عطیہ دیتے
ہم مسافر لوگ ہیں ، ایک شخص نے کہا میں اسے عطیہ دوں گا پس وہ ایک حُلّہ لایا
اور اُسے میری گود میں رکھ دیا ، میں نے اس شخص کے متعلق دریافت کیا تو مجھے
بتایا گیا کہ یہ حضرت عثمان بن عفان ہیں ۔

امیر تبوک کی عظیم فوج نے جو عظیم سپاہی اور عسکری فوائد حاصل کیے وہ جزیرہ
عرب کے شمال میں فوجی لحاظ سے اسلام کی تمام دشمن پاکٹوں کا صفایا کرنا ہے اور
خصوصاً ان عناصر کا جو بُت پرستی کے تابع تھے اور جزیرہ عرب کے شمال میں فوجی
صفایا ، مکمل اور ہمہ گیر صفایا تھا اور وہ اس طرح کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک

سے اس وقت واپس لوٹے جب جزیرہ کے تمام شمالی علاقے یا تو خوشی سے اسلام میں داخل ہو کر یا اس دین کے اقتدار کو تسلیم کر کے اور مسلمانوں کو جزیہ ادا کرنے کے طریق سے اس کے مطیع ہو کر اسلامی ادارہ کے فرمانبردار ہو چکے تھے اور یہ بات ان عربوں سے خاص تھی جو نصرانیت پر قائم تھے جیسے دومۃ الجندل کا بادشاہ جیسا کہ ابھی اس کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہو گی۔

فصل چہارم

- شام کے جنوب پر مسلمانوں کا تسلط
- شام کے جنوب کے عیسائیوں کے لیڈروں کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک میں آنا اور آپ سے صلح کرنا۔
- حضرت خالد بن ولید کا الجندل کو فتح کرنا۔
- دومہ کے بادشاہ کا اسیر ہونا اور اس کے بھائی کا قتل ہونا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی فوج کے ساتھ حدودِ شام کو پار کرنے کے بارے میں سوچنا۔
- فوج کا فتح مند ہو کر مدینہ کو واپس آنا۔
- منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کی کوشش کرنا۔
- مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا جلانا۔
- منافقین کے لیڈر عبداللہ بن ابی کی موت
- غزوہ سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ اور ان کی توبہ کے متعلق نزول قرآن کا واقعہ۔
- قرآن کا منافقین کو ذلیل و رسوا کرنا

اسی طرح تبوک کی فوج نے جو اہم عظیم معنوی فوائد حاصل کیے ان میں جزیرۃ

عرب کی حدود کے پرے تک اور خود بلادِ شام کے اندر اسلام کی ہیبت کا پھیل جاتا ہے جس کے اثر سے بعض مقامی حکمران اور شام کے جنوبی حصّے کی دینِ مسیحی کی شخصیات، جہاں خلیج عقبہ کا سرا واقعہ ہے، خوفزدہ ہوگئیں اور یہ دینی شخصیات اور بعض مقامی حکمران اپنی مرضی سے تبوک آئے۔ اور یہ لوگ اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب انہیں پتہ چلا کہ آپ تبوک میں ہیں ـــــ اور انھوں نے آپ سے صلح کی اور اس شرط پر آپ سے امان طلب کی کہ وہ آپ سے پرُامن رہیں گے اور آپ کے خلاف آپ کے دشمن کی مدد نہیں کریں گے پس آپ نے انہیں یہ امان دے دی جیسا کہ ابھی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ۔

اور شام سے ان مسیحیوں کا خوشی سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مطیع ہوکر آنا، بلادِ شام میں پہلی اسلامی فتح خیال کیا جاتا ہے جو اس وقت رومی شہنشاہیت کا حِصّہ خیال کیے جاتے تھے اور ایلات جہاں سے یہ نصاریٰ تبوک آئے تھے، فلسطین کا حِصّہ خیال کیا جاتا تھا اور فلسطین، شام کا حِصّہ تھا۔

اور صرف اہلِ ایلہ (ایلات) کے عیسائی ہی آپ کے پاس نہ آئے تھے اور آپ کو جزیہ دیا تھا اور اسلام کے اقتدار کے قبول کرنے کا اعلان کیا تھا بلکہ اسی طرح آپ کے پاس شام کے دوسرے علاقوں اذرح[1] اور جرباء[2] کے حکام بھی آئے

---

[1] یاقوت نے اپنے معجم کی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹ پر بیان کیا ہے کہ اَذْرح، اطراف شام میں ایک شہر ہے جو الشراۃ کے مضافات میں ہے پھر البلقاء اور عمان کی نواح میں ارضِ حجاز کے نزدیک ہے اور مسلم بن الحجاج کی کتاب میں ہے کہ اذرح اور الجرباء کے درمیان تین دن کا سفر ہے۔ [2] الجرباء، عمان کے مضافات میں البلقاء کے علاقے میں ہے اور حجاز کی جانب سے جبال السراۃ کے نزدیک ہے اور اذرح اور الجرباء کے درمیان تحکیم کی وہ کانفرنس ہوئی تھی جس کی لیڈرشپ صفین کے افسوسناک معرکوں کے بعد حضرت عمرو بن العاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری نے کی۔

تھے۔

تاریخ کی معتبر کتب میں بیان ہوا ہے کہ شاہ ایلہ (ایلات) اور اذرح اور جرباء کے باشندوں کو جب پتہ چلا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پہنچ گئے ہیں تو وہ خوفزدہ ہو گئے کہ آپ اپنی فوج کے ساتھ ان کے پاس آجائیں گے پس انہوں نے آپ کے پاس آنے میں جلدی کی تاکہ آپ کی اطاعت کرتے ہوئے اور جزیہ دیتے ہوئے آپ سے صلح کر لیں جیسے معاہدہ کرنے والے لوگ مسلمانوں کو قرآن کریم کے بیان کردہ اصول کے مطابق ادا کرتے ہیں۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ دومہ اور تیماء[1] کے باشندے اس وقت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوفزدہ ہوئے جب انہوں نے دیکھا کہ عربوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور یحنّہ بن رؤبتہ ایلات کا بادشاہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ اس بات سے خوفزدہ ہو گئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف فوج بھیج دیں گے اور یحنہ کے ساتھ اذرح اور جرباء کے باشندے بھی آئے انہوں نے آکر آپ سے صلح کی اور آپ نے ان پر جزیہ مقرر کیا۔

واقدی نے ایک دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ یعقوب بن محمد الظفری نے عن عاصم بن عمر بن قتادہ، عن عبد الرحمٰن بن جابر، عن ابیہ مجھ سے بیان کیا کہ جس روز یحنہ بن رؤبتہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا میں نے اسے دیکھا اس پر سونے کی صلیب تھی اور وہ اس کی پیشانی سے بندھی ہوئی تھی پس جب اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اس نے اپنے سر کو جھکایا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اشارہ کیا کہ اپنے سر کو اٹھا اور اس

---

[1] تیماء: مدینہ کے شمال میں آٹھ مراحل پر واقع ہے۔

روز آپ نے اس سے صلح کی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یمنی چادر زیب تن کرائی اور اسے حضرت بلال رض کے پاس ٹھہرنے کا حکم دیا۔[1]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یحنہ اور اس کی قوم کو صلح اور امان کی دستاویز لکھ دی جو یہ تھی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

"یہ اللہ اور محمد نبی رسول اللہ سے یحنہ بن رؤبتہ اور اہل ایلہ کی کشتیوں اور بر و بحر میں ان کی باقیماندہ چیزوں کے لیے پروانۂ امان ہے، انھیں اللہ تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امان حاصل ہے اور اس کے ساتھ جو اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر ہیں انھیں بھی امان حاصل ہے اور جس شخص نے کوئی نیا کام کیا اسے اس کا مال، اس کی جان کو نہیں بچائے گا، اور لوگوں میں سے جو کوئی اسے لے لے گا وہ اس کے لیے طیب ہوگا اور ان کے لیے پانی کا روکنا جائز نہیں ہوگا اور نہ بری اور بحری راستہ بند کرنا جائز ہوگا۔ یہ خط جہیم بن الصلت اور شرجیل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایلہ پر ہر سال تین سو دینار جزیہ مقرر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے۔"

اسی طرح اہل جرباء اور اذرح کے لیے یہ دستاویز لکھی گئی۔

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل اذرح کے لیے وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر ہر رجب میں پورا ایک سو دینار دینا واجب ہے اور اللہ ضامن

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص۱۰۳۲

ہے [۱]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ میں نے اذرح کی دستاویز کو نقل کیا ہے اس میں لکھا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اہل اذرح کے لیے

"وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر ہر رجب میں پورا ایک سو دینار دینا واجب ہے اور مسلمانوں سے خیر خواہی اور حسن سلوک کرنے کے بارے میں اللہ ان کا ضامن ہے اور جب وہ مسلمانوں سے خائف ہوں اور کوئی مسلمان خوف سے اور بھڑکانے سے ان کی پناہ لے تو وہ امن میں ہوں گے حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خروج سے قبل ان سے گفتگو کریں۔"

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقنا [۲] کے حکام سے معاہدہ کیا اور اس معاہدہ کے متعلق ان کے لیے ایک دستاویز لکھی: جس میں ہے ——— وہ اللہ تعالیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان میں ہیں اور ان پر اپنا چوتھائی سوت اور چوتھائی پھل دینا واجب ہے [۳]

اور بنی سعد کا ایک شخص عبید [۴] بن یاسر اور جذام [۵] میں سے بنی وائل کا ایک شخص تبوک میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا اور رسول کریم

---

[۱] سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۱۶۹، فتوح البلدان ص ۷۱، امتاع الاسماع ص ۴۶۸، ص ۴۶۹، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۸۳۱، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۳۱، ص ۱۰۳۲، البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۶، زاد المعاد جلد ۳ ص ۱۰

[۲] ایلات کے نزدیک ایک علاقہ ہے۔

[۳] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۳۲، ص ۱۰۳۳ [۴] ابن حجر نے اصابہ میں عبید بن بسر کے نام سے اس کا ذکر کیا ہے [۵] اس سلسلہ کی گزشتہ کتب میں جذام کے عظیم قبیلہ کے حالات اور اس کے سکونتی علاقوں کو جو سینا، شام اور جزیرہ عرب میں ہیں، ملاحظہ کیجیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم علیہ وسلم نے دونوں کو مقنا کا چوتھائی حصہ جو سمندر سے نکلتا ہے اور کھجور کے درختوں کے پھل اور سوت کا چوتھائی حصہ دیا اور عبید بن یاسر، سوار تھا اور جذامی، پیادہ تھا پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبید بن یاسر کو گھوڑے اور سو حلّے دیے اور بنی سعد اور بنی وائل کے ساتھ آج تک یہی دستور چلا آرہا ہے پھر عبید بن یاسر مقنا آیا، وہاں ایک یہودی عورت تھی اور وہ یہودی عورت اس کے گھوڑے کی نگرانی کرتی تھی پس اس نے اُسے اپنے گھوڑے کے حلّوں میں سے ساٹھ حلّے دیے اور یہودی عورت اس کے گھوڑے کی نگرانی کرتی تھی پس اس نے اُسے اپنے گھوڑے کے حُلّوں میں سے ساٹھ حُلّے دیے اور یہودی عورت کو یہ حُلّے مسلسل ملتے رہے حتیٰ کہ بنی اُمیہ کا آخری زمانہ ختم ہو گیا اور وہ نہ اسے اور نہ عبید کے بیٹے کو واپس کیے گئے۔ [1]

اور بلاذری کی فتوح البلدان میں ہے کہ اہالیان مقنا کی صلح کی دستاویز میں بیان ہوا ہے کہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بنی حبیبہ اور اہل مقنا کی طرف

تم سلامت ہو مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے کہ تم اپنی بستی کی طرف واپس جانے والے ہو پس جب میرا یہ خط تمہارے پاس آئے تو تم امان میں ہو گے اور تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی امان حاصل ہو گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے گناہوں کو معاف کر دیا ہے (یعنی تم نے مسلمانوں کے خلاف جو مخالفانہ کام کیے ہیں) اور جس خون کا تم نے پیچھا کیا ہے اُسے بھی معاف کر دیا ہے اور تمہاری بستی میں اللہ کے رسول، اور اس کے ایلچی کے سوا تمہارا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ کوئی ظلم و زیادتی

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۳۲، صفحہ ۱۰۳۳

نہ ہو گی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز سے تمہیں بچائیں گے جس سے
اپنے آپ کو بچائیں گے اور تمہارے کپڑے اور غلام اور گھوڑے اور زرہیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوں گی سوائے اس کے جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی معاف کر دے
اور اس کے بعد تمہارے کھجور کے درخت جو پھل دیں اس کا چوتھائی حصّہ
اور تمہارے شکاری جو شکار کریں اس کا چوتھائی حصّہ اور تمہاری عورتیں
جو سوت کاتیں اس کا چوتھائی حصّہ دینا تم پر واجب ہے اور اس کے
بعد تم ٹھہرے رہنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے سب جزیہ
اور بیگار اُٹھا دی ہے پس اگر تم سنو اور اطاعت کرو تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم تمہارے شریف آدمی کی عزت کریں گے اور تمہارے خطا کار
کو معاف کریں گے اور جو مسلمان بنی حبیبہ اور اہل مقنا کے بارے میں اچھا
مشورہ کرے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جو ان سے شر کا قصد کرے
وہ اس کے لیے بڑا ہے اور تمہارا امیر تم میں سے ہو گا یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہو گا[1]

دومۃ الجندل کی فتح[2] اور جیش نبوی نے جو اہم فوجی مارچ کے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں اس مارچ کو قائم کرنے والے

---

[1] فتوح البلدان ص ۷۱، اور محقق الفتوح کا اعتراض کتاب کے ص ۲۰ پر دیکھیے۔
[2] دومۃ الجندل، قدیم زمانوں سے ایک مشہور علاقہ ہے اور میلاد سے پہلے کی اور بعد کی لڑائیوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے اور تیسری صدی میلادی کے آخر میں ملکہ زباء نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور اس نے اس کی نافرمانی کی اور دومۃ الجندل تبوک کے مشرق میں واقع ہے اور عراقی حدود کے نزدیک تر ہے اور مشہور قرشی فوجی سالار

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عیاض بن غنم نے تقریبا پورا ایک سال اس کا محاصرہ کیے رکھا اور خلیفہ صدیقؓ کے زمانے میں اس نے اس کی نافرمانی کی اور وہ حضرت خالد بن ولید کی مدد سے جو ۱۲ھ کے آخر میں حیرہ سے آئے تھے اس میں داخل ہو سکا اور یاقوت معجم البلدان میں اس دُور دراز زمانے کو یقین سے بیان کرتا ہے جس میں دومۃ الجندل کی تعمیر ہوئی۔ اور وہ حضرت اسماعیل نبی اللہ کے ایک بیٹے کا زمانہ ہے، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل کو دوم بن اسماعیل کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ہے اور زجاجی نے ودمان بن اسماعیل بیان کیا ہے وہ بیان کرتا ہے کہ جب تہامہ میں حضرت اسماعیل کے بیٹے زیادہ ہو گئے تو دوماء بن اسماعیل باہر نکل گیا اور دومۃ کی جگہ پر اترا اور یہاں قلعہ تعمیر کیا اور بعض نے دوماء بیان کیا ہے اور قلعہ اس کی طرف منسوب ہو گیا اور ابو سعید نے بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل پانچ فرسخ نشیب زمین میں ہے اور اس کے مغرب کی جانب ایک بہتا چشمہ ہے جو کھجوروں کے درختوں اور کھیتوں کو سیراب کرتا ہے اور اس کا قلعہ مارد ہے اور اسے دومۃ الجندل کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کا قلعہ چٹانوں سے بنا ہوا ہے اور ابو عبید السکونی نے بیان کیا ہے کہ دومۃ الجندل قلعہ ہے اور جبل طئی کے نزدیک شام اور مدینہ کے درمیان بستیاں ہیں جہاں کلب کے بنو کنانہ رہتے تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ دومۃ وادی القریٰ کی بستیوں میں سے ایک بستی ہے جو تیماء کی جانب چار راتوں کے فاصلہ پر ہے اور دومۃ، سکاکۃ اور ذو القارۃ بستیاں ہیں پھر یاقوت نے بیان کیا ہے کہ دومۃ کے گرد ایک فصیل ہے جس کی پناہ لی جاتی ہے اور فصیل کے اندر مضبوط قلعہ ہے جسے مارد کہا جاتا ہے اور وہ اکیدر بن عبد الملک ابن عبد الحی بن اعیان بن الحارث بن معاویہ بن خلادۃ بن امامۃ بن سلمۃ ابن سکامۃ بن شبیب بن السکون بن اشرس بن ثور بن عفیر (اور وہ کندہ ہے) السکونی الکندی کا قلعہ ہے۔

تھے جس کی کمان حضرت خالد بن ولید نے کی اور اس کے ساتھ د دمتہ الجندل کے علاقے کو اسلامی اقتدار کے دائرے میں شامل کیا۔

دومتہ الجندل ایک چھوٹی سی مملکت تھی جہاں کندہ کا عربی حضرمی بادشاہ حکومت کرتا تھا اور وہ نصرانی مذہب کا پیروکار تھا اور دومتہ الجندل کی مملکت کی قوم کی غالب اکثریت قحطان کے کلب قبیلہ کی تھی اور وہ کثیر تعداد اور ممتاز جنگی قوت والا قبیلہ تھا اور جاہلیت اور اسلام میں اس قبیلے کے بارے میں یہ ایک مشہور بات ہے۔

اور دومتہ الجندل کی نصرانی مملکت ہی ایک واحد پاکٹ تھی جو ہجرت کے نویں سال تک جزیرہ عرب کے شمال میں اقتدار اسلام کی مطیع نہ تھی، جب کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام یہ تھا کہ تمام جزیرہ عرب کو لوائے اسلام تلے یوں ایک کر دیا جائے کہ اس جزیرہ کے کسی ٹکڑے میں ایک بالشت زمین بھی ایسی نہ رہے جو اقتدار اسلام کے تابع نہ ہو پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دومتہ الجندل کے نصاریٰ کو جھکانے کا فیصلہ کیا خواہ یہ جھکانا صلح سے ہو یا جنگ سے۔

اس فیصلے کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشہور سالار حضرت خالد بن ولید کو بلایا اور آپ کو اطلاع دی کہ آپ نے دومتہ الجندل سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور آپ نے حضرت خالد کو اس فوج کا سالار مقرر کیا جو عنقریب اس مشن کی ذمہ داری لینے والی تھی۔

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں پڑاؤ کیے ہوئے جیش نبوی سے چار سو بیس سوار منتخب کیے تاکہ حضرت خالدؓ ان کی کمان کریں اور اس دشمن پاکٹ کا صفایا کر دیں جو دومتہ الجندل میں باقی رہ گئی ہے۔

چونکہ حضرت خالد دشمن کی ان بے شمار افواج کی تعداد سے واقف تھے جو دومتہ الجندل میں موجود تھیں اور ان دشمنوں کی جنگی قوت سے بھی واقف تھے آپ نے رصرف جنگ کے پیمانے کے مطابق، دیکھا کہ سواروں کا یہ دستہ جس

کے ساتھ آپ پر اس دومۃ الجندل کے قلعوں میں داخل ہونا واجب ہے جن میں سب سے اہم اس کا تاریخی اور مضبوط قلعہ ہے، آپ نے دیکھا کہ یہ دستہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دستے کے پس پردہ پورا کرنا چاہتے ہیں جس کی ذمہ داری اٹھانے کا آپ نے حضرت خالد کو مکلف کیا ہے، حضرت خالد نے اس سلسلہ میں کہا ——— آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر رہے تھے ——— یارسول اللہ مجھ سے یہ کیسے ہوگا یعنی دومۃ الجندل کا بادشاہ اکیدر بلادِ کلب کے وسط میں ہے اور میرے پاس تھوڑی سی فوج ہے [1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار خالد کو اطمینان دلایا کہ وہ (باوجود چھوٹی فوج کے جس کی عنقریب وہ کمان کرنے والے تھے) ملک اکیدر پر فتح پائیں گے اور اُسے قیدی بنا کر لائیں گے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد سے فرمایا، آپ اُسے عنقریب گایوں کا شکار کرتا پائیں گے اور اُسے پکڑ لیں گے [2]

حضرت خالد نے محض فوجی نقطہ نگاہ سے پوزیشن کا جائزہ لیا تو آپ کے سامنے ایک عام انسان کی طرح، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ سوال اُبھرا اور وہ یہ کہ کیا چار سو بیس سواروں کے امکان میں یہ بات ہے کہ وہ کئی ہزار لوگوں پر متغلب ہو جائیں جو قلعوں اور فصیلوں کی پناہ لیے ہوئے ہیں اور حضرت خالد ——— محض فوجی نقطہ نگاہ سے ——— اپنے سوال میں غلطی پر نہ تھے لیکن انہوں نے ایک گہرے ایمان دار مومن کی طرح یقین کر لیا کہ وہ عنقریب دومۃ میں مملکت کندہ کی افواج پر ان کے عددی تفوق کے باوجود جس سے یہ افواج حضرت خالد کے دستے سے ممتاز تھیں، فتح

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۵

[2] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۶۹ و صفحہ ۱۷۰

پا یئں گے کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جو خبر دی تھی کہ آپ عنقریب دومۃ الجندل کے بادشاہ کو پکڑ لیں گے اور اُسے قیدی بنا کر لائیں گے اس کے صدق پر آپ کو یقین تھا۔

حضرت خالدؓ کا تبوک سے مارچ کرنا

سواروں کے اس دستے کی تیاریوں کے مکمل ہونے کے بعد جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا تھا کہ حضرت خالد دومۃ الجندل تک اُسے لے جائیں گے آپ نے اس کے ساتھ مارچ کیا کیونکہ یہ مشن آپ کے سپرد کیا گیا تھا اور حضرت خالدؓ مسلسل منظم طور پر مارچ کرتے رہے حتیٰ کہ آپ دومۃ الجندل کے اس قلعہ کے نزدیک ایک جگہ پہنچ گئے جہاں ملک اکیدر اپنی بہت سی فوج کے ساتھ قلعہ بند تھا۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے حضرت خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کے ساتھ دومۃ الجندل میں اکیدر بن عبدالملک کی طرف بھیجا ——— اور اکیدر کندہ سے تھا جو ان کا بادشاہ بن گیا تھا اور وہ نصرانی تھا ——— حضرت خالد نے عرض کیا یارسول اللہ! بلاد کلب کے وسط میں میرے لیے یہ کام کیسے ہوگا میں ایک چھوٹی سی فوج کے ساتھ ہوں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو عنقریب اُسے گایوں کا شکار کرتا پائے گا اور اُسے پکڑے گا، راوی کا بیان ہے کہ حضرت خالد روانہ ہو گئے حتیٰ کہ موسم گرما کی ایک چاندنی رات میں اس کے قلعے سے اس مقام پر چلے گئے جو آنکھ سے نظر آ جاتا تھا، وہ اپنی چھت پر تھا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی الرباب بنت انیف بن عامر تھی جو کندہ سے تھی اور وہ گرمی کے باعث قلعے کی چھت پر چڑھا اور راعی کی مگو کا لہہ لونڈی اُسے گیت سنا رہی تھی پھر اس نے شراب منگوا کر پی اور ایک جنگلی گائے آکر اپنے سینگوں سے قلعے کے دروازے کو مارنے لگی، اس کی بیوی نے آکر قلعہ سے جھانکا تو اس نے گائے کو دیکھا اور وہ کہنے لگی، میں نے رات کی

مانند گوشت نہیں دیکھا، کیا تو نے کبھی اس کی مانند دیکھا ہے؟ اس نے کہا، نہیں، اس کی بیوی کہنے لگی، اسے کون چھوڑتا ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں، راوی کا بیان ہے کہ اکیدر کہنے لگا، اس رات کے سوا میں نے کسی رات کو گائے کو اپنے پاس آتے نہیں دیکھا اور جب میں اسے پکڑنے کا ارادہ کرتا تھا تو اس کے لیے ایک ماہ یا اس سے زیادہ عرصہ تک گھوڑوں کو بلا کرتا تھا پھر میں جوانوں کے ساتھ اور ہتھیاروں کے ساتھ سوار ہوتا تھا..... پس وہ اترا اور اس کے حکم کے مطابق گھوڑے پر زین ڈالا گیا اور اس کے حکم کے مطابق گھوڑوں پہ زین ڈالے گئے اور اس کے اہل بیت کی ایک جماعت اس کے ساتھ سوار ہوئی اور اس کے ساتھ اس کا بھائی حسان اور اس کے دو غلام بھی تھے پس وہ اپنے قلعے سے اپنے نیزوں کے ساتھ نکلے۔

اور حضرت خالد کو معلوم تھا کہ ملک اکیدر اور اس کے خواص دومۃ الجندل کے قلعہ میں قلعہ بند ہیں اور وہ ایک مضبوط قلعہ ہے جس کی بلند فصیلیں اور بڑے بڑے برج اور نہایت ٹھوس لکڑی کا ایک دروازہ ہے اس لیے اس میں بھاری آلات حصار مثلاً مجانیق اور سنگ باری کرنے والے اور آگ برسانے والے آلات کی منزلوں کے بعد ہی داخل ہونا ممکن ہے جن سے افواج، فصیلوں میں سوراخ کرنے ان پر چڑھنے اور داخل ہونے کے لیے کام لیتی ہیں تاکہ وہ اندر چلے جائیں۔

قلعہ کیسے سر ہوا؟

حضرت خالد کے پاس ان آلات میں سے کوئی چیز نہ تھی جو دومۃ الجندل جیسے قلعہ میں داخل ہونے کے لیے ضروری ہیں، آپ سواروں کی ایک ہلکی اور چھوٹی سی فوج کے ساتھ آئے تھے جن کے لیے کسی صورت میں بھی بزور قوت قلعہ میں داخل ہو کر اسے فتح کرنا ممکن نہ تھا اور بعد میں ہم نے دیکھا کہ کس طرح اسے دوسری بار فتح کرنے کے لیے ۱۲ھ میں دو فوجوں نے حضرت خالد بن ولید اور عیاض بن غنم الفہری کی کمان میں اشتراک کیا اور عیاض نے ایک سال تک اس کا محاصرہ کیے رکھا اور حضرت خالد کی مدد سے ہی وہ اسے فتح کر سکا۔

اس لیے جب حضرت خالد اپنے جوانوں کے ساتھ قلعہ کے پاس آئے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ آپ اپنے سواروں کے ساتھ کسی پوشیدہ جگہ پر چھپ جائیں کہ کسی دشمن کو آپ کی موجودگی کا علم نہ ہو اور یہ کام مناسب موقع کے انتظار میں ہو جس سے آپ اپنے مشن کو پورا کرنے کی قوت حاصل کرلیں جو فتح دومۃ الجندل کی صورت میں متمثل تھا حتیٰ کہ وہ سدھائے ہوئے گھوڑے بھی اپنے مسلمان مالکوں کے اشارے سے ہنہنانے سے رُک گئے جن کی کمان حضرت خالد کر رہے تھے اور یہ کام اس لیے کیا گیا کہ دشمن ان کی آواز سُن کر چوکس نہ ہو جائیں۔

اور حضرت خالد اپنی گھاتی فوج میں کامیاب ہوئے جس نے کسی قابل ذکر جنگ کے بغیر آپ کو دومۃ الجندل پر تسلط حاصل کرنے کی قوت دی اور اللہ کی مدد سے یہ ہوا کہ ملک اکیدر اور اس کے خاندان کے بعض افراد رات کو باہر نکلے اور جنگلی گائے کے تعاقب کے لیے اس کا بھائی امیر حسان بھی اس کے ساتھ تھا اور انہیں حضرت خالد اور آپ کے سواروں کی جگہ کا علم نہ تھا اور جب وہ قلعہ سے دُور ہو گئے —— اور حضرت خالد ان کی تاک میں تھے —— تو آپ نے اپنے سواروں کو حکم دیا اور اُنھوں نے ملک اکیدر اور اس کے ساتھیوں کا گھیراؤ کر لیا اور اس نے مقاومت نہ کی کیونکہ اس کے پاس تھوڑے سے آدمی تھے لیکن ایک بھائی امیر حسان نے اطاعت اختیار کرنے سے انکار کر دیا اور جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور دونوں غلام بھاگنے میں کامیاب ہو گئے اور قلعہ کی طرف واپس آگئے تاکہ اس میں فوج کے جو افسر موجود ہیں انہیں وہ واقعہ بتائیں جو ان کے بادشاہ کے ساتھ ہوا ہے اور جو حضرت خالد بن ولید کی قید میں ہے، پس قلعہ بند لوگ چوکس ہو گئے اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔

لیکن اس کے اسیر بادشاہ اکیدر نے انہیں ہتھیار ڈالنے اور مسلمانوں کے لیے قلعے کے دروازے کھول دینے کا حکم دے دیا اور یہ اس معاہدے کے مطابق ہوا جو اس کے اور سالار خالد بن ولید کے مابین ہوا تھا اور یہ بات یوں

ہے کہ حضرت خالد نے ملک اکیدر کو پیشکش کی کہ وہ اپنے خون کو بچا لے اور جو لوگ قلعہ میں قلعہ بند ہیں انہیں ہتھیار ڈالنے اور مسلمانوں کے لیے اس کے دروازے کھول دینے کا حکم دے اس نے یہ بات قبول کر لی اور مسلمان اس میں داخل ہو کر اس پر قابض ہو گئے اور اس میں جو اموال اور غلام تھے ان پر بھی قبضہ کر لیا اور انھوں نے اکیدر کے تمام سپاہیوں کو جان کی امان دے دی۔

اصحاب مغازی نے ملک اکیدر کے حضرت خالد بن ولید کے قبضہ میں آنے اور جنگ کے بغیر قلعہ دومۃ الجندل کے فتح ہونے کے متعلق بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ـــــ جب ملک اکیدر اور اس کے خواص قلعہ سے روانہ ہوئے تو حضرت خالد کے سوار ان کے انتظار میں تھے ان کے گھوڑے نہ ہنہناتے تھے اور نہ حرکت کرتے تھے اور اس کی روانگی کے وقت ہی سواروں نے اُسے پکڑ لیا پس اکیدر قیدی ہو گیا اور حسان نے انکار کیا اور جنگ کی حتیٰ کہ قتل ہو گیا اور دونوں غلام اور اس کے ساتھ جو اہل بیت تھے وہ بھاگ گئے اور قلعہ میں داخل ہو گئے اور حسان سونے کے پتروں والی قباء زیب تن کیے ہوئے تھا حضرت خالدؓ نے اُسے اس سے چھین لیا اور اُسے حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھجوا دیا اور اس نے آکر انہیں بتایا کہ اُنھوں نے اکیدر کو پکڑ لیا ہے۔

اور تاریخی مصادر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منطقہ تبوک کو چھوڑ دینے کے بعد مدینہ کی طرف واپسی کے دوران حضرت خالد نے دومۃ الجندل کو فتح کرنے کی قوت پائی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت خالدؓ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کے ساتھ اکیدر بھی تھا۔[1]

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۶ اس طرح بیہقی بیان کرتے ہیں جیسا کہ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت خالد نے مدینہ سے نہ کہ تبوک سے دومۃ الجندل کی فتح کے لیے مارچ کیا (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۱۸/۱۷ واللہ اعلم

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سالار حضرت خالد کو حکم دیا ——— آپ انہیں ان سواروں کے دستے کا سالار مقرر کر رہے ہیں جو دومتہ الجندل کی فتح کا مکلف ہے ——— کہ جب وہ ملک اکیدر کو پکڑ لیں تو اسے قتل نہ کریں۔

اور بعض اصحاب مغازی نے دومتہ الجندل کی فتح کے متعلق مزید تفاصیل دی ہیں اور ہر ایک نے اپنے علم کے مطابق بیان کیا ہے انہوں نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید سے کہا ——— اگر آپ اکیدر پر غالب آجائیں تو اسے قتل نہ کرنا اور اسے میرے پاس لے آنا اور اگر وہ انکار کرے تو اسے قتل کر دینا سو اس نے ان کی بات مان لی اور طیٔ کے بجیر بن بجرہ نے کچھ اشعار کہے ہیں جن میں اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو بیان کیا ہے جو آپ نے حضرت خالد سے کہا تھا (کہ آپ اسے گائے کا شکار کرتا پائیں گے) اور اس شب گائے نے قلعہ کے دروازے سے جو کچھ کیا تھا بھی بیان کیا ہے ؎

گائیوں کو ہانکنے والا بابرکت ہے میں نے اللہ کو ہر راہنمائی کرنے والے کی راہنمائی کرتے دیکھا ہے اور کون تبوک والے سے الگ ہونے والا ہے ہمیں تو جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔

اور حضرت خالد بن ولید نے اکیدر سے کہا ——— کیا تو ایسا کر سکتا ہے کہ میں تجھے قتل سے بچا لوں اور تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس شرط پر لے جاؤں کہ تو میرے لیے دومتہ کو کھول دے؟ اس نے جواب دیا ہاں، یہ بات آپ کے لیے ہوئی اور جب حضرت خالد نے اکیدر سے مصالحت کی اور اکیدر رسیوں میں جکڑا ہوا تھا، حضرت خالد اسے لے گئے حتیٰ کہ اسے قلعے کے دروازے کے قریب کر دیا اور اکیدر نے اپنے اہل کو آواز دی ——— قلعے کے دروازے کو کھول دو، انہوں نے دیکھا کہ اکیدر کے بھائی مصاد نے ان کی بات نہ مانی تو اکیدر نے حضرت خالد سے کہا آپ کو معلوم ہی ہے کہ قسم بخدا

جب تک یہ لوگ مجھے ربیوں میں جکڑا دیکھیں گے میرے لیے دروازہ نہ کھولیں گے مجھے چھوڑ دو آپ کے لیے اللہ میرا ضامن ہے اور رایا غداری کی بات یہ ہے کہ اگر آپ نے اس کے باشندوں سمیت مجھ سے مصالحت کی تو میں آپ کے لیے قلعہ کو کھول دوں گا، حضرت خالد نے کہا میں آپ سے مصالحت کرتا ہوں، اکیدر نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو پنج مان لیتا ہوں اور اگر آپ چاہیں تو مجھے پنج مان لیں۔ حضرت خالد نے کہا تو جو دے گا ہم اُسے تجھ سے قبول کر لیں گے پس آپ نے اس سے دو ہزار اونٹوں، آٹھ سو گھوڑوں، چار سو زرہوں اور چار سو نیزوں پر اس شرط سے صلح کی کہ آپ اُسے اور اس کے بھائی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے اور آپ ان دونوں کے متعلق اپنا فیصلہ کریں گے۔

پس جب حضرت خالد نے اس بات پر اس سے صلح کر لی تو اس نے قلعے کو کھول دیا اور حضرت خالد نے اس میں داخل ہو کر اکیدر کے بھائی مصاد کو پکڑ لیا اور جن اونٹوں، غلاموں اور ہتھیاروں پر مصالحت کی تھی وہ بھی لے لیے پھر آپ مدینہ واپس جانے کے لیے نکلے اور اکیدر اور مصاد بھی آپ کے ساتھ تھے اور جب اکیدر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تو آپ نے جزیہ[1] پر اس سے صلح کی اور اس کا اور اس کے بھائی کا خون بچا لیا اور دونوں کو چھوڑ دیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے بارے میں تحریر لکھی جس میں ان کی امان اور صلح کا بیان تھا اور اس روز آپ نے اپنے ناخن سے اس پر مہر لگائی۔ اور حضرت انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے آپ نے بیان کیا ہے کہ

---

[1] بعض نے بیان کیا ہے ـــــ جو اقرب الی الصواب ہے ـــــ کہ اکیدر کے بھائی مصاد پر جزیہ مقرر کیا گیا کیونکہ اکیدر مسلمان ہو گیا تھا پھر خلافتِ صدیق میں اس نے ارتداد اختیار کیا۔ واللہ اعلم۔

جب اکیدر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے اس کی قباء کو دیکھا لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر حیران ہوئے تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہت اچھے ہیں اور بعض نے بیان کیا ہے کہ لوگ، اکیدر کے بھائی مصاد کی قباء کو چھوتے تھے نہ اکیدر کی قباء کو۔

کیا اکیدر مسلمان ہوا

اور بعض مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ ملک اکیدر مسلمان ہوگیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس کے لیے ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یہ خط محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے اکیدر کے لیے ہے، جب اس نے دومۃ الجندل اور اس کی اکناف میں خالد بن ولید سیف اللہ کے ذریعے اسلام قبول کیا اور شریکوں اور بتوں سے علیحدگی اختیار کی، ہمارے لیے تھوڑے پانی والا بیرونی علاقہ، اور بے کھیتی علاقہ اور نامعلوم حدود والا علاقہ اور پانی والا علاقہ، زرہیں، ہتھیار، گھوڑے اور قلعہ ہوں گے اور تمہارے لیے کھجوروں کے پودے، اور خمس کے بعد، بیرونی پانی ہوگا اور تمہارے چرنے والے جانور برابر نہ ہوں گے اور نہ تمہاری بکریاں چالیس سے زیادہ ہوں گی اور پودے تم پر ممنوع نہ ہوں گے اور تم سے اس متاع کا عشر نہیں لیا جائے گا جس پر زکوٰۃ نہیں ہے، تم وقت پر نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ کے حقدار کو زکوٰۃ دینا تم پر اس عہد و میثاق کی پابندی اور اس سے صدق و وفا اختیار کرنا ضروری ہے اللہ تعالےٰ اور مسلمان حاضرین گواہ ہیں۔

اور اکیدر کے مسلمان ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ اہل الفتوح اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خالد بن ولید ۱۲ھ میں اکیدر کے ارتداد کرنے اور زکوٰۃ روکنے کے بعد

زبردست افواج کے ساتھ عراق سے دومۃ الجندل آئے اور اس نے ان اسلامی افواج کی مقاومت کی جن کی کمان حضرت عیاض بن غنم کر رہے تھے پس حضرت خالدؓ اور حضرت عیاض نے دومۃ الجندل کو فتح کیا اور اکیدر، متمرد، غدار اور مرتد کی طرح قتل ہوا اور یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ خلیفہ حضرت فاروق نے اکیدر کو دومۃ الجندل سے جلاوطن کر دیا۔ یہ بات درست نہیں اور جس شخص نے اسلام قبول کیا اور اپنے اسلام پر ثابت قدم رہا وہ ملک اکیدر کا بھائی حریث تھا، پس مسلمانوں نے جو اس کے پاس تھا اس کے پاس رہنے دیا اور یہ حریث وہی ہے جس نے اپنی بیٹی کا نکاح یزید بن معاویہ سے کیا ہے۔

اور دومۃ الجندل کے شاہی گھرانے سے جو شخص اپنی نصرانیت پر قائم رہا وہ ملک اکیدر کا بھائی مصاد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے امان دی اور اس کے لیے دستاویز لکھی جس میں حمایت اور امان کے مقابل اس پر جزیہ عائد کیا اور یہ وہی دستاویز ہے جس پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ناخن سے مہر لگائی تھی جب کہ آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی نہ تھی۔

اور حضرت بلال بن الحارث مزنی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اکیدر اور اس کے بھائی کو قید کر لیا اور دونوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور غنیمت کی تقسیم سے قبل رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص حصّہ الگ کر دیا گیا پھر آپ نے غنائم کا خمس لگایا اور خمس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھا[1] حضرت عبداللہ بن عمر مزنی بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت خالد بن

---

[1] خمس اور صفی (مخصوص حصّہ) وہ ہے جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوتا ہے اور آپ اُسے ہمیشہ مسلمانوں کی عام ضروریات کے لیے خرچ کرتے تھے اور خود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تھے جیسا کہ دشمنانِ اسلام شور مچاتے ہیں۔

ولید کے ساتھ ہم مزینہ کے چالیس جوان تھے اور ہمارا حصہ پانچوں اونٹوں کا خمس بھی ایک اونٹ تھا اور سب جوان مسلح تھے ہمیں زرہیں اور نیزے تقسیم کیے جاتے تھے، بیان کیا گیا ہے کہ جب اکیدر، حضرت خالد بن ولید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو سونے کی صلیب پہنے ہوئے تھا اور اس پر دیباج نمایاں تھا۔

اور یونس بن بکیر سے بیان کیا گیا ہے کہ غزوہ دومۃ الجندل میں مہاجرین کے سالار حضرت ابوبکر صدیق تھے اور اعراب کے سالار حضرت خالد بن ولید تھے[1] واللہ اعلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اصحاب سے حدودِ شام کو پار کرنے کے بارے میں مشورہ

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے کے بعد حدود پہ رومی افواج کا کوئی نام و نشان نہ پایا (جیسا کہ آپ کو اطلاع ملی تھی) آپ نے اپنی فوج کے کبار قائدین اور مشیروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے پوزیشن کی وضاحت کی اور ان سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ کیا آپ اپنی فوج کے ساتھ حدودِ شام کو پار کر جائیں یا فوج کے ساتھ مدینہ واپس چلے جائیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کے ساتھ تبوک کی طرف پیشقدمی کی تھی کیونکہ آپ کو اطلاع ملی تھی کہ ——————

---

[1] دیکھیے جوامع السیرۃ صفحہ ۲۵۳، البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۱۸/۱۷، زادالمعاد جلد ۳ صفحہ ۱۱، سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۶۹/۱۷۰، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۲۵، معجم یاقوت جلد ۴ صفحہ ۴۸۸/۴۸۷، فتوح البلدان صفحہ ۷۳، تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۰۸/۱۰۹/۱۰۸/۳۶۹، امتاع الاسماع صفحہ ۴۶۳، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۸۲۱، التنبیہ والاشراف صفحہ ۲۷۲۔

——— رومی شہنشاہیت نے جزیرہ عرب پر ظالمانہ شب خون مارنے کے بارے میں سوچ بچار کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو میٹنگ بلائی تھی اس میں حضرت عمر بن الخطاب نے گفتگو کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تجویز پیش کی کہ آپ حدودِ شام کو عبور کیے بغیر فوج کے ساتھ مدینہ واپس چلے جائیں اور حضرت عمر رضؓ نے اپنی اس تجویز کو اس بات سے قوت دی کہ فوج کے مقاصد مقرر ہیں اور وہ یہ کہ اس دشمن کو خوفزدہ کرنا ہے جس کی کسی ماتحت فوج نے مسلمانوں کے سامنے آنے کی جراٗت نہیں کی، باوجودیکہ شام میں دشمن کے پاس رومیوں اور ان کے غریب عیسائی حلیفوں کی اس قدر فوج ہے جو اڑھائی لاکھ سپاہیوں سے کم نہیں جبکہ مسلمان تبوک میں اپنے نبی کی کمان میں فقط تیس ہزار جانباز تھے

اصحابِ مغازی نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشقدمی کے بارے میں مشورہ لیا تو حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا اگر آپ کو روانگی کا حکم دیا گیا ہے تو چلیے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر مجھے اس کا حکم دیا جاتا تو میں تم سے مشورہ نہ لیتا۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (شام میں) رومیوں کی بہت افواج ہیں اور وہاں کوئی مسلمان نہیں ہے اور آپ ان کے نزدیک آگئے ہیں جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے اور آپ کے نزدیک آنے نے انہیں خوفزدہ کر دیا ہے پس اگر آپ اس سال واپس چلے جائیں حتیٰ کہ آپ دیکھیں (کہ کیا ہوتا ہے) یا اللہ اس بارے میں آپ کے لیے کوئی بات پیدا کر دے[1]۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن الخطاب کے مشورے کو اختیار کر لیا اور اپنی فوج کے ساتھ حدودِ شام کو پار کیے بغیر مدینہ واپس آ گئے۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صـ۱۰۱۹

منافقین کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کی کوشش

اور یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ اسلامی فوج کے بڑھ جانے اور غزوۂ تبوک میں کامیاب ہوتے اور شمال میں دومۃ الجندل میں کندیوں کی حکومت کے ذلیل کرنے کے بعد جزیرہ عرب رومی شہنشاہیت کو چیلنج کرنے لگا اور اُسے خوفزدہ کرنے لگا اور اُسے سکون اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگا حالانکہ اس سے قبل وہ جزیرہ سے جنگ کے بارے میں غور و فکر کر رہی تھی ــــــ ان تمام فتوحات کے بعد جنھوں نے اسلام کو (اس لفظ کے تمام معانی کے ساتھ) جزیرہ عرب میں اور شام کے بعض حصوں جیسے اذرح اور ایلات میں مطلق اقتدار کا مالک بنادیا۔

ان سب فتوحات کے بعد باطنیوں کے فتنہ کا علم (منافقین) کی سرگرمیاں خاص طور پر اسلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بڑھنے لگیں اور شاید اس کا باعث وہ حسد تھا جس نے ان کی صوابدید کو کھو دیا۔

یہ منافقین اپنے مشوروں کو بڑھانے لگے۔ اور تبوک کی طرف مارچ کے دوران اور وہاں سے واپسی کے بعد چیلنج کرنے اور مضطرب کرنے کی صورت میں حرکتیں کرنے لگے اور ایسے انداز میں کہ اس سے قبل ان کی تخریبی سرگرمیوں میں اس کی نظیر موجود نہ تھی۔

اور غزوہ تبوک میں ان منافقین نے مایوسانہ کوششیں کیں اور وہ (مذبوحی حرکات کی مانند) اضطراب انگیز اور ہر راستے پر تخریبی کام کرنے لگے کہ شاید وہاں سے اسلام کی سربلند وحدت کو گزند پہنچا سکیں اور شاید وہ انتشار کے کیڑے کو اس اخوت اسلامیہ کی جڑ تک پہنچا دیں جسے اسلام نے قائم کیا تھا اور جس کی نظیر جزیرہ عرب نے اپنی تاریخ میں نہیں دیکھی تھی۔

مگر ان باطنیوں کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں اور ایمان کی اس چٹان پر ریزہ ریزہ ہوگئیں جن سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیروکاروں کا ہر فرد متمتع تھا

اور باوجودیکہ سالارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے معاملے کا انکشاف ہو گیا تھا اور آپ انہیں سخت سزائیں دینے پر قادر تھے آپ نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ انہیں اُمت کے لیے چھوڑ دیا تاکہ وہ خود ان کا محاسبہ کرے اور عملاً اس نے ان کا سخت ترین محاسبہ کیا اور قوم کی طرف سے انہیں نفرت، عہد شکنی اور حقارت کی سزا دی گئی حتیٰ کہ وہ اپنے کینوں سے مضمحل ہو گئے اور ان کی ناپسندیدگی کے باوجود اسلام سربلند ہوا حتیٰ کہ اس کا سائبان پھیل گیا اور مشرق و مغرب کے درمیان چھا گیا۔

اور ہم نے (جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے) غزوۂ تبوک کے آغاز میں دیکھا ہے کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے (فریب کارانہ اور خبیثانہ اسلوب کے ساتھ) کیسے کوشش کی کہ وہ اسلامی فوج کو نصف نصف کر دے اور مدینہ چھوڑنے سے قبل اس کی یونٹوں کے اندر انارکی اور اضطراب پیدا کر دے پس یہ منافق اپنے مددگاروں کی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ نکلا جو بظاہر مسلمان اور بباطن کافر تھے، وہ انہیں لے کر چلا گیا حالانکہ وہ تبوک کی طرف پیشقدمی کرنے والی نبوی فوج کا حصہ تھے لیکن جونہی یہ منافق اپنی فوج کے ساتھ مدینہ کے بلند مقامات پر پہنچا تو واپسی پر ان سے الگ ہو گیا اور اس کا مقصد جیش نبوی کی بعض یونٹوں کو تردید پر برانگیختہ کرنا اور اپنی خبیث روش پہ چلانا تھا تاکہ جیش نبوی کی وحدت کمزور پڑ جائے۔

اور ابن ابی نے اپنے اس خبیث کام پہ اکتفا نہ کیا بلکہ اس نے وہ بات کی جو لوگوں کو بھڑکانے کے لیے بڑی خبر اڑانے اور عزائم کے کمزور کرنے کے تمام معانی کی حامل تھی، اس نے اعلان کیا کہ اس کا اپنے اصحاب کے ساتھ واپس جانا اور جیش نبوی سے الگ ہونا اس وجہ سے ہے کہ اس کے خیال میں وہ اپنے اصحاب سمیت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ معرکہ میں جانبازی نہیں کرنا چاہتا اس نے اس کے متعلق پہلے کہا، یہ ایک نقصان وہ بات ہے کیونکہ اس کے

خیال میں مسلمان رومی شہنشاہیت کا مقابلہ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، عبداللہ بن ابی نے کہا ——— اور وہ اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ واپس آ رہا تھا ——— کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رومیوں کے ساتھ جنگ کرنا کھیل خیال کرتے ہیں۔ گویا میں آپ کے اصحاب کو کل رسیوں میں جکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں[1] ——— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منافق کی بات کی اور اس کے کردار کی اطلاع ملی تو آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی بلکہ تبوک کی طرف مسلسل مارچ جاری رکھا حتیٰ کہ فوج نے اپنے سب مقاصد کو پورا کر لیا۔

باوجودیکہ منافقین کا لیڈر عبداللہ بن ابی اپنے اکثر اصحاب کے ساتھ ان کے غزوہ تبوک میں شرکت کے بغیر مدینہ واپس آ گیا مگر ان منافقین کی ایک پارٹی جیشِ نبوی میں شامل رہی اور اس نے تبوک کی طرف فوج کے مارچ کے دوران کوشش کی کہ وہ اس عظیم فوج کی یونٹوں کے درمیان کمزوری پیدا کرنے اور تفرقہ و تشکیک پیدا کرنے کا سبب بنے۔ مگر اسے بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور فوج کی وحدت قائم رہی حتیٰ کہ وہ تبوک پہنچ گئی اور عظیم فوج نے اپنے مقاصد کو پورا کیا اور فاتح اور سربلند ہو کر مدینہ واپس آ گئی اور اس نے رومیوں کو خوفزدہ کر دیا اور اس کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور جزیرہ عرب کی شمالی سرحد میں تمام اسلام دشمن پاکٹوں کا (فوجی لحاظ سے) صفایا کر دیا۔

اور تبوک سے واپسی پر باطنی منافقین نے جو جیشِ نبوی میں گھسے ہوئے تھے، ان پریشانیوں کی تاریخ کی سب سے بڑی حماقت کی جنہیں وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف ہوا دیا کرتے تھے، انہوں نے اس دفعہ تاریخ کے سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا اور وہ بزدلانہ، فریب کارانہ اور خبثیانہ طریق کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش تھی اس طریق کو بزدل

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۹۹۵، صفحہ ۹۹۶

منافقین ہی مضبوط سمجھتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے فرمانبرداری اختیار کرنے والے منافقین نے ایک جہنمی منصوبہ بنایا اور ان منافقین نے قتل کا منصوبہ اس اساس پہ بنایا کہ اگر وہ کامیاب ہوگیا تو یوں معلوم ہو کہ گو یا وہ قضا و قدر کا فیصلہ تھا اس لیے کہ ان منافقین نے طے کیا تھا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ذریعے کے نظائر ہوں اور آپ سے پہلے بہت سے افراد سے ایسا ہوتا رہا ہے۔

اور منافقین نے (قتل کا منصوبہ بناتے وقت) یہ فیصلہ نہ کیا کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار، نیزے یا تیر سے قتل کریں انھوں نے اسے مزید پوشیدہ رکھنے کے لیے یہ فیصلہ کیا کہ آپ کا قتل اس ناقہ کے بدکنے سے ہو جس پہ آپ سوار ہوتے تھے اور دُور دراز وادی میں اس کے گرنے سے اور وہ اس طرح کہ جب وہ ناقہ آپ کو وادی میں گرائے تو وہاں آپ کی سلامتی کی کوئی امید نہ ہو اور نہ کسی پہ آپ کے قتل کا اتہام لگانے کی گنجائش ہو۔

قتل کے بارے میں منافقین کا منصوبہ کیسے ناکام ہوا

اگر ساری فوج اس راستے پہ چلتی جس پہ چلنا طے پا چکا تھا تو منافقین نے قتل کے لیے جو منصوبہ بنایا تھا وہ آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جاتا اور وہ راستہ ایک گھاٹی ہے جو دُور دراز وادی پہ جھانکتی ہے

منافقین کو معلوم تھا کہ اس خطرناک گھاٹی میں ہزاروں گھڑ سوار اونٹ سوار عنقریب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تنگی کریں گے اور سازش کی تنفیذ کے لیے جوانوں کے ایک چھوٹے سے گروپ کا اس ناقہ کے گرد جس پہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوں، ازدحام کرنا آسان امر ہے اور وہ رات کی تاریکی میں (بڑے ازدحام میں) کسی بھی ذریعے سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے آپ کو اپنی ناقہ کی پشت

سے وادی کی طرف گرانے کی قدرت پالیں گے اور یوں معلوم ہوگا کہ یہ قضا و قدر کا فیصلہ تھا، یہ منافقین کی قائم کردہ رائے تھی (جو انھوں نے قتل کا منصوبہ بناتے وقت اختیار کی) مگر آخری لمحوں میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سازش کی اطلاع مل گئی اور جب آپ کو منافقین کی سازش کا تفصیلی علم ہوا تو آپ نے سازش کو ناکام بنانے کے لیے کام کیا آپ نے سب فوج کو حکم دیا کہ وہ اپنی روانگی کی سمت کو تبدیل کر لے اور گھاٹی کی بجائے) وادی میں چلے، پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہی گھاٹی پر چلے اور آپ کے ساتھ فقط آپ کے تین اصحاب تھے اور وہ حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی تھے[1]

یہاں معلوم ہوا کہ منافقین کی سازش آخر تک ناکام ہو گئی ہے اس لیے کہ ان منافقین میں سے جن عناصر کی ڈیوٹی لگائی گئی تھی وہ قتل کے منصوبے کی تنفیذ کی استطاعت نہ رکھتے تھے کیونکہ ان عناصر کا فوج سے الگ ہونا اُن کے متعلق شک و شبہ پیدا کر دیتا تھا اور انھیں سالارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی عملاً مخالفت کرنے والوں میں بنا دیتا تھا لیکن یہ منافقین مایوس نہ ہوئے اور اپنے منصوبے پر چلتے رہے اور انھوں نے رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھایا جو عنقریب اس گھاٹی کے خطرناک مقام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گزرنے

---

[1] حمزہ بن عمرو بن الحارث۔ آپ بنی اسلم سے تھے اور ابو صالح کنیت کرتے تھے۔ اور آپ رواۃ حدیث میں سے ہیں اور آپ سے بہت سے ائمہ نے روایت کی ہے جن میں یحییٰ بن سعید، شعبہ اور دونوں حماد شامل ہیں آپ نے ۶۱ھ میں ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی اور بعض نے آپ کی عمر ۸۰ سال بیان کی ہے۔

کے موقع پر چھا جانے والی تھی جس کے متعلق انھوں نے طے کیا تھا کہ قتل کی کارروائی اس میں مکمل ہو، سو انھوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے ایک جدید منصوبہ بنایا اور اس جدید منصوبے کا ملخص درج ذیل ہے:

۱ ۔ ان منافقین میں سے تیرہ آدمی اس مشن کے لیے مقرر ہوں۔

۲ ۔ ان پر لازم ہو کہ وہ منصوبے پر تاریکی چھا جانے پر عمل کریں۔

۳ ۔ ان پر لازم ہو کہ وہ منصوبے کا آغاز کرتے وقت ڈھاٹھے باندھیں تاکہ انہیں کوئی پہچان نہ سکے۔

۴ ۔ ان پر لازم ہے کہ وہ گھاٹی کی مقررشدہ خطرناک جگہ پر اپنی گھاتی جماعت مقرر کریں۔

۵ ۔ ان پر لازم ہو کہ قتل کے منصوبے کی تنفیذ کے لیے وہ کسی ہتھیار، نیزے، تلوار یا تیر کو استعمال نہ کریں۔

۶ ۔ بلکہ ان پر لازم ہو کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گھاٹی کی مقررشدہ جگہ سے گزریں تو وہ سب کے سب اپنی سواریوں کے ساتھ آپ کی ناقہ پر تنگی کریں اور اسے وادی کے کنارے کی طرف چلنے پر مجبور کر دیں پھر تاریکیٔ شب میں اس کے کجاوے کا تنگ کاٹ دیں تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وادی کی طرف گر پڑیں اور مر جائیں۔

اور اس منصوبے کی اساس پر منافقین جدید خبیث سازش میں لگ گئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سازش کا آغاز کرتے ہی ظاہر کر دیا اور اُسے اس وقت ناکام کر دیا جب آپ نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو ان پر حملہ کرنے کا حکم دیا پس حضرت حذیفہ نے ان پر حملہ کیا اور چونکہ وہ چاہتے تھے کہ انہیں کوئی شخص نہ پہچانے اس لیے وہ بھاگ گئے اور مسلسل بھاگتے ہی رہے حتیٰ کہ وادی میں فوج کے اسلحہ اور سامان وغیرہ میں داخل ہو گئے تاکہ

انھیں کوئی پہچان نہ لے[1]

واقدی نے اس ذلیل سازش کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ـــــ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں تھے تو کچھ منافقین نے آپ کے متعلق سازش کی اور مشورہ کیا کہ راستے میں گھاٹی سے آپ کو گرا دیں اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی پر پہنچے تو انھوں نے اس گھاٹی پر آپ کے ساتھ چلنا چاہا، سو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے متعلق آگاہ کر دیا گیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا تم وادی کے نشیب میں چلو وہ تمہارے لیے زیادہ سہولت اور وسعت کا باعث ہے پس لوگ وادی کے نشیب میں چلے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی پر چلے اور آپ نے حضرت عمار بن یاسر کو حکم دیا کہ وہ آپ کی ناقہ کی مہار آگے سے پکڑ کر اسے چلائیں اور حضرت حذیفہ بن الیمان کو حکم دیا کہ وہ آپ کے پیچھے آئیں، اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصے ہو کر حضرت حذیفہ کو انہیں ہٹانے کا حکم دیا حضرت حذیفہ ان کی طرف پلٹے اور انھوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے کو دیکھ لیا پس حضرت حذیفہ ان کی سواریوں کے چہروں پر اپنے ہاتھ کی کھونٹی سے ضرب لگانے لگے اور منافقین نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سازش کا پتہ چل گیا ہے تو وہ جلدی سے گھاٹی سے نیچے اتر گئے حتیٰ کہ لوگوں میں مل جل گئے اور حضرت حذیفہ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگے اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی سے باہر نکلے تو لوگ اتر پڑے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اے حذیفہ! کیا تم نے جن سواروں کو ہٹایا ہے ان میں سے کسی کو پہچانا ہے؟ انھوں نے

---

[1] امتاع الاسماع صفحہ ۴۷۷/۴۷۸، زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۱۶/۱۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۱۹/۲۰/۲۱

کہا یا رسول اللہ! میں نے فلاں فلاں کو پہچانا ہے اور وہ لوگ ٹھاٹھے باندھے ہوئے تھے میں تاریکی شب میں انہیں دیکھ نہیں سکا۔[1]

ان منصوبہ بازوں نے جب اپنے خبیث منصوبے کا آغاز کیا تو انہیں جزوی طور پر کامیابی ہوئی اور وہ یوں کہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کو دھتکارنے کی قدرت پائی حتیٰ کہ وہ بدک گئی اور اس بدکنے کی وجہ سے آپ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ گرے۔

اور ابن کثیر نے اپنی کتاب (البدایۃ والنہایۃ) میں بیان کیا ہے کہ۔

ابن لہیعہ نے ابو الاسود سے بحوالہ عروہ بن زبیر روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ کو واپس آئے تو منافقین کی ایک جماعت نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کرنے کا ارادہ کیا نیز یہ کہ وہ آپ کو راستے میں گھاٹی کی چوٹی سے گرادیں آپ کو ان کے متعلق اطلاع دی گئی تو آپ نے لوگوں کو وادی میں چلنے کا حکم دیا اور خود گھاٹی پر چڑھ گئے اور اس پہ چلنے لگے اور آپ کے ساتھ وہ لوگ بھی ٹھاٹھے باندھے ہوئے موجود تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت حذیفہؓ بن الیمان کو حکم دیا کہ وہ دونوں آپ کے ساتھ ساتھ چلیں، حضرت عمارؓ ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور حضرت حذیفہؓ اُسے چلا رہے تھے اسی دوران میں کہ وہ چل رہے تھے اچانک انھوں نے لوگوں کی آواز سُنی جو ان کے پاس آ گئے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غصے ہوئے اور حضرت حذیفہ نے آپ کے غصے کو دیکھا تو آپ ان کی طرف پلٹے اور آپ کے پاس ایک کھونٹی تھی آپ نے ان کی سواریوں کے چہروں کا اپنی کھونٹی سے استقبال کیا اور جب انھوں نے حضرت حذیفہ کو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴

دیکھا تو انھوں نے خیال کیا کہ جس امرِ عظیم کو وہ چھپائے ہوئے ہیں اس کی اطلاع آپ کو ہو گئی ہے تو وہ جلدی سے چل کر لوگوں میں مل جل گئے اور حضرت حذیفہؓ آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے پس آپ نے دونوں کو حکم دیا اور انھوں نے جلدی کی حتیٰ کہ انھوں نے گھاٹی کو طے کر لیا اور کھڑے ہو کر لوگوں کا انتظار کرنے لگے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، کیا آپ نے ان لوگوں کو پہچانا ہے؟ انھوں نے جواب دیا میں نے تاریکی شب میں ان کی سواریوں کو پہچانا ہے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں کو ان سواروں کا حال معلوم ہوا ہے؟ دونوں نے کہا نہیں، تو آپ نے ان دونوں کو اس بات کی خبر دی جس پر انھوں نے ایکا کیا تھا اور آپ نے دونوں کو ان کے نام بھی بتائے اور ان سے کہا کہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا، ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ، کیا آپ ان کے قتل کا حکم نہیں دیں گے؟ آپ نے فرمایا میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ باتیں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

اور ابن اسحٰق نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے مگر اس نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت حذیفہ بن الیمان کو ان کے نام بتائے اور یہی زیادہ مناسب ہے۔ واللہ اعلم، اور اس کی شہادت حضرت ابو الدرداءؓ کے اس قول سے ملتی ہے جو آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کے دوست حضرت علقمہ سے کہا، کیا تم میں ـــــ اے اہل کوفہ ـــــ پوشیدہ گفتگو والا اور تکیے والا نہیں ہے ـــــ یعنی حضرت ابن مسعود ـــــ کیا تم میں وہ صاحبِ راز نہیں ہے جسے اس کا غیر نہیں جانتا ـــــ یعنی حضرت حذیفہ ـــــ کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے شیطان سے بچایا ہے؟ ـــــ یعنی حضرت عمار ـــــ اور ہم نے امیر المومنین حضرت عمرؓ بن الخطاب سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت حذیفہ سے فرمایا، میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میں ان میں سے ہوں؟ آپ نے کہا نہیں؟ اور میں

آپ کے بعد کسی کو بُری نہیں کروں گا ——— یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو افشاء نہیں کروں گا ———

ابن کثیر نے بیان کیا ہے، میں کہتا ہوں وہ چودہ آدمی تھے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ بارہ آدمی تھے اور ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمان کو ان کے پاس بھیجا تو آپ نے ان کو جمع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے معاملے کے بارے میں اور ان کے لیکچے بارے میں انہیں آگاہ کیا پھر ابن اسحٰق نے ان کے نام بیان کیے ہیں اور کہا ہے کہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے کہ (ھموا بمالم ینالوا[1]) تھی اُسے حاصل نہ کر سکے۔

اور بیہقی نے محمد بن مسلمہ کے طریق سے عن ابی اسحٰق عن الاعمش عن عمرو بن مرۃ عن ابی البختری عن حذیفہ بن الیمان روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کی مہار پکڑے اُسے چلا رہا تھا اور حضرت عمار، ناقہ کو پیچھے سے ہانک رہے تھے ——— یا میں پیچھے سے ہانک رہا تھا اور حضرت عمار مہار پکڑے آگے چل رہے تھے ——— حتیٰ کہ جب ہم گھاٹی پر تھے تو اچانک بارہ آدمیوں نے اس میں آپ کو روک لیا، راوی کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا تو آپ نے انہیں للکارا تو وہ پشت پھیر کر بھاگ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا کیا تم نے ان لوگوں کو پہچانا ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ نہیں وہ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے لیکن ہم نے سواریوں کو پہچان لیا ہے آپ نے فرمایا یہ قیامت کے دن تک منافق رہیں گے اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا ہم نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا وہ گھاٹی میں اللہ کے رسول کو تنگ کرنا چاہتے تھے اور آپ کو اس سے پھینکنا چاہتے تھے، ہم نے عرض

---

[1] توبہ - ۷۵

کیا یا رسول اللہ کیا آپ ان کے قبائل کی طرف پیغام نہیں بھیجیں گے حتیٰ کہ ہر قوم اپنے آدمی کا سر آپ کے پاس بھیج دے؟ آپ نے فرمایا نہیں، میں پسند نہیں کرتا کہ عرب آپس میں باتیں کریں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی قوم کا قاتل ہے حتیٰ کہ جب اللہ نے ان کے ذریعے اُسے غالب کیا تو وہ انہیں قتل کرنے لگ پڑا پھر آپ نے فرمایا اے اللہ انہیں دبیلہ سے مار، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ دبیلہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ آگ کا شعلہ ہے جو ان کے ایک شخص کے دل کی رگ پر پڑتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اور صحیح مسلم میں شعبہ کے طریق سے عن قتادۃ عن ابی نضرۃ عن قیس بن عبادۃ روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمار سے پوچھا کیا تم نے حضرت علیؓ کے بارے میں اپنی کاروائی کو دیکھا ہے۔ کیا یہ تمہاری رائے ہے یا کوئی ایسی بات ہے جس کی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو وصیت کی ہے؟ انھوں نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کوئی ایسی وصیت نہیں کی جو سب لوگوں کو نہ کی ہو۔ لیکن حضرت حذیفہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بتایا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب میں بارہ منافق ہیں وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہوگا جو آگ کا چراغ ہے وہ ان کے کندھوں کے درمیان نمایاں ہوگا حتیٰ کہ ان کے سینوں میں ظاہر ہوگا۔

حافظ بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے روایت کی ہے کہ وہ چودہ ــــ یا پندرہ آدمی تھے ــــ اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں سے بارہ آدمی، دنیاوی زندگی میں اور گواہوں کے کھڑا ہونے کے بعد اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے والے ہیں اور تین کو آپ نے معذور قرار دیا انھوں نے کہا ہم نے منادی کو نہیں سُنا اور نہ ہی ہمیں اس کے مقصد کا علم ہوا۔

اور اس حدیث کو امام احمد نے اپنے مسند میں روایت کیا ہے آپ نے

بیان کیا ہے کہ یزید بن ہارون نے ہم سے بیان کیا کہ ولید بن عبد اللہ بن جمیع نے بحوالہ ابو الطفیل ہمیں بتایا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس آئے تو آپ نے منادی کو حکم دیا اور اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھاٹی کو اختیار کرنے والے ہیں آپ سے کوئی شخص اختیار نہ کرے اور اسی دوران میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے حضرت حذیفہ اور پیچھے حضرت عمار چل رہے تھے کہ اچانک کچھ لوگ اونٹوں پر ڈھاٹے باندھے آئے اور انہوں نے حضرت عمار کو آلیا جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چل رہے تھے اور حضرت عمار، اونٹوں کے چہروں پر مارنے لگے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ سے فرمایا (بس بس) حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی میں اتر گئے اور جب آپ اتر گئے اور حضرت عمار واپس آگئے تو آپ نے فرمایا ــــــ اے عمار تو نے لوگوں کو پہچانا ہے؟ انھوں نے کہا میں نے عام اونٹوں کو پہچان لیا ہے اور وہ لوگ ڈھاٹے باندھے ہوئے تھے آپ نے فرمایا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ ان کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا، ان کا ارادہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آکر انہیں پھینک دیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمارؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص کے ساتھ سرگوشی کی تو اس نے پوچھا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ گھاٹی والے کتنے آدمی تھے؟ آپ نے کہا چودہ آدمی تھے اس نے کہا اگر آپ بھی ان میں تھے تو وہ پندرہ تھے آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین آدمیوں کو معذور قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی کو نہیں سنا اور نہ ہمیں ان لوگوں کے ارادے کا علم تھا، حضرت عمار نے کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ باقی بارہ آدمی، دنیاوی زندگی اور گواہوں کے کھڑا ہونے کے روز اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے ہیں[1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۰، ۲۱

منصوبہ بندی کرنے والوں کے قتل کا مطالبہ

یہ باطنی منصوبہ باز حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کے آغاز میں جزوی طور پر کامیاب ہو گئے تھے، انھوں نے تاریکی میں اپنے خاص طریقوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو مضطرب کرنے کی قدرت پائی حتیٰ کہ وہ بدک گئی اور اس بدکنے کی وجہ سے اونٹنی کی پشت پر سے آپ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا لیکن آپ خود نہ گرے کیونکہ ان غداروں کا معاملہ قبل اس کے کہ یہ اپنے خبیث مقصد کو پورا کریں کھل گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے سازش کے بارے میں سرگوشی کی۔

واقدی نے بیان کیا ہے — انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت اونٹنی کو بھگایا اور آپ کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا اور حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی بیان کیا کرتے تھے کہ میری پانچوں انگلیاں میرے لیے روشن ہو گئیں اور انہوں نے روشنی کر دی حتیٰ کہ ہم جو سامان گر گیا تھا یعنی کوڑا، رسی وغیرہ اسے اکٹھا کرنے لگے حتیٰ کہ ہم نے سب سامان اکٹھا کر دیا اور وہ گھاٹی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے[1]

اور اوس کے سردار حضرت اسید بن حضیر کو سازش کی اطلاع ملی تو انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اس طرح منصوبہ بازوں کے قتل کا حکم دیں کہ انصار کا ہر قبیلہ اس شخص کے قتل کی ذمہ داری لے جو ان میں سے اس سازش میں شریک تھا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درگزر کرنے کو ترجیح دی اور حضرت اسید بن حضیر کی تجویز پر عمل نہ کیا۔

اصحاب سیر کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی تو حضرت اسید بن حضیر نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ گزشتہ شب آپ کو

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۳

وادی میں چلنے سے کس بات نے روکا وہ گھاٹی کی نسبت بہت آسان تھی ؟ آپؐ نے فرمایا اے ابویحیٰی، کیا تجھے معلوم ہے کہ گزشتہ شب منافقین نے کیا ارادہ کیا تھا اور انھوں نے کیا اہتمام کیا تھا ؟ انہوں نے کہا ہم گھاٹی میں ان کا پیچھا کریں گے اور جب رات تاریکی کر دے گی تو وہ میری اونٹنی کا تنگ کاٹ دیں گے اور اسے نوک دار چیز چبھوئیں گے کہ وہ تیز چلے حتیٰ کہ وہ مجھے میری اونٹنی سے گرا دیں گے۔ حضرت اسید نے کہا۔ یا رسول اللہ لوگ اکٹھے ہو چکے ہیں اور اتر چکے ہیں ہر قبیلے کو حکم دیجیے کہ وہ اس شخص کو قتل کر دیں۔ جس نے یہ ارادہ کیا تھا اور جو شخص ان کے قبیلے کا ہوگا اسے وہ خود قتل کریں گے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپ پسند کریں تو مجھے ان کے متعلق آگاہ کر دیں اور اس جگہ کو نہ چھوڑیں حتیٰ کہ میں ان کے سروں کو آپ کے پاس لے آؤں، خواہ وہ النبیت[1] میں ہوں، میں آپ کو ان سے کفایت کردوں گا اور آپ خزرج کے سردار کو حکم دیں اور جو آدمی اس کی جانب میں ہوں گے وہ ان کے بارے میں آپ کو کفایت کرے گا، یا رسول اللہ ایسے لوگوں کو چھوڑا جائے گا ؟ ہم کب تک ان سے مداہنت کریں گے حالانکہ آج وہ قلت اور ذلت میں ہیں اور اسلام نے اپنے قدم جما لیے ہیں پس ان لوگوں میں سے کوئی باقی نہ رہے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسید سے فرمایا میں پسند نہیں کرتا کہ لوگ کہیں کہ جب اس کے اور مشرکین کے درمیان جنگ ختم ہو گئی ہے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے اصحاب کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے، حضرت اسید نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ لوگ اصحاب نہیں ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا وہ لا الٰہ الا اللہ

---

[1] النبیت، عمرو بن مالک بن اوس ہے۔ دیکھیے انساب الاشراف۔ بلاذری جلد ۱ صـ۲۸

کی شہادت کا اظہار نہیں کرتے ؟ حضرت اُسید نے کہا ، بے شک ، لیکن ان کی کوئی شہادت نہیں ہے آپ نے فرمایا ، میں نے ان کے قتل کرنے سے منع کر دیا ہے[1]

واقدی نے بیان کیا ہے کہ معمر بن راشد نے بحوالہ زہری مجھ سے بیان کیا کہ زہری نے بیان کیا ہے کہ ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی سے اترے تو آپ کی طرف وحی ہوئی اور اونٹنی بیٹھی ہوئی تھی ، پس آپ کی اونٹنی اپنی مہار کھینچتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی حتیٰ کہ حضرت حذیفہ بن الیمان اُسے ملے اور آپ نے اس کی مہار پکڑ لی اور اُسے آگے سے کھینچنے لگے اور جب آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو اُسے بٹھا دیا پھر اس کے پاس بیٹھ گئے حتیٰ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آئے اور پوچھا یہ کون ہے ؟ انہوں نے کہا میں حذیفہ ہوں ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں آپ سے ایک رازدارانہ بات کرنے والا ہوں اس کا ذکر نہ کرنا ، مجھے فلاں ، فلاں اور فلاں پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا ہے ——— وہ چند منافقین ہیں ——— اور حضرت حذیفہ کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو نہ بتایا پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو جب کوئی شخص فوت ہو جاتا تو آپ خیال کرتے کہ یہ ان لوگوں میں سے تھا ، آپ حضرت حذیفہ کا ہاتھ پکڑتے اور اس کے جنازہ پر لے جاتے اور حضرت حذیفہ آپ کے ساتھ چل پڑتے تو حضرت عمرؓ ان کے ساتھ جنازہ پڑھتے اور اگر وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیتے اور چلنے سے انکار کرتے تو آپ ان کے ساتھ واپس آ جاتے۔

اور واقدی نے بیان کیا ہے کہ ابن ابی سبرۃ نے سلیمان بن سحیم سے بحوالہ نافع بن جبیر مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۳ ، ۱۰۴۲

حضرت حذیفہؓ کے سوا کسی کو نہ بتایا اور وہ بارہ آدمی تھے ـــــ یعنی وہ منافقین ان میں کوئی قریشی نہ تھا اور ہمارے نزدیک یہ ایک متفق بات ہے [۱]

مسجد ضرار کا واقعہ اور اس کا گرانا | منافقین کی پارٹی (جب سے وہ مدینہ میں بنی تھی) امت اسلامیہ کے جسم میں سرطان کی گلٹی کی مانند تھی اس نے اپنے سازشانہ کھیلوں سے مسلمانوں کو درماندہ کر دیا اور اپنے گھناؤنے تصرفات سے جنہیں وہ پوشیدہ رکھتے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کر دیا اور اس پارٹی کے متعلق اسلام اور مسلمانوں کی مصیبت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں میں شمار ہوتی تھی کیونکہ وہ (بظاہر شہادتین اور فرض نمازوں کی ادائیگی کرتی تھی) اسلامی محبت کی حامل تھی اور منافقین (جب سے وہ مشہور ہوئے تھے) اپنے تخریبی کاموں میں رازداری اور پوشیدگی کا طریق اختیار کرتے تھے اور بظاہر اسلام اور مسلمانوں سے اخلاص کا اظہار کرتے تھے اس بات کی وجہ سے پاکیزہ صحابہ کے درمیان سے انہیں الگ کرنا مشکل تھا سوائے شاذ کے، اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی کو سزا نہیں دی کیونکہ بظاہر وہ مسلمان تھے اور اپنے بُرے کاموں کو خفیہ طور پر کرتے تھے۔

استاد احمد نار نے اپنی کتاب "القتال فی الاسلام" میں ان کا حال بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ تھے جن کی نیتوں کا سہولت سے واضح ہونا ممکن نہ تھا کیونکہ ان کا ظاہر ان کے حسن نیت پر دلالت کرتا تھا اور ان کے باطن پر ان کے بعض اعمال دلالت کرتے تھے (جب وہ مومنین سے ملتے تو کہتے ہم ایمان لائے ہیں اور جب اپنے سرداروں سے علیحدگی میں ملتے تو

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۲

کہتے ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف استہزاء کرتے ہیں[1]) اور وہ سب بیٹھ رہنے والوں، پیچھے رہنے والوں، بڑی خبریں اڑانے والوں اور روکنے والوں کا مشن پورا کرتے اور وہ مختلف رنگ کے تھے جن کی تمیز مشکل تھی ہاں وہ عام باتوں میں شریک ہوتے تھے ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ موقع بے موقع کذب و خداع کے طور پر اپنے حسن نیت اور پاکیزہ جذبات کے اظہار پر ٹوٹے پڑتے تھے اور ہر امر کا مناقشہ کے بغیر سامنا کرنے میں موافقت کرتے تھے اور وہ اس کے پس پردہ عیب تلاش کرتے تھے اور مواقع کو غنیمت جانتے تھے اور سازشیں اور منصوبے بناتے تھے اور جب انہیں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی تو وہ نرمی سے معذرت کر دیتے اور اگر وعدہ کرتے تو ٹال دیتے اور انہیں دعوت جہاد دی جاتی تو کہتے اگر ہم جنگ کرنا جانتے تو ضرور ہماری پیروی کرتے، وہ غلط باتوں اور پیچدار ارادوں سے لے جاتے تھے اور نمازوں میں سستی سے کام لیتے اور بادل نخواستہ خرچ کرتے (اور جب انہیں کہا جاتا کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں[2])

اور وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے سوا، ولی دوست بناتے ہیں اور کہتے ہیں ——— اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت پہنچے ——— (اور اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جھوٹا وعدہ ہی کیا ہے[3]) اور جو خرچ کرتے ہیں اسے چٹی کہتے ہیں اور ان کے متعلق گردشوں کے منتظر ہیں اور تو انہیں دشمنوں کی طرف مائل دیکھے گا اور وہ خفیہ اور اعلانیہ ان کے ساتھ کام کرتے ہیں اور ان کے ہاں عزت کے خواہاں ہیں۔

اور ان کے نفاق کی نوعیت کے اختلاف کی وجہ سے ان کے خطرات بھی،

---

[1] البقرہ - ۱۴

[2] البقرہ - ۱۱ [3] احزاب، ۱۲

مختلف ہیں اور ان کی سزا ایک ہی ہے ہاں جو کمزور ہو اور دشمن کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو اس کی بات الگ ہے جیسے وہ لوگ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وآخرون مرجون لامر الله اما يعذبهم واما يتوب عليهم[1]

(ترجمہ) اور کچھ دوسرے لوگ بھی جنہیں امر الٰہی کے لیے پیچھے رکھا گیا ہے خواہ وہ انہیں عذاب دے یا انہیں معاف کر دے۔

اور قرآن کریم میں ان کی پہچان کی بہت سی آیات ہیں اور ان کا علاج بھی ان کے نفاق کے درجے کے مطابق ہے ان میں سے بعض سے افواہیں اڑانے والوں کا سا سلوک کیا جاتا ہے اور بعض کو توبہ کا موقع دیا جاتا ہے۔

اور ان میں سے ایک قسم بہت مخفی ہے جو بہت خطرناک ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے گھیراؤ کی ضمانت لی ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے:

ومن اهل المدينة ...... سنعذبهم مرتين[2]

(ترجمہ) اور اہل مدینہ سے کچھ لوگ نفاق پر جم گئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے ہم انہیں جانتے ہیں۔ عنقریب ہم انہیں عذاب دیں گے۔

اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ منافقین بڑی ذہانت سے ممتاز تھے لیکن ان کی اخلاقی کمزوری انہیں رذیل موافقت کی طرف لے جاتی تھی اور اگر جاہ و مال اور دنیاوی زندگی کے متاع کی محبت اور حسد نہ ہوتا تو ان کی اور ہی شان ہوتی اور وہ مختلف رنگوں کے تھے (بعض برائی کا حکم دیتے اور نیکی سے روکتے اور اپنے ہاتھوں کو روکتے وہ اللہ کو بھول گئے اور وہ انہیں بھول گیا بلاشبہ منافقین ہی فاسق ہیں۔

سازشوں کا اڈہ مسجد ضرار منافقین ہمیشہ ہی ان خفیہ سوسائٹیوں کی مانند رہے ہیں جو بڑی پوشیدگی سے عہدِ قائم کے خلاف کام کرتی ہیں اور یہ منافقین اسلام کے خلاف اپنی تخریبی سرگرمیوں کو سختی

---

[1] توبہ۔ ۱۰۷ [2] توبہ۔ ۱۰۲

سے چھپاتے تھے تاکہ جب وہ اس کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو سزا کو واجب کرتا ہو تو وہ اسلامی قانون کے شکنجے تلے نہ آجائیں اور وہ اپنی ان خواہشات کے پورا کرنے کے بہت آرزو مند تھے جو اسلام کی تباہی کے لیے تھیں وہ اسلام اور اس کے نبی سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور درپردہ وہ کام کرتے تھے جو سب کو نقصان دینے والے تھے۔

اور اسلام کی طرف انتساب کے باعث وہ جس آزاد فضا سے شادکام تھے وہ اس میں باہم جو چاہتے ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف کوئی ایسا کام کریں جو سزا کو واجب کرتا ہو تو وہ اسلامی قانون کے شکنجے تلے نہ آجائیں اور وہ اپنی ان خواہشات کے پورا کرنے کے بہت آرزومند تھے جو اسلام کی تباہی کے لیے تھیں وہ اسلام اور اس کے نبی سے محبت کا اظہار کرتے تھے اور درپردہ وہ کام کرتے تھے جو سب کو نقصان دینے والے تھے۔

اور اسلام کی طرف انتساب کے باعث وہ جس آزاد فضا سے شادکام تھے وہ اس میں باہم جو چاہتے ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف بولتے ، لیکن جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان ہوتے تو تنگ پڑ جاتے کیونکہ وہ سازشوں کے جال نہ بن سکتے اور نہ اسلام کے خلاف جو کہنا اور کرنا چاہتے وہ کر سکتے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ الگ الگ لوگوں کی طرح رہتے اور عہد نبوی میں ایک مسجد تھی اور یہ وہ جگہ ہے جہاں ان سب مسلمانوں پر جو مریض اور عاجز نہ ہوں چوبیس گھنٹوں کے دوران پانچ بار جمع ہونا فرض ہے اور یہ اجتماع فرض نماز کی ادائیگی کے لیے ہوتا ہے اور منافقین بھی مسلمانوں کے ساتھ ان اوقات میں مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے کیونکہ وہ اسلامی سوسائٹی کا جزو تھے اور مسجد میں پانچ بار ان کا یہ اجتماع انہیں یہ موقع فراہم کرتا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دسیسہ کاریوں اور سازشوں کے لیے باہم گفتگو کر لیں لیکن وہ خوفزدہ رہتے تھے کیونکہ مسلمان انہیں شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس سے وہ

تنگی محسوس کرتے تھے اور آزادی سے کام نہیں کر سکتے تھے اور منافقین کی اس تنگی کی حقیقت کو ان کے لیڈر ابو عامر فاسق نے، جو ان کے ہاں راہب کے نام سے موسوم تھا۔ بیان کیا ہے اس نے شک و شبہ کی نظروں کے متعلق جن سے مسلمان منافقین کو اس وقت دیکھتے تھے جب وہ نمازوں کے لیے ان کے ساتھ مسجد میں آتے تھے بیان کیا ہے۔

"میں تمہارے اس باڑے میں داخل نہیں ہو سکتا ـــــ اس خبیث کی مراد مسجد ہے ـــــ کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب مجھے دیکھتے ہیں اور مجھ پر وہ عیب لگاتے ہیں جو میں پسند نہیں کرتا۔"[1]

اس لیے انہوں نے ـــــ قبا کی جانب اپنے لیڈر ابو عامر فاسق کے اشارے سے ـــــ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے لیے ایک اڈہ بنائیں جو ان کی میٹنگوں کا ہیڈ کوارٹر ہو اور وہ اس میں آزادی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کام کریں۔

اور فریب کاری و خباثت انہیں یہاں تک لے گئی کہ وہ اس سازش اور منصوبے کے مرکز کو مسجد کی صورت پر بنائیں تاکہ اپنے آپ سے شبہ کو دور کر دیں اس لیے کہ کوئی شخص مسجد کی تعمیر پر معترض نہ ہوگا جسے عام طور پر اللہ کی عبادت کے لیے ہی بنایا جاتا ہے اور یہ نظریہ ابو عامر فاسق کی ایجاد تھا جو معرکہ اُحد میں مسلمانوں کے خلاف، مشرکین کے ساتھ شامل ہوا تھا اور اس نے اپنے شہید بیٹے غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ بن ابی عامر کو لات ماری تھی اور یہ حکمتِ الٰہی کا اقتضاء ہے کہ اخیار، اشرار کی اصلاب سے نکلیں، پس ابو عامر راہب "فاسق" خبیث ترین منافقین میں سے تھا اور اس کا بیٹا حنظلہ، اسلام کے بہترین اور نیک ترین جوانوں میں سے تھا۔

اور ابو عامر راہب کا خبیث نظریہ، جز و جود میں یوں آیا کہ اس کی اور اس کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۹

اشال کی حوصلہ افزائی سے منافقین نے اپنے لیے ایک مسجد تعمیر کی اور مدینہ کے نواح میں سے ایک طرف کو منتخب کر لیا اور وہ قباء کی طرف تھی جو مدینہ سے تقریباً دو میل دُور تھی اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس طرف کو اس لیے منتخب کیا کہ اس میں سکون تھا اور اس مدینہ سے دُور تھی جو آپ کا مرکز تھا اور آپ کی مسجد سے بھی دُور تھی۔

اور اس منطقہ (قباء) میں اسلام کی پہلی مسجد تعمیر کی گئی اور یہ مسجد اس قبیلے میں شعائر اسلام کی اقامت کا مقام رہی اور وہ بنی عمرو بن عوف کا قبیلہ ہے جن کے لیے مسجد فخر کا باعث تھی۔

اور منافقین کی وہ مسجد جو اس علاقے میں تعمیر کی گئی جسے بعد میں مسجد ضرار کا نام دیا گیا اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے خلاف فتنہ و فساد پیدا کرنے اور سازشیں تیار کرنے کے لیے اڈے کے طور پر تعمیر کیا گیا اور منافقین سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا ——— ہم مسجد تعمیر کریں گے اور اس میں قیلولہ کریں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے حاضر نہ ہوں گے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ ابو عامر فاسق نے اپنے شام جانے سے قبل مسجد ضرار کی تعمیر کا حکم دیا اور اپنے مددگاروں سے کہا ——— میرے لیے ایک مسجد بناؤ اور جس قدر فوج اور ہتھیار تیار کر سکتے ہو کر دو، میں قیصر روم کے پاس جا رہا ہوں میں رومیوں کی فوج لے کر آؤں گا اور میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اور آپ کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔

اور بیان کیا گیا ہے کہ اس مسجد کی تعمیر کا سبب یہ تھا کہ جب لوگ اُحد سے فارغ ہوئے تو ابو عامر فاسق نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم غلبہ اور بلندی حاصل کرتی جاتی ہے پس وہ رومیوں کے بادشاہ ہرقل کے پاس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد مانگنے گیا اس نے اس سے وعدہ کیا اور اُسے امیدیں دلائیں اور اس نے اس کے پاس اقامت اختیار کی اور اپنی منافق

اور متشکک قوم کو آرزوئیں دلاتے ہوئے اور وعدے کرتے ہوئے لکھا کہ عنقریب وہ ایک فوج کے ساتھ آئے گا جس سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرے گا اور اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس کے لیے ایک قلعہ بنائیں اور اس میں اس کے پاس سے ان کے ہاں ایک شخص اس کے خطوط کو پہنچانے کے لیے آئے گا، اور جب وہ آئے گا تو وہ قلعہ اس کے لیے گھات کی جگہ ہوگا پس انہوں نے مسجد قباء کے نزدیک مسجد کی تعمیر کرنی شروع کر دی اور انہوں نے اسے خوب مضبوط بنایا اور تبوک کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج کرنے سے قبل وہ اس کی تعمیر سے فارغ ہو گئے[1]

قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد ضرار میں نماز پڑھتے

اور جب منافقین نے اپنی شریر نیتوں کے اختفاء پر اور جو کچھ وہ چھپائے ہوئے تھے اس کے خلاف اظہار کرنے پر قدرت پالی نیز یہ کہ ان کے اس اڈے (مسجد ضرار) کی قانونی حیثیت ہو اور تاکہ انہیں اس کے لیے معنوی مدد حاصل ہو جائے انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ــــــ اس مسجد کی تعمیر کے اختتام کے بعد ــــــ گزارش کی کہ آپ اس میں نماز ادا کریں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اس میں نماز ادا کریں گے لیکن وہ تبوک سے اپنی واپسی کے بعد کریں گے اس لیے وہ آپ کے پاس آئے اور آپ سے اس میں نماز پڑھنے کی گزارش کی آپ اس وقت تبوک کی طرف مارچ کرنے کی تیاری میں تھے اور قریب تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وعدہ کے مطابق جو آپ نے ان منافقین سے کیا تھا جن کو آپ جانتے نہیں تھے مسجد ضرار میں نماز پڑھتے مگر اس میں نماز پڑھنے کی بجائے اس کے گرانے کے متعلق قرآن نازل ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] النفاق والمنافقون ص ۲۹۳

نے اسے آگ سے جلا دیا اور اس کے نزدیک کبار منافقین کے جو دو بڑے گھر تھے انہیں بھی جلا دیا۔

اور اسی دوران میں کہ یہ منافقین خوشی سے اپنے ہاتھ مل رہے تھے کہ عنقریب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاسوسی کے اڈے (مسجد ضرار) میں نماز پڑھیں گے، اچانک شعلوں کی زبانیں اس اڈے کو نگلنے لگیں اور بعض منافقین اس کے اندر تھے پس وہ اپنے خاندان کے ساتھ بھاگ گئے اور اسے آگ کا کھاجا بنا کر چھوڑ گئے۔

مغازی وسیر کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی ذی اوان (مدینہ کے نواح) میں اپنے تبوک کے راستے پر تھے تو مسجد ضرار کے مالک آپ کے پاس آئے، واقدی کا بیان ہے کہ ان میں سے پانچ آدمی آپ کے پاس آئے۔ معتب بن قشیر، ثعلبہ بن ابی حاطب، خذام ابن خالد، ابو حبیبہ بن الازعر اور عبداللہ بن نبتل بن الحارث۔ انھوں نے کہا یا رسول اللہ ہم اپنے پیچھے رہنے والے اصحاب کے ایلچی ہیں، ہم نے تنگدستوں، حاجتمندوں کے لیے اور بارش والی رات اور سرد رات کے لیے مسجد تعمیر کی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آئیں اور اس میں ہمیں نماز پڑھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کی طرف تیار ہو رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— میں سفر پر ہوں اور مصروف ہوں اور اگر ہم آئے تو ہم انشاء اللہ تمہارے پاس آئیں گے اور اس میں تمہیں نماز پڑھائیں گے اور جب تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی اوان مقام پر اترے تو آپ کو آسمان سے مسجد اور اہل مسجد کی خبر ملی اور انہوں نے اسے صرف اس لیے بنایا تھا اور وہ آپس میں کہتے تھے کہ ابو عامر[1] ہمارے پاس آئے گا اور

---

[1] یہ ابو عامر راہب وہ ہے جسے فاسق کا نام دیا گیا ہے یہ جاہلیت میں عبادت

اس میں ہمارے پاس گفتگو کرنے لگا وہ کہا کرتا تھا میں بنی عمرو بن عوف کی مسجد میں نہیں آ سکتا ــــ یعنی مسجد قباء میں ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہمیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ) اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والے کو گھات لگانے کے لیے کھڑا کرنے کے لیے ـ یعنی ابو عامر فاسق کے لیے۔

اور جب قرآن نے نازل ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وضاحت کی کہ یہ گھناؤنی مسجد، گھات کی جگہ ہے جس میں منافقین، مسلمانوں کی گھات لگائیں گے اور وہ اسے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہیڈ کوارٹر بنائیں گے آپ نے اپنے اصحاب میں سے دو جوانوں ــــ حضرت عاصم بن عدی بن عجلان[1] اور حضرت مالک بن الدخشم[2] السالمی کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ وہ دونوں منافقین

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کرتا تھا اور جب اللہ تعالیٰ اسلام کو لایا تو اسے تنگی ہوئی اور یہ اور اس کے پچاس دسی اصحاب قریش کے پاس مکہ گئے اور معرکہ احد میں مسلمانوں کے خلاف ان کے ساتھ شامل ہوا اور اس کے بیٹے حضرت حنظلہ نے احد کے روز اسے قتل کرنا چاہا لیکن وہ اس کی قدرت نہ پاسکا اور مؤرخین نے بیان نہیں کیا کہ یہ ابو عامر مدینہ کیسے واپس آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مدینہ میں اقامت اختیار کرنے کی کیسے اجازت دی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بھی دیگر منافقین کی طرح اسلام کا لبادہ اوڑھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اس کے حال پہ چھوڑ دیا جیسا کہ منافقین کے مقابل میں آپ کی سیاست تھی۔

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) یہ عاصم، بدریوں میں شمار ہوتے ہیں حالانکہ آپ بدر میں شامل نہیں ہوئے آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

[2] مالک بن الدخشم کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیے۔

کی مسجد کو آگ سے جلانے کی ذمہ داری لیں۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا — اس مسجد کی طرف جاؤ جس کے اہل ظالم ہیں اور اُسے گرا دو پھر اُسے جلا دو، وہ دونوں جلدی سے پیادہ پا گئے حتیٰ کہ مسجد بنی سالم میں آ گئے، حضرت مالک بن الدخشم نے حضرت عاصم بن عدی سے کہا مجھے اس وقت تک مہلت دو کہ میں اپنے اہل سے آگ لے کر آپ کے پاس آ جاؤں آپ اپنے اہل کے پاس آئے اور کھجور کے درخت کی ایک شاخ لی اور اس میں آگ لگائی پھر دونوں جلدی سے دوڑتے ہوئے نکلے حتیٰ کہ مغرب اور عشاء کے درمیان اس تک پہنچ گئے اور وہ منافقین اور ان کا امام مجمع بن جاریہ[1] اس میں موجود تھے، حضرت عاصم نے کہا، میں اپنی طرف ان کے دیکھنے کو نہیں بھول سکتا، ان کے کان، بھیڑیے کی طرح تھے ہم نے اُسے جلا دیا حتیٰ کہ وہ جل گئی اور زید بن جاریہ بن عامر اس میں ٹھہرا رہا حتیٰ کہ اس کے سرین جل گئے پس ہم نے اُسے گرا دیا حتیٰ کہ اُسے پیوند زمین کر دیا اور وہ منتشر ہو گئے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے تو آپ نے حضرت عاصم بن عدی کو پیشکش کی کہ وہ مسجد کو گھر بنا لیں — اور ودیعہ بن ثابت اور ابو عامر راہب کے گھر اس کے پہلو میں تھے انہوں نے اس کے ساتھ انہیں بھی جلا دیا — حضرت عاصم نے کہا، میں اس مسجد کو گھر بنانے کا نہیں جس کے بارے میں

---

[1] یہ مجمع بن جاریہ، اوس قبیلے سے تھا اور اس کا باپ جاریہ بن عامر ان منافقین میں شامل تھا جنہوں نے مسجد ضرار بنائی تھی لیکن مجمع ایک صالح نوجوان تھا اور وہ منافقین کو نماز پڑھاتا تھا اور ان کی نیتوں کے خبث کو نہ جانتا تھا، حضرت عمرؓ بن الخطاب نے اُسے اپنی قوم کو نماز پڑھانے پر مقرر کیا اور اس نے ایک یا دو سورتوں کے سوا قرآن بھی جمع کیا ہے۔ اس کے مفصل حالات اسد الغابہ میں دیکھیے۔

جو نازل ہونا تھا وہ نازل ہو چکا ہے۔ یا رسول اللہ مجھے اس کی ضرورت نہیں لیکن آپ اسے ثابت[1] بن اقرم کو دے دیں، ان کا کوئی گھر نہیں ہے پس آپ نے وہ مسجد، حضرت ثابت کو عطا کر دی۔

اور حضرت ابو لبابہ بن عبد المنذر[2] نے اس میں لکڑیوں سے انہیں مدد دی اور آپ پر نفاق کی تہمت نہ تھی لیکن وہ ناپسندیدہ کام کرتے تھے، پس جب مسجد گرا دی گئی تو حضرت ابو لبابہ نے اس کی لکڑیاں لے کر ان سے گھر بنایا اور آپ نے جو گھر تعمیر کیا وہ اس کے پہلو میں تھا۔ آپ کا بیان ہے کہ اس گھر میں آپ کے ہاں کبھی کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور نہ اس میں کوئی کبوتر ٹھہرا ہے اور نہ اس میں کبھی مرغی نے انڈے دیے ہیں۔

اور جن لوگوں نے مسجد ضرار تعمیر کی وہ بارہ آدمی تھے، اور واقدی کا بیان ہے کہ وہ پندرہ آدمی تھے لیکن واقدی نے بھی صرف بارہ آدمیوں کے نام ہی بیان کیے ہیں جو یہ ہیں ——— جاریہ بن عامر، (جس کا لقب حمار الدار ہے) اور اس کا بیٹا مجمع (اور یہ منافق نہ تھا) اور یہ ان کا امام تھا اور اس کا بیٹا زید بن جاریہ ——— جس کے سرین جل گئے اور اس نے باہر نکلنے سے انکار کر دیا ——— اور اس کا بیٹا یزید بن جاریہ، اور ودیعہ بن ثابت اور خذام بن خالد، اور عبد اللہ بن نبتل اور بجاد بن عثمان اور ابو حبیبہ بن الازعر اور معتب بن قشیر اور عباد بن حنیف اور ثعلبہ بن حاطب۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خذام اور بجاد کے بارے میں فرمایا ہے حمار، خذام سے بہتر ہے اور کوڑا، بجاد سے بہتر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ان منافقین کا مخبر اور جاسوس عبد اللہ بن نبتل تھا، یہ رسول کریم

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ موتہ میں دیکھیے۔
[2] حضرت ابو لبابہ کے حالات ہماری کتاب غزوۂ بنی قریظہ میں دیکھیے۔

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ کی باتیں سنتا پھر انہیں منافقین کے پاس لے جاتا، جبریل نے آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) منافقین کا ایک شخص آپ کے پاس آکر آپ کی باتیں سنتا ہے پھر انہیں منافقین کے پاس لے جاتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا سیاہ رنگ بہت بالوں والا، سُرخ آنکھوں والا گویا وہ پیتل کی دو ہنڈیاں ہیں اس کا جگر، گدھے کا جگر ہے اور وہ شیطان کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

اور حضرت عاصم نے تبوک کی طرف مارچ کرنے سے قبل معلوم کر لیا کہ یہ مسجد اڈہ ہے اور یہ مجرم منافقین کی تعمیر ہے آپ فرمایا کرتے تھے ـــــ ہم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کی طرف تیار ہو رہے تھے تو میں نے عبداللہ بن نبتل اور ثعلبہ بن حاطب کو مسجد ضرار کی نگرانی کرتے دیکھا وہ پرنالہ ٹھیک کر رہے تھے اور اس سے فارغ ہو چکے تھے دونوں کہنے لگے اے عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی پر ہم سے اس میں نماز پڑھنے کا وعدہ کیا ہے میں نے اپنے دل میں کہا خدا کی قسم یہ مسجد تو ایک مشہور منافق نے بنائی ہے اور اس کی بنیاد ابو حبیبہ بن الازعر اور خذام کے اخرج نے رکھی ہے اور ودیعہ بن ثابت بھی اس گروہ میں ہے...... اور جس مسجد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا ہے اس کی بنیاد جبریلؑ نے رکھی ہے اور وہ گھر کی امامت کرتا ہے ـــــ خدا کی قسم ابھی ہم اپنے سفر سے واپس نہیں آئے تھے کہ اس کی خدمت میں اور قرآن نازل ہوا جو اس کی تعمیر میں اکٹھے ہوئے تھے اور اس میں مدد دی تھی۔

حضرت عاصم بن عدی سے پوچھا گیا ـــــ آپ منافقین کی واقفیت رکھتے تھے ـــــ انھوں نے اس کی تعمیر کا ارادہ کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا وہ ہماری مسجد میں جمع ہوا کرتے تھے اور باہم سرگوشیاں کرتے تھے اور ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور مسلمان انہیں دیکھتے تھے اور انہیں یہ بات شاق گذرتی تھی،

اُنھوں نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ کیا کہ وہ اس میں موجود ہوا کریں اور ان کے پاس صرف وہی شخص آئے جو ان کا ہم رائے ہو اور ابوعامر کہا کرتا تھا : میں تمہارے اس باڑے میں داخل نہیں ہو سکتا اور یہ بات اس لیے ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب مجھے دیکھتے ہیں اور مجھ پر ایسے عیب لگاتے ہیں جنھیں میں پسند نہیں کرتا وہ کہنے لگے۔ ہم ایک مسجد تعمیر کریں گے اور تو ہمارے پاس اس میں گفتگو کرے گا[1]

اور اللہ تعالیٰ نے مسجد ضرار کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی :

والذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واللہ علیم حکیم[2]

(ترجمہ) اور جن لوگوں نے ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مومنین کے درمیان جدائی ڈالنے اور اس شخص کے گھات لگانے کے لیے مسجد بنائی جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول سے برسرِ پیکار ہے ـــــ اس سے مراد ابوعامر فاسق ہے ـــــ اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ بھلائی کا ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں کبھی کھڑا نہ ہونا ، البتہ وہ مسجد ـــــ یعنی مسجد قبا ـــــ جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں جو پاکیزگی اختیار کرنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بھی پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ، پس کیا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے تقویٰ اور رضامندی پر

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۴۵، ۱۰۴۹ ، زاد المعاد جلد ۳ صفحہ ۱۹، ۲۰ ، سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۱۷۳، ۱۷۴ ، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۱، ۲۲ ، سیرت حلبیہ جلد ۳ ، جوامع السیرۃ صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴ ، امتاع الاسماع صفحہ ۴۸۰ تا ۴۸۳ ، طبقات ابن سعد جلد ۲ ۔

[2] توبہ ۔ ۱۱۰

رکھے، بہتر ہے یا وہ شخص جو اپنی عمارت کی بنیاد گرنے والے گڑھے کے
کنارے پر رکھے اور وہ اُسے دوزخ کی آگ کے درمیان لے گرے
اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ اُنھوں نے جو عمارت بنائی
ہے وہ ہمیشہ ان کے دلوں میں شک کا باعث رہے گی سوائے اس
کے کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا اور
حکمت والا ہے۔

اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے مدینہ واپس آئے تو
عورتیں، بچے اور بچیاں کہنے لگے ثنیۃ الوداع کی جانب سے ہمارے پاس
ماہِ تمام آیا ہے جب تک اللہ کے لیے دعوت دینے والا دعوت دے ہم پر
شکر واجب ہے۔

بیہقی نے بیان کیا ہے کہ ہمارے علماء بیان کرتے ہیں کہ یہ اشعار آپ کے
مکہ سے مدینہ آنے پر پڑھے گئے ہیں مگر آپ تبوک سے بھی ثنیۃ الوداع سے
مدینہ آئے تھے۔ واللہ اعلم[1]

میں کہتا ہوں اس بات کا بہت احتمال ہے کہ عورتوں، بچوں اور بچیوں نے
یہ اشعار دوبارہ پڑھے ہوں جیسا کہ بہت سے مواقع پر ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم
اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم جب مدینہ کے نزدیک آئے تو آپ نے فرمایا ـــــ مدینہ میں کچھ ایسے
لوگ ہیں کہ تم نے جو سفر بھی کیا ہے اور جس وادی کو بھی طے کیا ہے وہ تمہارے
ساتھ تھے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ اور وہ مدینہ ہی میں تھے؟ آپ نے
فرمایا، وہ مدینہ ہی میں تھے انہیں عذر نے روک دیا تھا، اور صحیح بخاری میں
ابو حمید سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۱۲۲

سے آئے حتیٰ کہ جب ہم مدینہ کے نزدیک آئے تو آپ نے فرمایا —— یہ طابہ ہے اور یہ جبل اُحد ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن محمد نے ہم سے بیان کیا کہ سفیان نے زہری سے بحوالہ السائب بن یزید ہم سے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ میں غزوۂ تبوک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر آپ کے استقبال کے لیے ثنیۃ الوداع کی طرف گیا تھا۔

غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والے تین آدمیوں کا واقعہ اور اللہ تعالیٰ کا ان کو معاف کرنا

ضعفِ بشری ان صفات میں سے ہے جو انسان سے جُدا نہیں ہوتیں بلکہ وہ اس کی صفات اساسیہ میں سے ہے حتیٰ کہ عہدِ نبوی میں بھی جو ایمان، صدق قربانی، فداکاری، صبر، ایمان اور عقیدہ کی راہ میں ذات سے بیگانگی کا عہد تھا حتیٰ کہ اس روشن اور مثالی عہد میں جس کی یاد اپنے سے بعد آنے والے لوگوں کے لیے عقیدے کی نصرت میں جان کو سخاوت کی حد تک خرچ کرنے میں ایک اعلیٰ نمونہ تھی، حتیٰ کہ اس عہد نبوی میں بھی —— جب اُمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی —— ضعفِ بشری نے ایسا فعل کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک منتخب اور مخلص جماعت کے لیے سزا کا باعث بن گیا اُنھوں نے وہ کام کیا جس نے ان کی زندگی کو مکدر کر دیا اور غم و حزن کے خنجروں سے ان کے پاک دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جن میں اس دین کے بارے میں کسی شک و ارتیاب کی ملونی نہ تھی جس کے وہ مددگار تھے اور اس نبی کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا جس سے اُنھوں نے محبت کے لفظ کے تمام معانی کے ساتھ محبت کی تھی، وہ غزوۂ تبوک میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور ان کا پیچھے رہنا کسی ایمانی کمزوری یا خشک عقیدہ یا اسلام میں تذبذب کے باعث نہ تھا بلکہ ان کا تخلف

ضعف بشری کی وجہ سے تھا، اس ضعف کے دوران انہیں گرمی میں جنگ و جہاد کی مشقت اور زندگی کی سختی اور تنگی کے مقابلہ میں اہل کے درمیان اور بہترین پھلوں کے سائے میں آرام و راحت سے رہنا پسند آیا اور انہوں نے تردد کے باوجود اس ضعف بشری کی بات مان لی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے اور یہ ان کے لیے بڑی سخت آزمائش تھی اور انہیں اس کے پنجوں سے جن کی کنڈیوں نے ان کے گلوں کو پکڑ لیا تھا، صدق کے سوا کسی چیز نے نہ بچایا۔

انہیں ان کے سچے ایمان نے منافقین کا طریق اختیار کرنے سے بلند کر دیا کہ وہ اس علم کے باوجود کہ اس تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہیں ہے عذر کریں اور جھوٹ بولیں، ہاں ضعف بشری کا عذر تھا ــــــ اگر اسے عذر کا نام دیا جاسکتا ہو ــــــ اور اسی بات نے انہیں غضب الٰہی سے بچنے کی امید دلائی پس اللہ نے ان کو معاف فرما دیا حالانکہ وہ ہلاک ہونے کے قریب ہو چکے تھے اس نے انہیں اس لیے معاف کیا کہ انہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اقرار کیا کہ جب وہ اس بات سے پیچھے رہے جو ہر قدرت والے مسلمان پر فرض تھی تو ان کا کوئی عذر نہ تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں امر الٰہی کے انتظار میں حکم نافذ کرنے میں تاخیر کی اور آپ نے مسلمانوں کو ان سے مقاطعہ کرنے کا حکم دیا اور اسی طرح انہیں بھی حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں سے علیحدہ رہیں حتیٰ کہ ان کی توبہ کے متعلق قرآن نازل ہوا۔

بلاشبہ ان تین صحابہ کرام کی توبہ کا واقعہ دلچسپ، پُرمشقت اور پُرصعوبت ہے۔ انہیں اپنے کامل صدق کے نتیجے میں سخت نفسیاتی تکالیف اور سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا، لیکن ان کا ایمان صادق ان سب باتوں کے سامنے ڈٹا رہا۔ حالانکہ یہ صدق، ان کے لیے شدید آزمائشوں اور نفسیاتی دکھوں کا باعث بنا۔ قریب تھا کہ وہ ان کی جانوں کو ہلاک کر دیتا اور وہ غم سے مر جاتے۔

اللہ نے چاہا کہ وہ صبر کی مرارت کے پیالوں کو گھونٹ گھونٹ پینے کے بعد صدق کی حلاوت اور سرور کو چکھیں اور اس میں مومنین کے لیے درس و مواعظ اور عبرتیں پائی جاتی ہیں، مومن جب غلطی کرتا ہے تو بھاگتا نہیں اور نہ اعتراف سے زِچ ہوتا ہے وہ غلطی میں بھی راست بازی اختیار کرتا ہے خواہ اس سچائی کے نتائج سخت ہی ہوں اور غلطی کے میدان میں —— کسی ایچ پیچ کے بغیر —— صدق کی پابندی کرنے کے نتائج، اس دنیا میں اکثر بہت سی پریشانیوں کا باعث ہوتے ہیں لیکن آخر میں دوسری سعادت ان کا مقابلہ کرتی ہے اس لیے کہ صدق کی پابندی سے پیدا ہونے والے آلام اپنی شدت کے باوجود گذر جانے والے ہوتے ہیں لیکن آخر صدق کی لذتیں ختم نہیں ہوتیں اور دنیا میں سچ بولنے والا —— اعتراف خطاء کے آلام کی موجوں سے الجھنے کے بعد —— نفسیاتی سعادت کو محسوس کرتا ہے جس کی کوئی سعادت برابری نہیں کرسکتی اور بڑی سعادت یہ ہے کہ صدق کی پابندی کی جزاء میں اُسے آخرت میں سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔

ان تین صحابہ کرام کے واقعہ میں جنہوں نے کسی جواز کے بغیر غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخلف کیا، صدق کے بارے میں اعلیٰ اسباق اور خطاؤں پر محاسبہ نفس اور ایمان پر ثبات اور ضمیر کے بیدار ہونے کے بعد اس کی آواز کا جواب دینے —— اگر یہ تعبیر صحیح ہو —— کی باتیں پائی جاتی ہیں، ہم عنقریب آپ کے لیے ان تین آدمیوں کے واقعہ کو بیان کریں گے جن کے تخلف کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو کیسے قبول کیا تاکہ ہر انسان کو معلوم ہو جائے کہ کس طرح صدق —— ہر انسان میں اس کی خطاء کے مقابلہ میں ایک خاصہ پایا جاتا ہے —— سچے بولنے والے کو مکمل طور پر نجات دیتا ہے اور کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی سچی توبہ کو قبول کرتا ہے جب وہ صدق و توبہ کے ساتھ اپنے

بارے میں ریاکارانہ فیصلہ نہیں کرتے، خواہ ان کا کوئی بھی گناہ ہو حتیٰ کہ خواہ شرک اکبر ہی ہو (بلاشبہ اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتا ہے[۱])

یہ تین صحابہ کرام جنھوں نے غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ کر گناہ کا ارتکاب کیا یہ انصار میں سے تھے جو حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن امیۃ اور حضرت مرارہ بن الربیع تھے اور ان کا واقعہ عام اصحاب حدیث و سیر اور مفسرین کے بیان کے مطابق یوں ہے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں کسی بھی جنگ میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلے کی جستجو میں نکلے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان کے دشمن کو کسی مقررہ وقت کے بغیر اکٹھا کر دیا اور میں عقبہ کی شب کو بھی جب ہم نے اسلام پر عہد و پیمان کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر تھا اور مجھے اس میں حاضر ہونا بہت پسند تھا اگرچہ میں بدر کی باتیں لوگوں میں بیان کرتا تھا۔

اور جب میں اس غزوہ میں آپ سے پیچھے رہا تو اس وقت میری حالت کبھی اتنی آسودہ اور اچھی نہ تھی اور قسم بخدا اس سے قبل میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں جمع نہ ہوئی تھیں حتیٰ کہ اس غزوہ میں میں نے ان دونوں کو جمع کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تو کسی اور کا توریہ کرتے حتیٰ کہ یہ غزوہ ـــــ یعنی غزوۂ تبوک ـــــ ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے شدید گرمی میں نکلے اور دُور دراز سفر، جنگل اور بہت سے دشمنوں سے دوچار ہوئے اور آپ نے مسلمانوں پر ان کا معاملہ واضح کیا تاکہ وہ تیار ہو جائیں اور جس طرف آپ جانا چاہتے تھے انہیں بتایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت سے مسلمان تھے جنہیں محفوظ کرنے والی کوئی تحریر یکجا نہیں کر سکتی ۔۔۔۔ اور حضرت کعب بن مالک بر سبیل تذکرہ بیان کرتے ہیں کہ ـــــ

---

[۱] زمر - آیت ۵۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جنگ کی جب پھل اور سائے اچھے ہو چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہوئے اور مسلمان بھی آپ کے ساتھ تیار ہوئے اور میں بھی صبح کو ان کے ساتھ تیاری کرنے لگا اور واپس آ گیا اور میں نے کوئی چیز تیار نہ کی اور میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ میں اس کی قدرت رکھتا ہوں اور میں مسلسل دیر کرتا رہا حتیٰ کہ لوگوں کو خوش قسمتی سے مضبوط کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی صبح کی اور میں نے اپنے سامان سے کوئی چیز بھی تیار نہ کی اور میں نے کہا میں آپ کے ایک یا دو دن بعد تیاری کر دن گا پھر ان سے جا ملوں گا اور میں ان کے چلا جانے کے بعد تیاری کرنے گیا اور میں نے کوئی چیز بھی تیار نہ کی پھر میں گیا اور واپس آ گیا اور میں مسلسل یہی کرتا رہا حتیٰ کہ انہوں نے تیزی اور سبقت کی اور میں نے بھی سفر کرکے ان کو ملنے کا ارادہ کیا اور کاش میں ایسا کرتا مگر میرے لیے یہ بات مقدر نہ تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد جب میں لوگوں میں جاتا دوران میں گھومتا تو مجھے یہ بات غمگین کر دیتی کہ میں صرف اس شخص کو دیکھتا جس میں نفاق کا عیب ہوتا یا اس شخص کو دیکھتا جسے ضعفاء میں سے اللہ نے معذور قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یاد نہ کیا۔ حتیٰ کہ آپ تبوک پہنچ گئے، آپ نے بیٹھ کر فرمایا کعب بن مالک نے کیا کیا ہے؟ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ اس کی دو چادروں نے اسے روک لیا ہے اور اس نے اپنے پہلو پر غور و فکر کیا ہے، حضرت معاذ بن جبل نے کہا تو نے بہت بری بات کی ہے یا رسول اللہ قسم بخدا ہمیں تو اس کی بھلائی کا ہی علم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار کیا۔

اور حضرت کعب بن مالک نے اپنے تخلف کے واقعہ میں حقیقت کو مومنانہ صدق اور ایمان صادق کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہ تھا اور آپ کے دونوں ساتھی حضرت ہلال بن اُمیہ اور حضرت مرارہ بن الربیع بھی اپنے ساتھ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ سے کم مخلص نہ تھے ان دونوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ سچ کہہ دیا کہ تخلف کے بارے میں ان کا کوئی عذر نہ تھا پس جو کچھ ان تینوں کے دلوں میں تھا اُسے اللہ نے معلوم کر لیا اور اس نے سب کو معاف فرما دیا۔

لیجیے ہم حضرت ہلال بن اُمیہ سے کہتے ہیں کہ وہ اپنا اور اپنے ساتھی حضرت مرارۃ بن الربیع کا واقعہ ہم سے بیان کریں حضرت ہلال بن اُمیہ جب غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تو آپ نے بیان کیا۔

خدا کی قسم میں نے کسی شک و ارتیاب کی بناء پر تخلف نہیں کیا بلکہ میں بڑا مالدار تھا، میں نے کہا میں ایک اونٹ خریدوں گا اور حضرت مرارۃ بن الربیع مجھے ملے اور کہنے لگے میں طاقتور آدمی ہوں اور میں ایک اُونٹ خریدوں گا اور اس کے ساتھ چلا جاؤں گا میں نے کہا میں اس دوست کی مرافقت کروں گا اور ہم کہنے لگے ہم صبح کو جائیں گے اور دو اُونٹ خرید لائیں گے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں گے اور یہ موقع ہم سے ضائع نہ ہوگا، ہم دو اونٹنیوں کے سینوں پر تیزی سے چلنے والے لوگ ہیں، ہم کل چلیں گے ہم مسلسل یہی باتیں کرتے رہے اور تاخیر کرتے رہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علاقے کے قریب ہو گئے تو میں نے کہا یہ روانگی کا وقت نہیں ہے اور میں گھر میں اور دُوسری جگہوں پر صرف معذور افراد اور علانیہ منافقین کو دیکھتا اور غمزدہ کیفیت کے ساتھ واپس آ جاتا اور حضرت ابوخیثمہ بھی ہمارے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے اور وہ اپنے اسلام کے بارے میں متہم نہ تھے اور نہ آپ پر عیب لگایا جاتا تھا پس اُنھوں نے جو عزم کیا سو کیا اور حضرت ابوخیثمہ کا نام عبداللہ بن خیثمہ السالمی تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد واپس آ گئے اور ایک گرم دن میں اپنی دو بیویوں کے پاس آئے آپ نے دیکھا

کروہ دونوں اپنے اپنے چھپروں میں ہیں اور ان دونوں میں سے ہرایک نے اپنے اپنے
چھپر پر چھڑکاؤ کیا ہوا ہے ____________

اور اس میں آپ کے لیے کھانا تیار کیا ہوا ہے آپ نے کہا سبحان اللہ، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم جن کے پہلے پچھلے قصور معاف کر دیے گئے ہیں وہ دھوپ، ہوا
اور گرمی میں پیچھے نہیں رہے اور اپنے ہتھیار اپنی گردن پہ اٹھائے ہوئے ہیں اور ابوخیثمہ
ٹھنڈے سایوں، تیار کھانوں اور دو خوبصورت بیویوں کے ساتھ اپنے مال میں مقیم ہے
یہ انصاف نہیں ہے پھر کہنے لگے خدا کی قسم میں تم دونوں میں سے کسی ایک کے بھی چھپر
میں داخل نہ ہوں گا حتیٰ کہ روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملوں پس آپ
نے اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اس پر اپنا پالان کسا اور توشہ لیا اور کوچ کر گئے اور آپ
کی دونوں بیویاں آپ سے باتیں کرنے لگیں اور آپ ان دونوں سے بات نہ کرتے
حتیٰ کہ آپ وادی القریٰ میں حضرت عمیر بن[1] وہب الجمحی سے آملے وہ حضرت نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانا چاہتے تھے پس آپ ان کے ساتھ ہو گئے اور دونوں
ساتھی بن گئے اور جب یہ تبوک کے قریب آئے تو حضرت ابوخیثمہ نے کہا، اے عمیر
میرے کچھ گناہ ہیں اور تمہارا کوئی گناہ نہیں ہے، مجھ سے پیچھے رہنے میں آپ کا
کوئی حرج نہیں ہے تاکہ میں آپ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
جاؤں، حضرت عمیر نے ایسے ہی کیا اور حضرت ابوخیثمہ روانہ ہو گئے حتیٰ کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پہنچ گئے اور آپ تبوک میں فروکش تھے لوگوں نے
کہا یہ مسافر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوخیثمہ تباہی تمہارے نزدیک ہے بچ جاؤ پھر
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حالات سے باخبر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا بھلا ہو اور آپ کے لیے دعا کی۔

---

[1] حضرت عمیر بن وہب کے حالات ہماری کتاب غزوہ بدر میں دیکھیے۔

اس واقعہ کو پیچھے رہنے والے تین آدمیوں میں سے ایک نے ـــــ پوری راستبازی، صحت و صفائی اور امانتداری سے ـــــ بیان کیا ہے ، اگر حضرت ابو خیثمہ اپنے ضعف بشری پر متغلب نہ ہوتے تو قریب تھا کہ انہیں میں شامل ہو جاتے لیکن آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے اور تین صحابہ کرام (حضرت کعب بن مالک ، حضرت ہلال بن اُمیہ اور حضرت مرارۃ بن الربیع) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تخلف کے باعث غم کے گھونٹ پیتے رہے کیونکہ پیچھے ایمان کی حرارت نے ان کے ضمائر کو جو صدق و طہارت اور صفائی سے آباد تھے ، بیدار کر دیا اور انہوں نے ـــــ اپنے پر ضعف بشری کے متغلب ہو جانے کے نتیجے میں ـــــ بہت کچھ برداشت کیا اور جس بڑے غم کو انہوں نے برداشت کیا انہوں نے اس کے بوجھ کو محسوس کیا ، قریب تھا کہ وہ وقت کے کھو جانے کے بعد ان کے دل کی رگوں کو قطع کر دیتا جو ان کے ایمانوں کی صحت کی دلیل ہے اور اگر یہ ایمان صادق نہ ہوتا تو وہ غم نہ کرتے اور نہ اس سے وہ دُکھ برداشت کرتے جو انہوں نے کیا جو ان کی زندگی کا خاتمہ کرنے والا تھا اور یہ بات ان کے امکان میں تھی کہ وہ عذرات کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی جھوٹے جواز سے اپنے تخلف کو جائز قرار دے لیتے جیسا کہ ان منافقین نے کیا جن کے عذرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کیا حالانکہ وہ جھوٹے اور دھوکے باز تھے لیکن حضرت کعب بن مالک کے ایمان سے یہ کیسے ہو سکتا تھا جس نے بیعت عقبہ کو دیکھا تھا اور آپ کے دونوں مومن ساتھیوں سے بھی یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ منافقین کے گھٹیا اور عیب دار طریق کو اختیار کرنے اور وہ وہ لوگ تھے جن کی زندگی کے ایک لمحے میں بھی شک نے ان کے دلوں تک راہ نہیں پائی ، لیکن وجہ سے انہوں نے سچ کے قلعہ کو پکڑ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی (چاپلوسی اور لیپا پوتی) کے بغیر حقیقت حال بیان کر دی اور انہوں نے اس صدق کی بڑی قیمت ادا کی - جب انھوں نے کوئی عذر پیش نہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی تحقیقاتی کارروائی ہیں جس کا اجراء آپ نے اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام لوگوں اور غزوہ تبوک ہیں پیچھے رہنے والوں کے متعلق کیا تھا، انہوں نے اپنی کوتاہی کا اعتراف کیا تو آپ نے مسلمانوں کو ان سے مقاطعہ کرنے کا حکم دے دیا تو انہوں نے دسیوں دنوں تک غم واندوہ سے لبریز جام گھونٹ گھونٹ کرکے پیئے۔
اور منافقین ــــ جو بکثرت تھے ــــ کے دلوں کے ایمانی قحط نے ان کی مدد کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور خلافِ حقیقت عذر پیش کریں پس آپ نے ان کے ظاہری عذر و اعتذار کو قبول کیا اور ان کے باطن کا معاملہ حوالہ بخدا کیا جو آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں اور غیب کی اسی بات کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ آپ کو وحی کے طریق سے بتائے، حضرت کعب بن مالک اور آپ کے دونوں ساتھی، دھوکے بازی اور نفاق سے پاک تھے انہوں نے اپنے گناہ کا اعتراف کیا اور تخلف کے وقت اعلان کیا کہ ان کے تخلف کا کوئی جواز نہ تھا اور انھوں نے اپنے معاملے کو اللہ کے سپرد کر دیا پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ان کے حال پر چھوڑنے کا حکم دیا بلکہ ان کے مقاطعہ کا حکم دے دیا حتیٰ کہ قرآن کریم نے ان کے قضیہ کا فیصلہ کیا اور ان کی توبہ کا نزول ہوا۔

حضرت کعب بن مالک کی اپنے المیہ کے بارے میں گفتگو

حضرت کعب بن مالک

اپنے سخت المیے کے متعلق ہم سے بیان کرتے ہیں کہ کس طرح آپ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جواب طلبی پر کہ وہ راہِ خدا میں جہاد کے فریضہ سے کیوں پیچھے رہے ہیں ــــ ایک بات کے کہنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا، اسی طرح حضرت کعب ان منافق پارٹیوں کے متعلق بیان کرتے ہیں جنہوں نے اپنے تخلف کی پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ممکن حد تک نزدیک ترین راستہ اختیار کیا اور وہ اس طرح کہ انھوں نے اپنے باطن کے خلاف اظہار

کرکے جھوٹ اور فریب کی پناہ لی۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ —— جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبوک سے واپسی کی اطلاع ملی تو مجھے غم نے آلیا اور میں جھوٹ کو یاد کرنے لگا اور کہنے لگا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بچوں گا اور میں نے اس بات پر اپنے اہل کے تمام صاحب الرائے لوگوں سے مدد لی حتیٰ کہ بسا اوقات میں نے خادم سے بھی اس امید پر اس کا ذکر کر دیا کہ وہ مجھ سے کوئی ایسی بات کرے گا جس سے مجھے سکون حاصل ہوگا اور جب بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا چاہتے ہیں تو باطل مجھ سے دور ہو گیا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں صدق کے ذریعے آپ سے بچ سکتا ہوں پس میں نے ارادہ کیا کہ میں آپ سے سچ بولوں گا اور صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آ گئے اور آپ جب سفر سے آتے تو پہلے مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے واسطے بیٹھ جاتے، پس جب آپ نے ایسے کیا تو پیچھے رہنے والے لوگ آپ کے پاس معذرت کرتے اور قسمیں کھاتے آئے اور وہ اسی پچاسی ۸۵ آدمی تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ظاہری بیان اور ان کی قسموں کو قبول کیا اور ان کی نیتوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا۔

اور حضرت کعب کی بات کے علاوہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذو اوان مقام پر اترے تو آپ سے پیچھے رہنے والے عام منافقین باہر نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان لوگوں میں سے جس نے ہم سے تخلف کیا ہے کسی سے بات نہ کرو اور نہ اس کے پاس بیٹھو حتیٰ کہ میں تم کو اجازت دوں پس انہوں نے ان سے بات نہ کی اور جب آپ مدینہ آئے تو عذر کرنے والے قسمیں کھاتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور آپ نے ان سے اعراض کیا اور مومنین نے بھی ان سے اعراض کیا حتیٰ کہ آدمی اپنے باپ، بھائی اور چچا سے بھی اعراض کر لیتا اور وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آکر بخار اور بیماریوں کے عذر کرنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معاف فرما دیتے اور ان کے ظاہری بیانات اور قسموں کو قبول کر لیتے، انھوں نے قسمیں کھائیں تو آپ نے ان کی تصدیق کی اور ان کے لیے بخشش طلب کی اور آپ ان کی نیتوں کے معاملات کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب بن مالک نے کہا کہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے آپ کو سلام کیا اور جب میں نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ناراض آدمی کی طرح تبسم کیا پھر مجھے فرمایا آؤ، میں چلتا ہوا آیا پھر میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا آپ نے مجھے فرمایا، تمہیں کس بات نے پیچھے رکھا ہے؟ کیا تو نے اپنی سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں آپ کے سوا، کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو میرے خیال میں، میں کسی عذر کے باعث اس کی ناراضگی سے باہر نکل جاتا۔ مجھے جھگڑنے میں مہارت حاصل ہے لیکن قسم بخدا مجھے معلوم ہے کہ اگر آج میں نے آپ کو راضی کرنے کے لیے جھوٹی بات کی تو ہو سکتا ہے اللہ مجھ سے ناراض ہو جائے اور اگر آج میں نے آپ سے سچی بات بیان کی تو آپ مجھ سے ناراض ہو جائیں، خدا کی قسم جس وقت میں نے آپ سے تخلف کیا مجھ سے آسودہ اور مالدار کوئی نہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے سچ بولا ہے اس لیے اٹھ جا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تیرے بارے میں فیصلہ کرے، میں اٹھا تو میرے ساتھ بنی سلمہ کے کچھ آدمی بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ مجھے کہنے لگے خدا کی قسم ہمیں معلوم نہیں کہ تو نے اس گناہ سے پہلے کوئی گناہ کیا ہے۔ اور تو نے پیچھے رہنے والوں کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر نہیں کیا اور تیرے گناہ کے لیے یہی بات کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے لیے استغفار کیا ہے اور قسم بخدا وہ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے چاہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جا کر اپنی

تکذیب کردں، میں حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابو قتادہ سے ملا ان دونوں نے مجھے کہا اپنے اصحاب کی بات نہ مان
اور سچ پر قائم رہ، یقیناً اللہ تعالیٰ تیرے لیے جب چاہے گا راستہ اور کشادگی پیدا کر دے گا باقی رہے یہ عذر کرنے والے، تو اگر یہ سچے ہیں تو اللہ اس بات سے راضی ہوگا اور اسے اپنے نبی کو بتا دے گا اور اگر سچ پر نہیں تو وہ ان کی بہت بڑی مذمت کرے گا، میں نے انہیں پوچھا کیا میرے سوا بھی کسی کو یہ مصیبت پہنچی ہے؟ انھوں نے کہا ہاں دو شخص ہیں انہوں نے بھی تمہاری طرح بات کی ہے اور انہیں بھی وہی بات کہی گئی ہے جو تجھے کہی گئی ہے۔ میں نے پوچھا وہ دونوں کون ہیں، انہوں نے کہا حضرت مرارۃ بن الربیع اور حضرت ہلال بن امیۃ الواقفی، پس انہوں نے مجھ سے دو صالح آدمیوں کا ذکر کیا جس کی ذات میں نمونہ موجود تھا۔

مخلفین سے سوشل بائیکاٹ

پھر حضرت کعب بن مالک ان سخت نفسیاتی تکالیف کے متعلق بیان کرتے ہیں جو آپ نے اور آپ کے دونوں ساتھیوں نے اس اجتماعی بائیکاٹ کے نتیجے میں برداشت کیں جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لاگو کیا تھا آپ بیان کرتے ہیں۔
جن لوگوں نے آپ سے تخلف کیا تھا ان میں سے ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے آپ نے روک دیا۔

پس لوگوں نے ہم سے اجتناب کیا اور ہم سے بدل گئے حتیٰ کہ میرا دل اور وہ زمین بھی جسے میں جانتا تھا مجھ سے بیگانہ ہو گئے، ہماری یہ حالت پچاس راتوں تک رہی، میرے دونوں ساتھی تو عاجز و درماندہ ہو کر اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ گئے اور میں بڑا طاقتور اور بہادر آدمی تھا میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ نمازوں میں شامل ہوتا اور بازاروں میں گھومتا اور کوئی شخص مجھ سے بات نہ کرتا حتیٰ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا آپ نماز کے بعد اپنی نشستگاہ

پڑھوتے میں آپ کو سلام کہتا اور اپنے دل میں کہتا میرے سلام کے جواب میں آپ نے اپنے دونوں ہونٹوں کو حرکت دی ہے یا نہیں ؟ پھر میں آپ کے نزدیک ہی نماز پڑھتا اور دزدیدہ نگاہی سے آپ کو دیکھتا اور جب میں اپنی نماز میں متوجہ ہوتا تو آپ میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے منہ پھیر لیتے حتیٰ کہ جب مسلمانوں کی بدسلوکی مجھ پر گراں ہوگئی تو میں جا کر حضرت ابوقتادہ کی دیوار پر چڑھ گیا ــــــ ابوقتادہ میرے عمزاد تھے اور مجھے بہت محبوب تھے ــــــ میں نے انہیں سلام کہا تو قسم بخدا انھوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا میں نے انہیں کہا اے ابوقتادہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں ؟ تو وہ خاموش رہے میں نے دوبارہ ان سے پوچھا اے ابوقتادہ، میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو میرے متعلق معلوم ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں ؟ تو وہ خاموش رہے میں نے تیسری دفعہ انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا تو انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں میری دونوں آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور میں چھلانگ لگا کر دیوار پر چڑھ گیا پھر بازار کی طرف چلا گیا۔

شاہِ غسان کا حضرت کعب بن مالک سے رابطہ کرکے آپ کو کفر کی ترغیب دینا

حضرت کعب بن مالک بطور استطراد[1] ایک ایسے امر کے متعلق بیان کرتے ہیں جس سے آپ کی نفسیاتی تکالیف دوچند ہوگئیں اور وہ یہ کہ شام کے غساسنہ نصاریٰ کے بادشاہ کو حضرت کعب بن مالک کے لیے کا پتہ چلا تو اس نے اپنے

---

[1] استطراد، کا مفہوم یہ ہے کہ گفتگو میں خارج از بحث مضمون کی طرف جانا۔ جیسے ہماری زبان میں جملہ معترضہ کہتے ہیں۔ مترجم

فائدہ اٹھانا چاہا کہ شاید وہ حضرت کعب کو اپنے دین کے چھوڑنے اور مدینہ کے خیرباد کہنے اور شام چلے آنے کی ترغیب دینے میں کامیاب ہو جائے تاکہ آپ غساسنہ نصاریٰ کی جماعت میں شامل ہو جائیں، حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک شام کا ایک نبطی جو بازار میں کھانا فروخت کرنے آیا تھا میرے متعلق پوچھنے لگا اور کہنے لگا، مجھے کعب بن مالک کے متعلق کون بتائے گا؟ اور لوگ اُسے بتانے لگے تو اس نے ریشم کے ایک ٹکڑے میں شاہِ غسان حارث بن ابی شمر کا خط مجھے دیا ——— یا آپ نے جبلہ بن الایہم کا نام لیا ——— اس کے خط میں لکھا تھا:

اما بعد، مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے آقا نے آپ سے بدسلوکی کی ہے اور اللہ نے آپ کو ذلت کے گھر میں اور ضائع کرنے والی جگہ پر نہیں رکھا، ہمارے پاس آ جائیے ہم آپ کی مدد کریں گے۔

حضرت کعب کا بیان ہے کہ جب میں نے اس خط کو پڑھا تو میں نے کہا یہ بھی ایک آزمائش ہی ہے اور میں جس بات میں پڑا ہوں میری حالت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ مشرکین مجھ میں دلچسپی لینے لگے ہیں پس میں اُسے ایک تنور کی طرف لے گیا اور میں نے اُسے اس میں جلا دیا اور ہم اسی حالت میں رہے حتیٰ کہ جب پچاس میں سے چالیس راتیں گزر گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلچی میرے پاس آیا اور کہنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کریں، میں نے کہا میں اُسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا اس سے علیحدگی اختیار کرو اور اس کے نزدیک مت جاؤ، اور میری طرح حضرت ہلال بن اُمیہ اور حضرت مرارہ بن ربیع کی طرف حضرت خزیمہ بن ثابت کو ایلچی بنا کر بھیجا گیا۔ حضرت کعب کا بیان ہے کہ میں نے اپنی بیوی سے کہا، اپنے اہل کے پاس چلی جاؤ اور انھیں کے پاس رہو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس معاملے کے متعلق وہ فیصلہ کرے جو وہ کرنے والا ہے۔

حضرت ہلال بن اُمیہ ایک صالح شخص تھے وہ رو پڑے حتیٰ کہ اُنھوں نے سمجھا کہ وہ رونے سے ہلاک ہونے والے ہیں، اُنھوں نے کھانا چھوڑ دیا وہ کھانا چکھے بغیر دو دو تین تین دن روزہ رکھتے ہاں پانی یا دُودھ کا گھونٹ پی لیتے اور رات کو نماز پڑھتے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہتے اور باہر نہ نکلتے کیونکہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرتا تھا حتیٰ کہ بچے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں آپ سے الگ رہتے، آپ کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی یارسول اللہ ہلال بن اُمیہ ہلاک ہونے والے بڑی عمر کے بوڑھے ہیں آپ کا کوئی خادم نہیں ہے میں دُوسروں کی نسبت آپ سے مہربان ہوں، اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے ان کی خدمت کرنے دیں آپ نے فرمایا بہت اچھا لیکن انہیں اپنے تک پہنچنے کی دعوت نہ دیں، اس نے کہا یارسول اللہ انہیں میری طرف کوئی حرکت نہیں ہوتی، خدا کی قسم جس دن سے ان کا معاملہ ہوا ہے اس دن سے لے کر آج کے دن تک وہ مسلسل رو رہے ہیں اور ان کی داڑھی رات دن آنسو ٹپکاتی رہتی ہے اور ان کی آنکھوں میں سفیدی نمایاں ہو گئی ہے حتیٰ کہ مجھے خوف ہوا کہ ان کی نظر ختم ہو جائے گی، حضرت کعب کا بیان ہے کہ میرے اہل کے ایک شخص نے مجھے کہا کاش آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بیوی کے متعلق اجازت مانگتے، آپ نے حضرت ہلال بن اُمیہ کی بیوی کو ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے، میں نے کہا خدا کی قسم میں آپ سے اس کے بارے میں اجازت نہیں لوں گا مجھے کیا معلوم کہ جب میں اس بارے میں آپ سے اجازت طلب کروں تو آپ مجھے کیا کہیں، اور میں نوجوان آدمی ہوں خدا کی قسم میں آپ سے اجازت نہیں لوں گا، پھر ہم اس کے بعد دس راتیں ٹھہرے اور جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ہم سے گفتگو کرنے سے منع کیا اس وقت سے ہماری پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔

توبہ سے آزمائش کا خاتمہ | پھر حضرت کعب بن مالک، قابلِ آزمائش

کے دُور ہونے کے متعلق آسمانی کشائش کی آمد کے بارے میں استطراداً گفتگو کرتے ہیں اور یہ کشائش پیچھے رہنے والے تین صحابہ کرام کی توبہ کے متعلق قرآن نازل ہونے سے ہوئی آپ بیان کرتے ہیں ،

پھر میں نے اپنے گھروں میں سے ایک گھر کی چھت پر اس حال میں صبح کی نماز پڑھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور زمین باوجود وسعت کے مجھ پر تنگ ہو گئی اور میرا دل بھی تنگ ہو گیا اور میں نے سلع کی پشت پر ایک خیمہ لگایا تھا اور اچانک میں نے سلع پر جھانکتے ہوئے ایک آواز دینے والے کو سنا جو اپنی بلند آواز سے کہہ رہا تھا اے کعب بن مالک خوش ہو جا ، آپ کا بیان ہے کہ میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے معلوم ہو گیا کہ کشائش آ گئی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر ہماری توبہ کا اعلان کیا کہ اللہ نے ہمیں معاف فرما دیا ہے۔

اور وہ توبہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تین صحابہ کرام کو معاف فرما دیا وہ تین آیات کو متضمن ہے - اور وہ اللہ کا یہ قول ہے لقد تاب اللّٰہ علی النبی ...... کونوا مع الصادقین۔

(ترجمہ) تحقیق اللہ نے نبی ، مہاجرین اور انصار کو اور جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں بعد اس کے کہ ان میں سے ایک فریق کے دل ٹیڑھے ہو گئے تھے ، آپ کی پیروی کی ، معاف کر دیا ہے پھر اس نے انہیں معاف کر دیا اور بلاشبہ وہ رؤف و رحیم ہے اور ان تین آدمیوں کو بھی جو پیچھے رہ گئے تھے معاف کر دیا ہے حتیٰ کہ جب زمین اپنی وسعت کے باوجود ان پر تنگ ہو گئی اور ان کے دل بھی ان پر تنگ ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اس نے انہیں معاف کر دیا تا کہ وہ توبہ کریں ، بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے اے مومنو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور راستبازوں کے ساتھ

ہو جاؤ۔

اور ام المومنین حضرت ام سلمہ حدیث توبہ کو روایت کرتے ہوئے بیان کرتی ہیں کہ ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کو جتایا اے ام سلمہ! حضرت کعب بن مالک اور آپ کے دونوں ساتھیوں کی توبہ نازل ہو چکی ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ کیا میں ان کی طرف پیغام بھیج کر انہیں بشارت نہ دوں؟ آپ نے فرمایا وہ رات کے آخری حصے میں آپ کو نیند سے روک دیں گے لیکن وہ نہیں دیکھتے حتیٰ کہ صبح ہو جائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ نے ان لوگوں کو معاف کر دیا ہے یعنی حضرت کعب بن مالک، حضرت مرارہ بن الربیع اور حضرت ہلال بن اُمیہ کو، پس حضرت ابوبکر نکل کر سلع پر آئے اور آواز دی کہ کعب کو اللہ نے معاف کر دیا ہے آپ نے یہ بات آپ کو بشارت دیتے ہوئے کہی؛

اور حضرت زبیرؓ بن العوام اپنے گھوڑے پر وادی کے نشیب میں گئے اور آپ نے حضرت زبیرؓ کی آمد سے قبل حضرت ابوبکرؓ کی آواز سنی اور ابوالاعور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، بنی واقف میں حضرت ہلال کو بشارت دینے گئے اور جب آپ نے انہیں بتایا تو وہ سجدہ ریز ہو گئے سعید کا بیان ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جب تک ان کی جان نہ نکل گئی یہ سر نہیں اٹھائیں گے اور آپ غم کے باعث رونے کی نسبت زیادہ خوش تھے حتیٰ کہ آپ کے بارے میں خوف پیدا ہو گیا اور لوگ آپ کو مبارکباد دینے آئے اور آپ ضعف، غم اور رونے کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک چل کر نہ جا سکے حتیٰ کہ گدھے پر سوار ہوئے اور حضرت مرارۃ بن الربیع کو بشارت دینے والے حضرت سلکان بن سلامہ ابونائلہ اور حضرت سلمہ بن سلامۃ بن وقش تھے، یہ دونوں بنی عبدالاشہل سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کو آئے پھر حضرت مرارہ کے پاس جا کر انہیں خبر دی اور حضرت مرارہ آئے حتیٰ کہ سب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے۔

حضرت کعب بن مالک کا بیان ہے کہ میں نے وادی میں جس گھوڑا دوڑانے والے سوار کی آواز سُنی —— وہ حضرت زبیر بن العوام تھے۔ اور جس نے سلع پر چڑھ کر آواز دی —— حضرت کعب بیان کرتے ہیں —— وہ اسلم کا ایک شخص تھا جسے حمزہ بن عمرو کہا جاتا ہے اس نے مجھے بشارت دی ، آپ کا بیان ہے کہ جب میں نے اس کی آواز سُنی تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اسے اس کی بشارت کی وجہ سے پہنا دیے اور قسم بخدا اس وقت ان دونوں کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا پھر میں نے حضرت ابوقتادہ سے دو کپڑے عاریتہً لیے اور انہیں زیب تن کیا ، پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے قصد سے نکلا اور لوگ مجھے توبہ کی مبارکباد دیتے ملے وہ کہتے آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا ہے حتیٰ کہ میں مجلس میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد لوگ بیٹھے ہوئے تھے پس حضرت طلحہؓ میرے پاس آئے اور مجھے سلام کیا اور مبارکباد دی اور آپ کے سوا مہاجرین میں سے کوئی شخص میرے پاس نہ آیا اور حضرت کعب ، حضرت طلحہ کی یہ بات نہ بھولتے تھے۔

حضرت کعب کا بیان ہے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا ، آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا آپ نے مجھے فرمایا :

جب سے تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہے اس وقت سے جو بہترین دن تجھ پر گزرا ہے اس کی تجھے بشارت ہو ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ نے انہیں کہا ، بہترین دن کی طرف آؤ جس کا آفتاب تجھ پر کبھی طلوع نہیں ہوا ، حضرت کعب نے دریافت کیا ، یا رسول اللہ کیا یہ معافی آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ، آپ کا بیان ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ روشن ہو جاتا گویا وہ پارۂ ماہتاب ہے اور آپ کی یہ بات مشہور تھی پس جب میں آپؐ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ !

میں نے اللہ اور اس کے رسول کے حضور جو توبہ کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ میں اپنے مال سے دستکش ہو کر اسے اللہ اور اس کے رسول کے حضور پیش کر دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنا کچھ مال اپنے پاس رکھو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے میں نے عرض کیا میں اپنے خیبر کے حصے کو محفوظ رکھتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا نصف کو محفوظ رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا تیسرے حصے کو محفوظ رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا ہاں، حضرت کعب نے کہا یا رسول اللہ میں اپنے خیبر کے حصے کو بھی وقف کرتا ہوں حضرت کعب کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے صدق کی وجہ سے نجات دی ہے اور میں نے اللہ کے حضور جو توبہ کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ جب تک میں زندہ رہوں سچ بولوں، حضرت کعب کا بیان ہے:

> خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی، مجھے کسی شخص کے متعلق معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے راست گفتاری میں اس کی مجھ سے بڑھ کر آزمائش کی ہو، خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کی ہے میں نے آج کے دن تک جھوٹ کا قصد نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بقیہ زندگی میں بھی مجھے محفوظ رکھے گا۔

اور حضرت کعب شاعر تھے آپ نے کہا:

> میرا رب پاک ہے اگر وہ میری لغزشوں کو معاف نہ کرے تو میں نقصان اٹھاؤں اور قول و عمل تباہ ہو جائے۔

پھر حضرت کعب نے بیان کیا، خدا کی قسم جب سے اللہ نے اسلام کی طرف میری راہنمائی کی ہے اللہ نے جو بھی مجھ پر انعام کیا ہے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولنے سے بڑھ کر عظمت نہیں ہوئی اگر اس روز میں آپ سے جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاک ہو جاتا جیسے آپ سے جھوٹ بولنے والے

ہلاک ہوئے۔ جن لوگوں نے آپ سے جھوٹ بولا اللہ نے آپ پر وحی نازل کرکے ان کے بارے میں بہت مکروہ بیان دیا ہے۔

سیحلفون باللہ لکم .... فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین[1]

(ترجمہ) عنقریب جب تم ان کی طرف پلٹو گے تو وہ آپ کے سامنے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو پس تم ان سے اعراض کرو وہ پلید ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی جزا میں جہنم ان کا ٹھکانہ ہے.....
وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ تو بلاشبہ اللہ فاسق لوگوں سے راضی نہیں ہوگا

حضرت کعب کا بیان ہے ہم تین آدمی ان لوگوں کے معاملے سے پیچھے رہ گئے جن کے عذر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قبول کر لیا جب انھوں نے قسمیں کھائیں اور انہیں معذور قرار دیا اور ان کے لیے بخشش طلب کی اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] صحیح بخاری جلد ۱ ص ۱۹ تا ۲۵، مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۴۹، ص ۱۰۵۶، سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۱۷۵ تا ص ۱۸۰ امتاع الاسماع ص ۴۸۵ تا ص ۴۸۸، زاد المعاد جلد ۳ ص ۱۲ تا ص ۲۶، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ ص ۲۳ تا ص ۲۶، جوامع السیرۃ ص ۲۵۵، تاریخ طبری جلد ۳، الکامل فی تاریخ لابن اثیر جلد ۲ ص ۱۹۲ تا ص ۱۹۳ تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۱۲، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ ص ۸۲۲۔
بہجۃ المحافل جلد ۲ ص ۳۵ تا ص ۴۳
حیات محمد ص ۴۲۶ تا ص ۴۶۱
سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۶۸ تا ص ۲۷۰
طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۴ ص ۱۶۴

علیہ وسلم نے ہمارے معاملے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق جو فیصلہ کرنا تھا کیا[1]

تبوک سے آمد کی تاریخ

واقدی نے بیان کیا ہے کہ مؤرخین نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان ۹ھ میں مدینہ آئے اور فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس سفر میں اجر و نیکی عطا فرمائی اور ہمارے بعد میں اس میں ہمارے شرکاء کو بھی، حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ سفر اور شدتِ سفر نے آپ کو تکلیف دی اور آپ لوگوں کے بعد اس میں آپ کے شریک کون ہیں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینہ میں کچھ ایسے لوگ ہیں کہ ہم نے جو سفر بھی کیا اور جس وادی میں بھی اترے وہ ہمارے ساتھ تھے ان کو مرض نے روکا تھا کیا اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں نہیں فرماتا:

وما کان المومنون لینفروا کافۃ[2]

(مومن ایسے نہیں کہ وہ سب کے سب چل پڑیں۔)

پس ہم ان کے غازی ہیں اور وہ ہمارے بیٹھنے والے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے ہمارے ہتھیاروں کی نسبت ان کی دعا ہمارے دشمن میں زیادہ اثر انداز ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ مسلمان اپنے ہتھیار فروخت کرنے لگے اور کہنے لگے جہاد ختم ہو گیا ہے اور ان میں سے طاقتور اپنی زائد قوت کے باعث انہیں خریدنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے انہیں اس بات سے منع فرما دیا اور فرمایا ہمیشہ ہی میری امت کا ایک گروہ حق پر جہاد کرتا رہے گا حتیٰ کہ دجال خروج کرے گا۔

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۵۶ [2] توبہ - ۱۲۲

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ علی بن طلحہ والبی نے بحوالہ حضرت ابن عباس اللہ تعالیٰ کے قول (و آخرون اعترفوا بذنوبھم ...... انہ ھو التواب الرحیم[1]) کے بارے میں بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہنے والے دس آدمی تھے اور جب وہ آپ کی واپسی پر آئے تو ان میں سے سات آدمیوں نے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو آپ نے دریافت فرمایا یہ کون ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا حضرت ابولبابہ اور ان کے وہ اصحاب ہیں جو آپ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ آپ انہیں کھول دیں اور انہیں معذور قرار دیں آپؐ نے فرمایا قسم بخدا میں نہ انہیں کھولوں گا اور نہ معذور قرار دوں گا حتیٰ کہ اللہ انہیں آزاد کر دے انھوں نے مجھ سے بے رغبتی کی ہے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ سے تخلف کیا ہے پس جب انہیں اس کی اطلاع ملی تو وہ کہنے لگے ہم اپنے آپ کو نہیں کھولیں گے حتیٰ کہ ہمیں اللہ ہی کھولے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری (و آخرون اعترفوا بذنوبھم) ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ عسیٰ کا لفظ جب اللہ کے بارے میں ہو تو اس کا مفہوم واجب کا ہوتا ہے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف آدمی بھیجا اور انہیں کھول دیا اور ان کو معذور قرار دیا اور وہ اپنے اموال لے کر آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ یہ ہمارے اموال ہیں انہیں ہماری طرف سے خیرات کر دیں اور ہمارے لیے بخشش طلب کریں آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اموال لینے کا حکم نہیں دیا گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

خذ من اموالھم صدقۃ ...... واللہ علیم حکیم[2]

(ترجمہ) ان اموال سے صدقہ لیجیے جو ان کی تطہیر و تزکیہ کرے گا اور ان

---

[1] توبہ - ۱۰۳ [2] توبہ ۱۰۲ تا ۱۰۶

کے لیے دُعا کیجیے آپ کی دُعا ان کے لیے سکون کا باعث ہو گی اور اللہ سُننے والا
اور جاننے والا ہے ...... کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی
توبہ قبول کرتا ہے اور صدقات لیتا ہے اور اللہ توبہ قبول کرنے والا
اور بار بار رحم کرنے والا ہے ..... اور کہہ دیجیے عمل کرو اور عنقریب
اللہ اور اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھیں گے اور عنقریب
تم کو عالم حاضر و غیب کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو
وہ اس کے متعلق تمہیں بتائے گا .... اور کچھ اور لوگوں کو امر الٰہی سے
مؤخر کیا گیا ہے خواہ وہ انہیں عذاب دے یا انہیں معاف کر دے
اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ مؤخر کیے گئے لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ
کو ستونوں سے نہ باندھا تھا پس انہیں مؤخر کیا گیا حتیٰ کہ یہ قول الٰہی ——
لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین خلفوا ——
آخر تک نازل ہوا اور اسی طرح عطیہ بن سعید العوفی نے بھی اسے بحوالہ حضرت
ابن عباس ایسے ہی بیان کیا ہے۔

اور حضرت سعید بن المسیب، مجاہد اور محمد بن اسحٰق نے حضرت ابولبابہ کے واقعہ
کو اور بنی قریظہ کی جنگ میں آپ کا جو معاملہ ہوا اور آپ کے اپنے آپ کو باندھنے
کے واقعہ کو بیان کیا ہے حتیٰ کہ آپ کو معافی ہو گئی پھر اسی طرح آپ غزوہ تبوک
سے بھی پیچھے رہ گئے حتیٰ کہ اللہ نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ نے اپنے سارے
مال کو صدقہ کر کے اس سے دست کش ہونا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
آپ سے فرمایا —— آپ کو اس میں سے ایک تہائی کفایت کرے گا ——
مجاہد اور ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بارے میں یہ آیت (وآخرون
اعترفوا بذنوبھم) نازل ہوئی ہے حضرت سعید بن المسیب کا بیان ہے
کہ اس کے بعد اسلام میں آپ سے اچھے کام ہی ہوتے ہیں رضی اللہ عنہ۔

اور بیہقی نے ابو احمد زبیری کے طریق سے عن سفیان ثوری عن سلمہ بن کہیل عن عیاض بن عیاض عن ابیہ عن ابن مسعود روایت کی ہے کہ آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب کیا اور فرمایا بلاشبہ تم میں منافقین بھی ہیں پس میں جس کا نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، اے فلاں کھڑے ہو جاؤ، حتیٰ کہ آپ نے ۳۶ آدمی گنے پھر فرمایا بلاشبہ تم میں منافقین موجود ہیں تم اللہ سے عافیت کی دُعا کرو، راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ ایک شخص کے پاس سے گزرے جو سر ڈھانپے ہوئے تھا اور آپ کے اور اس کے درمیان جان پہچان تھی آپ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ اس نے آپ کو اس بات سے باخبر کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی آپ نے فرمایا بقیہ دن تیرے لیے ہلاکت ہو۔

ابن کثیر کا بیان ہے میں کہتا ہوں کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والے چار قسم کے لوگ تھے:

(۱) ثواب حاصل کرنے والے جیسے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت ابن ام مکتوم۔

(۲) معذور، یہ کمزور، مریض اور تنگدست تھے اور یہی رونے والے تھے۔

(۳) نافرمان گنہگار، یہ تین آدمی تھے حضرت ابولبابہ اور آپ کے مذکورہ اصحاب۔

(۴) اور دوسرے قابلِ ملامت اور قابلِ مذمت لوگ، اور یہی منافقین تھے[1]

منافقین کے لیڈر ابن ابی کی وفات

تبوک کے سال ماہ شوال میں منافقین کا لیڈر ابن ابی بیمار ہوا اور وہ ذوالقعدہ ۹ھ میں فوت ہوگیا، وہ بیس دن بیمار رہا اور ان ایام میں رسول کریم

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۶، ۲۷

صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کرتے رہے اور جس روز اس کی وفات ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے تو وہ جان دے رہا تھا آپؐ نے فرمایا میں نے تجھے یہود سے محبت کرنے سے روکا تھا، عبداللہ بن ابی نے کہا، سعد بن زرارۃ نے ان سے نفرت کی تو اسے کوئی فائدہ نہ ہوا پھر ابن ابی کہنے لگا یا رسول اللہ یہ عتاب کا وقت نہیں ہے اگر میں مرجاؤں تو میرے غسل میں شامل ہونا اور مجھے اپنی قمیص عطا فرمایئے اس میں مجھے کفن دیا جائے تو آپؐ نے اسے اوپر کی قمیص عطا فرمائی —— آپ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے —— اس نے کہا جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی ہے وہ قمیص دیجیے، آپؐ نے اسے اپنی وہ قمیص اتار کر دے دی جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی تھی پھر اس نے کہا میرا جنازہ پڑھنا اور میرے لیے بخشش طلب کرنا، اور حضرت جابر بن عبداللہ فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن ابی کی موت کے بعد اس کی قبر کے پاس آئے اور آپ کے حکم سے اسے نکالا گیا اور آپ نے اس کے چہرہ کو کھولا اور اپنا لعاب دہن اس پر لگایا اور اس کے گھٹنوں تک اسے سہارا دیا اور اسے اپنی قمیص پہنائی —— اور آپ دو قمیصیں پہنے ہوئے تھے —— اور آپ نے اسے وہ قمیص پہنائی جو آپ کی کھال کے ساتھ لگی ہوئی تھی اور ہمارے نزدیک پہلی روایت زیادہ معتبر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے غسل و کفن میں شامل ہوئے، پھر اسے جنازہ گاہ کی طرف لے جایا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے آگے بڑھے، جب آپ اٹھے تو حضرت عمر بن الخطاب نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ ابن ابی کا جنازہ پڑھیں گے حالانکہ اس نے فلاں فلاں دن یہ باتیں کی تھیں آپ نے اس کی باتیں آپؐ کو گن گن کر بتائیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا اے عمرؓ! ان باتوں کو مجھ سے پیچھے کرو اور جب حضرت عمرؓ نے آپ سے اصرار کیا تو آپؐ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے اور میں نے اختیار لے لیا ہے اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اگر میں نے

اُسے بخش دیا جائے گا تو میں ستر سے زیادہ دفعہ استغفار کرتا، اور وہ اللہ کا یہ قول ہے
استغفرلھم .... لن یغفر اللہ لھم[1]

(ترجمہ) آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اگر آپ ان کے لیے ستر دفعہ بخشش طلب کریں اللہ ہرگز ان کو نہیں بخشے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ستر دفعہ سے زیادہ استغفار کروں گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر واپس آ گئے اور تھوڑا وقت ہی گزرا تھا کہ برأت کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

ولا تصل علی احد منھم .... فھم لا یفقھون[2]

(ترجمہ) اور ان میں سے جو کوئی مر جائے آپ اس کے لیے کبھی دعا نہ کریں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا ہے اور وہ حالتِ کفر میں مرے ہیں ...... اور ان کے اموال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ انہیں ان کے ذریعے دنیا میں عذاب دینا چاہتا ہے اور ان کی رُوحیں کفر کی حالت میں نکلیں گی ...... جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ جہاد کرو تو ان میں سے صاحب قدرت لوگوں نے آپ سے اجازت طلب کی اور کہنے لگے، ہمیں بیٹھنے والوں کے ساتھ رہنے دیجیے ...... انہوں نے عورتوں کے ساتھ رہنا پسند کیا اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور وہ نہیں سمجھتے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ابن ابی کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم نہ ڈگمگائے حتیٰ کہ یہ آیت (ولا تصل علی احد منھم) نازل ہوئی

---

[1] توبہ - ۸۰
[2] توبہ - ۸۴ تا ۸۶

اور اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی پہچان کرائی گئی پس ان میں سے کوئی مر جاتا تو آپ اس کا جنازہ نہ پڑھتے۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے مجھے اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جرأت کرنے پر تعجب ہوا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔

حضرت مجمع بن جاریہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی جنازہ پر اتنا لمبا وقت لگاتے نہیں دیکھا جتنا لمبا وقت آپ نے ابن ابی کے جنازہ پر لگایا پھر لوگ باہر نکلے حتیٰ کہ اس کی قبر تک پہنچ گئے اور اُسے اس چارپائی پر اٹھایا گیا جس پر آل نبیط کے مُردے اٹھائے جاتے تھے اور حضرت انس بن مالک فرمایا کرتے تھے میں نے چارپائی پر ابن ابی کو دیکھا اس کے دونوں پاؤں اس کی لمبائی کی وجہ سے چارپائی سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

اور حضرت ام عمارہ بیان کرتی ہیں۔ ہم ابن ابی کے ماتم[1] میں حاضر ہوئیں اور اوس اور خزرج کی کوئی عورت پیچھے نہ رہی ہاں اس کی بیٹی جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی "واجبلاہ" کہتے ہوئے آئی ——— اُسے نہ کوئی منع کرتا تھا اور نہ کوئی اُس پر عیب لگاتا تھا ——— واجبلاہ، وارکناہ، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اُسے اس کی قبر تک لے جایا گیا۔

اور حضرت عمرو بن امیہ الضمری بیان کیا کرتے تھے کہ ہم نے اس کی چارپائی کے نزدیک ہونے کی کوشش کی مگر ہم نے اس کی قدرت نہ پائی ان منافقین نے اس پر غلبہ پالیا اور وہ منافق ہونے کے باوجود اظہارِ اسلام کرتے تھے اور وہ بنی قینقاع وغیرہ میں سے تھے، سعد بن حنیف، زید بن اللصیت، سلامۃ بن الحمام نعمان بن ابی عامر، رافع بن حرملہ، مالک بن ابی نوفل، داعس اور سوید، یہ بڑے

---

[1] ماتم، لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں اور اس لفظ کا زیادہ تر اطلاق اس مجمع پر ہوتا ہے جو اظہارِ غم کے لیے ہو (مترجم)

خبیث منافق تھے اور یہی وہ لوگ تھے جو اُسے تعریض کرتے تھے اور اس کے بیٹے عبداللہ پر ان کے دیکھنے سے بڑھ کر کوئی بات گراں نہ تھی اور اس کی دوستی تھی اور اس کا بیٹا ان کے درسے دروازہ بند کر دیتا تھا اور ابن ابی کہا کرتا تھا ان کے سوا دوسرے لوگ میرے نزدیک نہیں آتے نیز وہ کہتا قسم بخدا تو مجھے پیاس کے پانی سے بھی زیادہ محبوب ہے اور وہ کہتے کاش ہم تجھ پر اپنی جانیں اور اموال و اولاد کو فدا کرتے پس جب وہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر انہیں دیکھنے لگے تو انہوں نے اس کی قبر میں اترنے کے لیے ازدحام کیا اور آوازیں بلند ہوئیں حتیٰ کہ داعس کی ناک پر چوٹ لگی اور حضرت عبادہ بن الصامت انہیں ہٹانے لگے اور کہنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی آوازوں کو پست کرو حتیٰ کہ داعس کی ناک کو چوٹ لگی اور خون بہہ پڑا۔ وہ اس کی قبر میں اترنا چاہتا تھا پس اسے ہٹا دیا گیا اور اس کی قوم کے اہل فضل و اسلام اترے اور جونہی انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اس کا جنازہ پڑھا ہے اور اس کے پاس حاضر ہوئے ہیں اور اس کے پاس کھڑے ہیں تو اس کا بیٹا عبداللہ (جو صحابہ کے بہترین جوانوں میں سے تھا) اور حضرت سعد بن عبادۃ بن الصامت اور حضرت اوس بن خولی اس کی قبر میں اترے اور اوس اور خزرج میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکابر صحابہ اسے قبر میں اتارنے لگے حالانکہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھڑے تھے۔

اور مجمع بن جاریہ کا خیال ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اسے اپنے دونوں ہاتھوں انہیں پکڑا رہے ہیں پھر آپ قبر پر کھڑے ہوئے حتیٰ کہ اسے دفن کر دیا گیا اور آپ نے اس کے بیٹے سے تعزیت کی اور واپس آگئے اور حضرت عمرو بن امیہ کہا کرتے تھے آپ کے اصحاب ان منافقین سے نہیں ملے یہ وہ لوگ تھے جو قبر میں ڈالتے تھے اور کہتے تھے کاش ہم اپنی جانیں تجھ پر قربان کرتے اور تجھ سے پہلے مرتے اور وہ اپنے سروں پر مٹی ڈالتے اور

جس نے اس کی اچھی بات بیان کی اس لئے کہا یہ محتاج لوگ تھے اور وہ ان سے حسن سلوک کیا کرتا تھا۔[1]

اور بعض اہل حدیث و سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی سے جو حسنِ سلوک کیا وہ اس کے بیٹے کے اکرام کے لیے کیا کیونکہ اس نے آپ سے اس کا مطالبہ کیا تھا اور اس نے جب بھی آپ سے مطالبہ کیا آپ نے فرمایا نہیں اور آپ نے اُسے جو قمیص پہنائی وہ بدلے کے طور پر تھی کیونکہ اس نے بدر کے روز حضرت عباس کو قمیص پہنائی تھی اور اس وقت حضرت عباس کے پاس کوئی کپڑا نہ تھا اور لوگوں نے دیکھا کہ عبد اللہ بن ابی کی قمیص آپ کو پوری آتی ہے تو اس نے آپ کو یہ پہنا دی جیسا کہ بغوی نے اسے بحوالہ جابر صیغہ سے بیان کیا ہے اور روایت کی گئی ہے کہ ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا احسان تھا پس آپ نے اُسے بدلہ دینا پسند کیا اور روایت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کو اس کے فعل کا بدلہ دیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اللہ کے مقابلے میں میری قمیص اور میری دُعا اُسے فائدہ نہ دے گی، خدا کی قسم مجھے اُمید ہے کہ اس کے ذریعے اس کی قوم کا ایک ہزار آدمی اسلام قبول کرے گا اور روایت کی گئی ہے کہ جب اُنہوں نے اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص سے برکت حاصل کرتے دیکھا تو اس کی موت کے بعد اس کی قوم کے ایک ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کیا اور نووی کے بیان کے مطابق اس میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق کا عظیم بیان ہے آپ کو اس منافق کی ایذا کا علم تھا اور آپ نے نیکی سے اس کا مقابلہ کیا اور اپنی قمیص اُسے پہنائی اور اس کا جنازہ پڑھا

---

[1] مغازی الواقدی صـ۱۰۵۷ تا صـ۱۰۶۰

اور اس کے لیے استغفار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وانك لعلیٰ خلق عظیم[1] - بلاشبہ آپ عظیم اخلاق کے حامل ہیں۔

ابن العربی نے ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن ابی کے جنازہ پڑھنے پر حضرت عمر بن الخطاب کے تعجب کرنے پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ گیارہ مقام پر تلاوۃً اور معناً حضرت عمرؓ نے اپنے رب سے موافقت کی ہے ان میں سے ایک یہ واقعہ ہے اور اللہ کے قول عسیٰ ربه طلقکن اور لو اتخذ ت من مقام ابراھیم مصلیٰ، اور حجاب کے بارے میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں اور یہ سب واقعات صحیح میں موجود ہیں اور آیۃ المومنین کے بارے میں جیسا کہ ابوداؤد طیالسی نے اسے علی بن زید کی حدیث سے روایت کیا ہے، میں نے اپنے رب سے اس وقت موافقت کی جب ثم انشأناه خلقاً آخر نازل ہوئی، میں نے کہا تبارك الله احسن الخالقين اور یہ آیت نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم نے اسے اپنی تفسیر میں بحوالہ حدیث انس بیان کیا ہے اور تحریم خمر کے بارے میں بھی جیسا کہ اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمارے لیے تسلی بخش وضاحت فرما، تو اللہ نے اس کی تحریم کے بارے میں حکم نازل فرمایا اور اللہ کے قول من کان عدواً لله و ملائکته (الآیۃ) کے بارے میں، البغوی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اسے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور ان میں سے منافقین کے لیے استغفار کرنے کا واقعہ بھی ہے جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابن عباس کی حدیث سے بیان کیا ہے آپ نے بیان کیا ہے ——— کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے لیے بکثرت استغفار کیا تو حضرت عمرؓ نے کہا، آپ کا ان کے لیے استغفار کرنا

---

[1] القلم آیت ۴

برابر ہے۔

قرآن اور منافقین

غزوۂ تبوک میں منافقین کے اعمال بہت نمایاں ہوئے اس لیے قرآن کریم نے ان کو ذلیل کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کے بارے میں انتی سے زیادہ آیات نازل کی ہیں اور یہ سورۃ برأت میں ہیں جس کے ناموں میں سے ایک نام (الفاضحۃ) بھی ہے اس لیے کہ اس نے ان منافقین کو ذلیل و رسوا کیا ہے۔

ان آیات میں سے اللہ کا یہ قول بھی ہے:

یا ایھا الذین امنوا .... فما متاع الحیاۃ الدنیا فی الاخرۃ قلیل [1]

(ترجمہ) اے مومنو تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف جھک جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو پسند کر لیا ہے اور متاع حیات دنیا آخرت کے مقابلے میں تھوڑا ہی ہے۔

الا تنفروا .... واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر [2]

(ترجمہ) اگر تم نہ نکلے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا اور تمہارے بدلے میں کوئی اور قوم لے آئے گا اور تم اُسے کچھ بھی نقصان نہ دو گے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

الا تنصروہ .... واللہ عزیز حکیم [3]

(ترجمہ) اگر تم نے اس کی مدد نہ کی تو اللہ نے اس کی اس وقت مدد کی ہے جب اُسے کفار نے نکالا دو دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں

---

[1] توبہ ۳۸

[2] توبہ۔ ۳۹ ۔ [3] توبہ۔ ۴۰

غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر بلاشبہ اللہ
ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتاری اور ایسی افواج
سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے نہ دیکھا اور کفار کے بول کو پست کر دیا
اور اللہ کا بول بالا ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متخلف ہونے پر ان منافقین کے عیوب کھولتے ہوئے بیان کیا ہے:

لو کان عرضا قریبا ...... واللہ یعلم انھم لکاذبون[1]۔

(ترجمہ) اگر سامان قریب ہوتا اور سفر میانہ ہوتا تو البتہ وہ تیرے پیچھے
چلتے لیکن درازی سفر انہیں دور لگی اور وہ اللہ کی قسمیں کھائیں
گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو تمہارے ساتھ نکلتے وہ اپنی جانوں
کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے ——— اس لیے کہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی اور ان کے عذر کو قبول فرمایا، فرمایا ہے:

عفا اللہ عنک ...... وتعلم الکاذبین[2]

(ترجمہ) اللہ تجھے معاف فرمائے تو نے انہیں کیوں اجازت دی حتیٰ
کہ تیرے سامنے سچ بولنے والے ظاہر ہو جاتے اور تو جھوٹوں کو جان
لیتا۔

لایستاذنک الذین ...... واللہ علیم بالمتقین[3]

(ترجمہ) تجھ سے وہ لوگ اجازت طلب نہیں کرتے جو اللہ اور یوم
آخر پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ جہاد
کریں اور اللہ تقویٰ شعاروں کو جانتا ہے۔

---

[1] توبہ - ۴۲ [2] توبہ - ۴۳ [3] توبہ - ۴۴

انما یستاذنک الذین ...... فھم فی ریبھم یترددون[1]

(ترجمہ) آپ سے صرف وہ لوگ اجازت طلب کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے اور ان کے دل شک میں ہیں اور وہ اپنے شک میں متردد ہیں۔

ولو ارادوا الخروج ...... وقیل اقعدوا مع القاعدین[2]

(ترجمہ) اور اگر وہ نکلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے سامان تیار کرتے لیکن اللہ نے ان کے اٹھنے کو ناپسند کیا اور انہیں روک دیا اور کہا گیا بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔

لو خرجوا .... واللہ علیم بالظالمین[3]

(ترجمہ) اگر وہ تمہارے ساتھ نکلتے تو تمہیں فساد میں بڑھا دیتے اور تمہارے درمیان تمہارے واسطے فتنہ کے خواہاں ہو کر گھوڑے دوڑاتے اور تم میں ان کی ماننے والے بھی ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے۔

قرآن کریم نے ان منافقین کے بڑے ماضی کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اسلامی فوج کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہلاک کرنے کی کوششیں کیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد ابتغوا الفتنۃ ...... وھم کارھون[4]

(ترجمہ) انہوں نے آپ سے قبل فتنہ کی خواہش کی اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ دیا حتیٰ کہ حق آگیا اور خدا کا حکم ظاہر ہو گیا اور وہ ناخوش تھے۔

---

[1] توبہ۔ ۴۵ [2] توبہ۔ ۴۶ [3] توبہ۔ ۴۷
[4] توبہ۔ ۴۸

پھر قرآن کریم نے ان کے ایک بڑے لیڈر الجد بن قیس کی رسوائی کی ہے — جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جہاد کی رغبت دلائی تو اس نے کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے اور فتنہ میں نہیں ڈالیں گے ؟ خدا کی قسم میری قوم کو معلوم ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھ لیا تو میں ان کے بارے میں صبر نہ کرسکوں گا۔

ومنھم من یقول - - - - - - - - وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین[1]

اور ان منافقین کے بارے میں جو جنگ میں قدرت کے باوجود پیچھے رہ گئے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب واپسی کے بعد جھوٹے عذر کرتے ہوئے آئے ۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے :

یعتذرون الیکم . . . . فینبئکم بما کنتم تعملون[2]

(ترجمہ) جب تم ان کی طرف واپس آؤ گے تو وہ تم سے عذر کریں گے ، کہہ دیجیے عذر نہ کرو ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے ، اللہ تعالٰی نے ہم کو تمہارے حالات سے باخبر کر دیا ہے اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل کو دیکھیں گے پھر تمہیں عالم غیب وحاضر کی طرف لوٹایا جائے گا اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے تمہیں باخبر کرے گا[3]

سیحلفون باللہ لکم . . . . کانوا یکسبون[3]

(ترجمہ) جب تم ان کی طرف لوٹو گے تو وہ تم سے اللہ کی قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو بلاشبہ وہ پلید ہیں اور وہ جو کرتے ہیں اس کی جزاء میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

یحلفون لکم لترضوا عنھم . . . . . فان اللہ لا یرضٰی عن القوم الفاسقین

---

[1] توبہ : ۴۹ [2] توبہ : ۹۴ [3] توبہ : ۹۵
[4] توبہ : ۹۶

(ترجمہ) وہ تم سے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے اعراض کرو پس اگر
تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اللہ فاسقین کی قوم سے راضی نہ ہو گا
ان کے علاوہ بھی سورۃ برأت (الفاضحۃ) کچھ آیات کو متضمن ہے۔

جزیرہ عرب پر اسلام کا تسلط

غزوۂ تبوک سے اپنی فوج کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیاب واپسی کے بعد اسلام نے جزیرہ عرب کی تمام اطراف میں جنوب سے شمال تک اور مشرق سے مغرب تک اپنے قدم جما لیے اور جزیرہ میں چھوٹی چھوٹی بت پرست پاکٹوں کے سوا اسلام سے دشمنی کرنے والا کوئی دشمن باقی نہ رہا یہ پاکٹیں جزیرہ عرب کے جنوب مغرب کے دُور دراز علاقے میں واقع تھیں۔

اور یہ پاکٹیں نجران اور یمن کے جنوب کے دُور دراز علاقے بلاد مذحج میں واقع تھیں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پاکٹوں کی طرف دو بہادروں حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت خالدؓ بن ولید کو بھیجا... حضرت علیؓ کو یمن کی طرف اور حضرت خالد کو نجران میں بنی بلحارث کی طرف بھیجا گیا یہ ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے اور دونوں کمانڈروں میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی طرف کو جس طرف انہیں بھیجا گیا تھا، جھکا دیا جیسا کہ اس کی تفصیل اس کتاب میں اپنے مقام پر آئے گی انشاء اللہ، ان دونوں فوجی حملوں کے بعد جزیرہ عرب میں تمام فوجی کارروائیوں کا یوں خاتمہ ہو گیا۔ کہ وہاں کوئی اسلام کے اقتدار کے خلاف بغاوت کرنے والا نہ رہا۔ ہاں جس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس میں بعض قبائل نے مدعی نبوت کی تحریض سے یمن، یمامہ اور بنی اسد میں تمرد اختیار کیا اور یہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں ہوا، یمن میں اسود عنسی نے تمرد اختیار کیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا ایسے ہی یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے تمرد اختیار کیا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اسی طرح بنی اسد میں بھی طلیحہ بن خویلد اسدی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور تمرد

اختیار کیا پس رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کی ٹکڑیوں کو ان متمرد مرتدین کو زیر کرنے کا حکم دیا سو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل اسود عنسی کے فتنہ کا خاتمہ ہوگیا اور مسیلمہ کذاب اور طلیحہ بن خویلد کے فتنے کا علاج خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے غارت گر کمانڈر حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں کیا جیسا کہ عنقریب ہماری آئندہ کتاب میں اس کی تفصیل بیان ہوگی انشاء اللہ اور اس کے بعد (حروب الردۃ) کے بارے میں کتاب آئے گی۔

فصل پنجم

- فریضہ حج کے بارے میں نزول قرآن۔
- حضرت ابوبکر صدیق کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حج کروانا۔
- حضرت علی بن ابی طالب کا مشرکین کو قرآن کا یہ انتباہ پہنچانا کہ وہ اس سال کے بعد حج نہ کریں۔
- وفود کا سال، اور جزیرہ عرب میں اسلام کا تکامل۔
- نجران کے نصاریٰ کے لیڈروں کا مسجد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنا اور مباہلہ کا واقعہ۔
- مسلمانوں سے زکوٰۃ کا جمع کرنا۔
- حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کا حج کرنا۔
- حضرت اسامہ کی فوج کو شام کی طرف تیار کرنا۔
- رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور آپؐ کا رفیق اعلیٰ سے ملنا۔

غزوۂ تبوک کے بعد سب سے اہم قانونی واقعہ، اللہ تعالیٰ کا ہجرت کے نویں سال کے آخر میں مسلمانوں پر حج کا فرض کرنا ہے اور اس سال تک حج فرض نہ تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل مشرکین کے ساتھ حج کیا کرتے تھے اور ہجرت کے بعد آپ نے ایک ہی حج کیا ہے اور وہی اسلامی حج ہے جس کا نام حجۃ الوداع ہے۔

نویں ہجری میں مسلمانوں پر اللہ کے حج فرض کرنے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج نہیں کیا کیونکہ مشرکین کے کچھ عناصر اس سال تک حج کیا کرتے تھے اس لیے اللہ بہتر جانتا ہے ـــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق کو مسلمانوں کا امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ کے ساتھ تین سو مسلمانوں نے حج کیا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کے درمیان معاہدہ تھا اور جب فیصلہ ہو گیا کہ تمام جزیرہ عرب شرک کی میل سے پاک ہو اور اس بارے میں سورۃ برأت نازل ہوئی اس سورت کی چالیس آیات نے اسلام اور بت پرستی کے درمیان تعلقات کو بیان کیا ہے اور ان آیات میں اعلان کیا گیا ہے کہ قرآن کی بیان کردہ مدت کے بعد جزیرہ عرب میں شرک کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

چونکہ معاہدہ کی پاسداری اسلام کے اخص خصائص میں سے ہے، بلاشبہ قرآن نے ـــــ جب ان مشرکین کو چار ماہ کی مہلت دی جن کا کوئی عہد نہ تھا تاکہ ان میں انہیں اسلام میں داخل ہونے یا جزیرہ عرب کو چھوڑ دینے کی مطلق آزادی حاصل ہو ـــــ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ـــــ جو ان مشرکین سے مختص تھا جن کا ایک مدت تک عہد تھا ـــــ کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے حتیٰ کہ ان کی مدت ختم ہو جائے جب تک وہ ایسی مخالفت کے مرتکب نہ ہوں جو اس عہد میں مخل نہ ہو جو ان کے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے پھر ـــــ معاہدہ کے ختم ہونے کے بعد ـــــ ان پر مشرکین کو انتباہ کرنے والی آیات کا مضمون پوری طرح منطبق کیا جائے اور یہ حکم صریح طور پر سورۃ برأت میں بیان ہوا ہے جو امر اد کو متضمن ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

الا الذین عاھدتم ...... ان اللہ یحب المتقین

(ترجمہ) سوائے ان مشرکین جن سے تم نے معاہدہ کیا ہے پھر انہوں

نے تم سے کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی ہے پس تم
ان سے ان کی مدت تک ان کا عہد پورا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تقویٰ
شعاروں سے محبت رکھتا ہے۔

سورۂ برأت، امیر حج حضرت ابوبکرؓ کے مدینہ سے چلے جانے کے بعد نازل ہوئی اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ——— اپنے عمزاد حضرت علی بن ابی طالب کو ——— مشرکین کو انتباہ کی آیات سنانے کے لیے بھیجا اور حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو طائف کے نزدیک العرج کے علاقے میں پایا۔

اور اصحاب حدیث و سیر نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ نے سحر کے وقت میں العرج میں تھے تو آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ قصویٰ کے بلبلانے کی آواز سنی اور فرمایا یہ قصویٰ ہے آپ نے دیکھا تو حضرت علیؓ اس پر سوار تھے آپ نے حضرت علیؓ سے پوچھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امیر حج مقرر کیا ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا نہیں، بلکہ آپ نے مجھے لوگوں کو برأت سنانے کے لیے اور ہر معاہدے والے کے معاہدے کو توڑنے کے لیے بھیجا ہے پس دونوں امیر حج حضرت ابوبکرؓ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص نمائندے حضرت علیؓ مشرکین کو وہ انتباہ پہنچانے کے لیے گئے جو سورۃ برأت میں آیا تھا۔

چونکہ وہ حج، جو حضرت ابوبکرؓ نے امیر بن کر مسلمانوں کو کروایا یہی اسلام میں پہلا مفروض حج ہے اس لیے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حضرت ابوبکرؓ کو حکم دیا کہ وہ حج میں ان باتوں کی اصلاح کریں جنہیں مشرکین نے خراب کر دیا ہے اور انہوں نے حج میں جو نئی باتیں پیدا کر لی ہیں ان میں ان کی مخالفت کریں، آپ نے حکم دیا کہ آپ کا وقوف (وقوف کے روز) عرفہ میں ہو نہ کہ مزدلفہ میں، اور قریش حج میں عرفہ میں وقوف نہ کرتے تھے وہ مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اسی طرح آپ نے حضرت ابوبکر کو یہ حکم بھی دیا کہ وہ آفتاب کے غروب ہونے پر عرفہ سے

روانہ ہوں نیز یہ حکم بھی دیا کہ وہ مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل حاجیوں کے ساتھ
روانہ ہوں۔

حضرت ابوبکرؓ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ آئے ــــ اور آپ حج مفرد کا احرام
باندھے ہوئے تھے ــــ آپ نے یوم الترویہ سے ایک روز قبل ظہر کے بعد
کو خطبہ دیا یعنی ۷ ذوالحجہ کے روز، اور ہمارے پاس جو مصادر موجود ہیں ہم نے
ان میں اس خطبہ کا متن نہیں پایا اور جب یوم الترویہ کا سورج غروب ہو گیا (اور
آٹھواں دن تھا) تو آپ نے بیت اللہ کے سات چکر لگائے پھر باب بنی شیبہ
منیٰ تک اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہاں ظہر و عصر مغرب و عشاء اور صبح
نماز پڑھی اور ۹ ذوالحجہ کو عرفات کی طرف اس وقت روانہ ہوئے جب سورج
ثبیر[1] پر طلوع ہوا اور منیٰ سے سوار ہونے کے بعد آپ نمرہ[2] پہنچے اور وہاں آپ
کے ایک خیمے میں اترے اور اس میں قیلولہ کیا اور جب سورج ڈھل گیا تو آپ
اونٹنی پر سوار ہوئے حتیٰ کہ بطن عرنہ[3] میں پہنچ گئے اور وہاں ایک اذان اور دو
اقامتوں کے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اور سارا دن وہاں پہاڑ اور معرف
ٹھہرے رہے اور جب سورج غروب ہوا تو حاجیوں کے ساتھ روانہ ہو گئے
آپ ڈُلکی چال چلتے ہوئے مزدلفہ پہنچ گئے اور قزح کی آگ کے نزدیک اُترے
اور جب فجر نمودار ہوئی تو آپ نے فجر کی نماز پڑھی پھر ٹھہر گئے اور جب
روشن ہو گئی تو منیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور آپ اپنے وقوف میں فرما رہے
تھے۔ اے لوگو! صبح کو روشن کرو اے لوگو صبح کو روشن کرو، اور آپ ڈُلکی
چال چلتے ہوئے محسر پہنچ گئے اور آپ نے اپنی اونٹنی کو تیز چلایا اور جب

---

[1] ثبیر، منیٰ کے پاس ایک پہاڑ ہے۔
[2] نمرہ، یاقوت نے بیان کیا ہے کہ یہ عرفہ کی جانب ہے۔
[3] عرنہ، عرفات کے سامنے رواں راستے پر ایک وادی ہے۔

وادیٔ محسر سے گذر گئے تو اپنی پہلی چال اختیار کرلی اور جب آپ منیٰ پہنچے تو آپ نے جمرہ عقبہ کو سات سنگریزے مارے پھر قربان گاہ کی طرف لوٹے اور قربانی کی اور سر منڈایا پھر یوم النحر (عید کے دن) کو اپنی اونٹنی پر سوار ہونے کی حالت میں خطبہ دیا اور اس کے بعد آپ نے بقیہ مناسک حج کو پورا کیا پھر مدینہ واپس آگئے۔

مشرکین کو کیے جانے والا انتباہ

یوم النحر (حج اکبر کے دن) کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص نمائندے حضرت علی بن ابی طالب جمرہ عقبہ کے پاس کھڑے ہوئے ـــــ جہاں حاجیوں کے جمع ہونے کی جگہ ہے ـــــ اور آپ نے مشرکین کو ـــــ وہ بھی اس سال تک حج کرتے تھے اور یہ ہجرت کا نواں سال تھا ـــــ وہ فیصلے پہنچائے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کے مطابق کیے تھے، جن کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اس سال کے بعد مشرکین کو حج کرنے اور مسجد الحرام کے نزدیک آنے سے منع کر دیا گیا ہے۔

۲۔ ہر انسان کے لیے برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرنا مکمل طور پر ممنوع ہے اور بت پرستوں کے بڑے طریقوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مرد اور عورتیں مکمل طور پر برہنہ ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے۔

۳۔ جن مشرکین کا مسلمانوں کے ساتھ کوئی معاہدہ نہ تھا ان کو چار ماہ کی مہلت دی گئی ہے جس میں وہ اپنا انتہائی پسندیدہ فیصلہ کرنے میں آزاد ہوں گے، چاہیں تو وہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور چاہیں تو جزیرہ عرب کو چھوڑ کر جس جگہ چاہیں چلے جائیں، بصورت دیگر جنگ کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ (اس مدت کے بعد) جزیرہ عرب میں شرک اور مشرکین کے لیے کوئی جگہ نہ ہوگی۔

اب رہے وہ لوگ جن کے درمیان اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہے تو انہیں معاہدہ کی مدت کے اختتام تک جزیرہ میں قیام کرنے کا حق حاصل ہے

اور اس کے بعد ان پر تخییر کا قانون نافذ ہوگا چاہے وہ اسلام میں داخل ہوجائیں یا جزیرہ کو چھوڑ دیں یا جنگ کریں۔

مشرکین کو یہ انتباہ سورۃ برأت کی چالیس آیات کے نزول کے نتیجہ میں ہوا، جو اس انتباہ پر مشتمل ہوکر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سورۃ برأت نازل ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو لوگوں کو حج کروانے کے لیے بھیجا تھا آپ سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ کاش آپ اسے حضرت ابوبکرؓ کو بھجوا دیتے، آپ نے فرمایا ——— میری طرف سے میرے اہل بیت کا ایک شخص پہنچائے گا ——— پھر آپؐ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بلایا اور فرمایا ——— سورۃ برأت کے آغاز سے اس واقعہ کو لے جاؤ اور منیٰ میں یوم النحر کو لوگوں میں اعلان کرو) آگاہ رہو کہ کافر جنت میں داخل نہ ہوگا اور اس سال کے بعد مشرک نہ حج کرے گا اور نہ برہنہ حالت میں بیت اللہ کا طواف کرے گا اور جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاہدہ ہے وہ اس کی مدت تک ہے) پس حضرت علیؓ روانہ ہوگئے حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ سے جا ملے اور جب یوم النحر آیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں میں کھڑے ہوکر وہ اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا تھا اور جس دن آپ نے ان میں اعلان کیا اس دن سے چار ماہ کی انہیں مہلت دی تاکہ سب لوگ اپنے مامن اور ملک کی طرف واپس چلے جائیں پھر کسی مشرک کا کوئی عہد اور معاہدہ نہ ہوگا ہاں جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد ہوگا وہ اس کی مدت تک ہوگا اور اس سال کے بعد کسی مشرک نے حج نہیں کیا اور نہ برہنہ ہوکر بیت اللہ کا طواف کیا ہے [1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۳۶ تا ۳۸، مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷۷، ۱۰۸۰، سیرت ابن ہشام

اور سورۃ برأت کی معاہدات، مہلت اور مشرکین کو دخول مسجد سے روکا دٹ کرنے والی متعلقہ آیات یہ ہیں:

برأۃ من اللّٰہ ورسولہ .... ان اللّٰہ غفور رحیم[1]

(ترجمہ) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے برأت کا اظہار کیا جاتا ہے جن کے ساتھ تم نے معاہدہ کیا ہے پس تم چار ماہ زمین میں پھرو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے اور حج اکبر کے روز اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں پس اگر تم توبہ کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر تم منہ پھیر جاؤ تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور کافروں کو دردناک عذاب کی خبر دے دو ہاں جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا ہے پھر انہوں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا اور نہ تمہارے خلاف کسی کو مدد دی ہے تو ان کے عہد کو ان کی مدت تک پورا کرو بلاشبہ اللہ تقویٰ شعاروں سے محبت کرتا ہے اور جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور انہیں پکڑ لو اور انہیں گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر ان کے لیے بیٹھو پس اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو بلاشبہ اللہ بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انما المشرکون نجس .... ان اللّٰہ علیم حکیم[2]

---

[1] توبہ ۱ آیت ۱ تا ۵ [2] توبہ آیت ۲۸

(ترجمہ) مشرکین نجس ہیں پس وہ اس سال کے بعد مسجد الحرام کے نزدیک نہ آئیں اور اگر تم فقر سے خائف ہو تو اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا بلاشبہ اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ کی فوج نجران کی جانب ...... ربیع الآخر سنہ۱۰ھ

غزوۂ تبوک کے بعد جو رجب سنہ۹ھ میں ہوا اور جو ان جنگی کاروائیوں کا خاتمہ تھا جن کی کمان خود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اسلام نے جزیرہ عرب کی جنوبی جانب کے دو دُور دراز علاقوں کے سوا، جزیرہ کے تمام علاقوں کو اپنے پروں تلے جمع کر لیا اور وہ دو علاقے یہ تھے یمن میں مذحج کا علاقہ اور نجران میں بنی الحارث کا علاقہ، انھوں نے داعی اسلام کو جواب نہ دیا اور نہ ہی اپنے اعلان اسلام کے لیے مدینہ کی طرف اپنے وفود بھیجے جیسا کہ عرب نے ہجرت کے نویں سال کے دوران میں کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذحج کی طرف جو یمن کے انتہائی جنوب میں رہتے تھے، حضرت علی بن ابی طالب کو اور بنی الحارث کی طرف نجران میں حضرت خالد بن ولید کو بھیجا۔

اور ماہ ربیع الآخر میں سالار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کمانڈر کی طرف حکم بھیجا کہ وہ نجران کے بنی الحارث کی طرف مارچ کریں ــــــ یہ لوگ قحطانیوں کے مذحج کا ایک عظیم بطن ہیں اور خوفناک قوت ہیں اور جاہلیت میں ان کی عسکری تاریخ ایک مشہور تاریخ ہے اور حضرت خالد بن ولید نے جس فوج کی کمان کی وہ ایک عظیم فوج تھی۔

اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کمانڈر کو حکم دیا کہ وہ انہیں معذور کر کے ان سے جنگ کی ابتداء کریں اور وہ یوں کہ پہلے

انہیں تین بار دعوتِ اسلام دیں پس اگر وہ جواب دیں اور اسلام قبول کر لیں تو فبہا ورنہ ان سے جنگ کریں اور ان کے گھروں کو برباد کر دیں تاکہ ان کے درمیان سے شرک کے آثار مٹ جائیں اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا ہے کہ جزیرہ عرب میں شرک اور بت پرستی کا کوئی نشان باقی نہ رہے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الآخر یا جمادی الاول سنہ۱۰ھ میں حضرت خالد بن ولید کو نجران میں بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا اور آپ کو حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں تین بار دعوت اسلام دیں پس اگر وہ قبول کریں تو آپ بھی ان کی بات کو قبول کر لیں اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان سے جنگ کریں۔

اور حضرت خالد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا کھلے طور پر اظہار کیا اور اپنی فوج کے ساتھ نجران گئے اور جب وہاں پہنچے تو آپ نے سالارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات پر عمل کیا اور سب سے پہلے بنی الحارث کو اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی تاکہ آپ ان کے ساتھ جنگ کرنے پر مجبور نہ ہوں، مورخین بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ بنی الحارث نے کسی عسکری مقابلہ کا اظہار کیے بغیر داعی اسلام کی بات کو قبول کیا اور اپنے میں سے ایک وفد کو مدینہ بھیجنے کے لیے تیار ہو گئے تاکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اپنے اسلام کی پختگی کر لیں۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت خالد روانہ ہو کر ان کے پاس آئے اور سواروں کو بھیجا جو ہر طرف چلتے پھرتے تھے اور دعوت اسلام دیتے تھے اور کہتے تھے اے لوگو اسلام لاؤ تم محفوظ ہو جاؤ گے پس لوگ اسلام لے آئے اور جس طرف انہوں نے دعوت دی تھی اس میں داخل ہو گئے اور حضرت خالد نے ان میں قیام کیا آپ انہیں اسلام اور اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی کی سنت کی تعلیم دینے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہی حکم دیا تھا کہ اگر وہ مسلمان

ہو جائیں اور جنگ نہ کریں تو انہیں اسلام کی تعلیم دینا۔
حضرت خالد بن ولید کے ہاتھ پر بنی الحارث کے مسلمان ہو جانے کے بعد آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا:

بسم اللہ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خالد بن ولید کی طرف سے

السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اما بعد، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک، آپ نے مجھے بنی الحارث بن کعب کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تین دن ان سے جنگ نہ کروں اور یہ کہ میں انہیں دعوت اسلام دوں اور اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو میں ان میں قیام کروں اور ان کی بات کو قبول کروں اور انہیں اسلام، کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت کی تعلیم دوں اور اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو ان سے جنگ کروں، میں نے ان کے پاس آ کر انہیں تین دن دعوتِ اسلام دی ہے جیسا کہ آپ نے مجھے حکم دیا ہے اور میں نے ان میں سواروں کو بھیجا ہے جنہوں نے کہا اے بنی الحارث مسلمان ہو جاؤ پس وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور انہوں نے جنگ نہیں کی اور میں ان کے درمیان اقامت پذیر ہوں اور جس بات کا اللہ نے حکم دیا ہے میں انہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور جس سے اللہ نے روکا ہے میں انہیں اس سے روکتا ہوں اور میں انہیں اسلام اور سنت نبوی کی تعلیم دیتا ہوں حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب خط لکھا گیا ہے۔ والسلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت خالدؓ بن ولید کے خط کو ایلچی سے لے لینے کے بعد، جو جنگ کے

بغیر، نجران کے قبائل بنی الحارث کے مسلمان ہونے کو متضمن تھا آپ نے اُسے حکم دیا کہ وہ مدینہ واپس جائے اور ان کے سادات کا ایک وفد بھی اپنے ساتھ لے جائے اور یہ بات اس خط میں تھی جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد کو بھیجا تھا اس میں آپ نے فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے خالد بن ولید کی طرف

آپ پر سلامتی ہو، میں آپ کے ساتھ مل کر اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں سلا مابعد! آپ کے ایلچی کے ساتھ آپ کا خط میرے پاس پہنچا، آپ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ آپ کے جنگ کرنے سے قبل بنی الحارث بن کعب نے اسلام قبول کر لیا ہے اور آپ نے انہیں جو دعوت اسلام دی ہے اُسے اُنہوں نے قبول کر لیا ہے اور گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ نے آپ کی ہدایت سے انہیں ہدایت دی ہے پس انہیں بشارت دو اور انتباہ کرو اور آؤ اور آپ کے ساتھ ان کا وفد بھی آئے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو وصول کرنے کے بعد، جو اس حکم کو متضمن تھا کہ آپ آئیں اور آپ کے ساتھ بنی الحارث کا وفد بھی ہو، حضرت خالد واپس گئے اور آپ کے ساتھ ایک وفد بھی تھا اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ بنی عبد المدان جو خاندانی شرافت میں مشہور ہیں وہ بھی بنی الحارث میں سے تھے اور ان کے بارے میں شاعر کہتا ہے ؎

اگر کسی ایسے ہاشمی سے میرا پالا پڑے جس کے ماموں عبد المدان ہوں

تو میں جس مصیبت سے دوچار ہوں گا وہ میرے لیے حقیر ہو جائے گی لیکن
آؤ دیکھو میری کس نے آزمائش کی ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت خالد آئے اور آپ کے ساتھ بنی الحارث بن کعب کا وفد بھی تھا اس میں قیس بن الحصین ذی الغصہ[1]، یزید بن عبدالمدان[2]، یزید بن المحجل، عبداللہ بن قراد، شداد ابن عبداللہ القنانی اور عمرو بن عبداللہ الضبابی شامل تھے۔

جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ کون لوگ ہیں جو ہندوستان کے جوانوں کی مانند ہیں عرض کیا گیا یا رسول اللہ یہ بنی الحارث بن کعب کے جوان ہیں اور جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوئے تو انہوں نے آپ کو سلام کہا اور کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم وہ لوگ ہو جب انہیں روکا جاتا ہے تو وہ آگے بڑھتے ہیں، انہوں نے خاموشی اختیار کی اور ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا آپ نے پھر اس بات کو دہرایا تو ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا پھر آپ نے تیسری بار اس بات کو دہرایا تو ان میں سے کسی نے آپ کو جواب نہ دیا پھر آپ نے چوتھی بار اس بات کو دہرایا تو یزید بن

---

[1] قیس بن الحصین بن یزید بن قتادہ بن سلمہ بن وہب ابن عبداللہ بن ربیعہ بن الحارث بن کعب المذحجی الحارثی، یہ ایک سو سال تک اپنی قوم کا سردار رہا اور اسے ذو الغصہ کا نام دیا گیا اس لیے کہ اس کا حلق گلوگیر تھا۔

[2] یزید کے حالات میں (اسد الغابہ میں) اس سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا کہ جب یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وفد کے ساتھ اس کے ایک واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

عبد المدان نے کہا ہاں یارسول اللہ، ہم وہی لوگ ہیں جب انہیں روکا جاتا ہے تو وہ آگے بڑھتے ہیں، اس نے یہ بات چار دفعہ کہی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر خالد نے مجھے نہ لکھا ہوتا کہ تم مسلمان ہو گئے ہو اور تم نے جنگ نہیں کی تو میں تمہارے سروں کو تمہارے پاؤں کے نیچے پھینک دیتا۔

اس موقع پر یزید بن عبد المدان نے آپ کو جواب دیا جو اس بات کا یقین دلاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بات کرنے کی کھلی آزادی دیتے تھے جسے آج کل جمہوریت کہتے ہیں، یزید بن عبد المدان نے آپؐ سے کہا، خدا کی قسم نہ ہم نے آپ کی تعریف کی ہے اور نہ حضرت خالد کی ستائش کی ہے آپ نے پوچھا پھر تم نے کس کی ستائش کی ہے؟ انھوں نے کہا ہم نے اس اللہ عزوجل کی ستائش کی ہے جس نے یارسول اللہ آپ کے ذریعے ہمیں ہدایت دی ہے، آپ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے۔

اور بنو الحارث جاہلیت میں معرکوں میں بکثرت فتوحات حاصل کرنے کے باعث ایک مشہور زبردست اور خوفناک قوت تھے اس لیے کہ وہ متحد تھے اور ان کے پاس عقل تھی جو انہیں لوگوں پر ظلم کرنے سے روکتی تھی لیکن جب انہیں جنگ پر مجبور کر دیا جاتا تو وہ اس میں گھس جاتے اور اسے حاصل کر لیتے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا جاہلیت میں جو لوگ تم سے لڑتے تھے تم ان پر کس وجہ سے غلبہ پاتے تھے؟ انہوں نے کہا ہم کسی پر غلبہ نہیں پاتے تھے آپ نے فرمایا ہاں تم اپنے ساتھ لڑنے والے پر غلبہ پاتے تھے، انھوں نے کہا یارسول اللہ ہم سے جو جنگ کرتا تھا ہم اس پر غلبہ پاتے تھے ہم اکٹھے رہتے تھے اور الگ الگ نہیں ہوتے تھے اور نہ کسی پر ظلم کا آغاز کرتے تھے آپ نے فرمایا تم نے درست کہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی الحارث بن کعب پر، قیس بن الحصین کو امیر مقرر کیا۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ بنی الحارث کا وفد شوال کے بقیہ دنوں اور ذوالقعدہ

کے آغاز میں اپنی قوم کے پاس واپس آگیا اور وہ اپنی واپسی کے بعد اپنی قوم میں ابھی چار ماہ ہی ٹھہرے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

رواۃ الحدیث اور اصحاب سیر بیان کرتے ہیں کہ بنی الحارث کے وفد کے مدینہ چھوڑنے کے بعد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی الحارث کی طرف عمرو بن حزم کو بھیجا کہ وہ انہیں دین، سنت اور شعائر اسلام کی تعلیم دیں اور ان سے صدقات لیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں اہم اوامر و نواہی اسلام اور اس کے آداب جمع تھے اور بہت سے مسلمان ماہرین قوانین کے نزدیک اس خط کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ وہ اسلامی قانون کے بہت سے اصولوں پر مشتمل ہے اور علماء حدیث اس خط پر صحیفہ عمرو بن حزم کا اطلاق کرتے ہیں اور بعض لوگ اس کی سند میں ضعف کے باعث اس سے حجت نہیں پکڑتے اور اکثر لوگ اس سے حجت پکڑتے ہیں، اس صحیفہ میں جو ہدایات، اصلاحی باتیں اور آداب بیان ہوئے ہیں ان کی اہمیت کے پیش نظر ہم اللہ کے حکم سے اسے اس جگہ مکمل طور پر بیان کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؎

یہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے وضاحت ہے۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو، عہد کو پورا کرو، محمد نبی رسول اللہ

؎ عمرو بن حزم بن یزید بن لوذان النجاری الخزرجی، آپ کی کنیت ابو الضحاک ہے اور آپ نوجوان صحابہ میں سے تھے آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے خندق کی جنگ لڑی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ۱۷ سال کی عمر میں اہل نجران پر عامل مقرر کیا آپ نے ۵۱ھ میں مدینہ میں وفات پائی اور آپ سے آپ کے بیٹے محمد اور النضر بن عبد اللہ السلمی اور زیاد بن نعیم الحضرمی سے روایت کی ہے۔ (اسد الغابۃ جلد ۴ صفحہ ۹۸، ۹۹)

صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عمرو بن حزم کو یمن کی طرف بھیجا تو اُسے یہ
وصیت کی، اُسے اپنے تمام معاملات میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا
حکم دیا بلاشبہ اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار
کیا اور جو احسان کرنے والے ہیں اور اُسے حکم دیا کہ وہ امرِ الٰہی کے
مطابق حق کے پابند رہیں اور بھلائی کی بشارت دیں اور انہیں بھی اس کا
حکم دیں اور لوگوں کو قرآن سکھائیں اور اس میں رہیں انہیں ماہر بنا دیں
اور لوگوں کو منع کریں، پس وہ قرآن کو پاک ہونے کی حالت میں چھوئیں
اور جو بات ان کے فائدہ اور نقصان کی ہے اس کی اطلاع لوگوں کو
بھی دیں اور حق میں لوگوں کے ساتھ نرمی کریں اور ظلم میں ان پر سختی
کریں بلاشبہ اللہ نے ظلم کو ناپسند کیا ہے اور اس سے روکا ہے۔
اور فرمایا ہے (آگاہ رہو ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے) اور لوگوں کو
جنت کی اور جنتی کام کرنے کی بشارت دیں اور لوگوں کو دوزخ سے
اور دوزخی کام کرنے سے انتباہ کریں اور لوگوں سے اپیل کریں حتیٰ کہ
وہ دین کو سیکھ لیں اور لوگوں کو شعائرِ حج اور اس کے فرائض و سنن
کی تعلیم دیں اور اس کے متعلق اللہ نے جو حکم دیا ہے وہ بھی بتائیں،
حج اکبر اور حج اصغر، حج اصغر، عمرہ کو کہتے ہیں اور لوگوں کو ایک
چھوٹے سے کپڑے میں نماز پڑھنے سے منع کریں، سوائے اس کے
کہ وہ ایسا کپڑا ہو جس کے دو کناروں کو موڑ کر وہ اپنے کندھوں
پر ڈال لے اور لوگوں کو ایک کپڑے میں گوٹھ مارنے سے منع
کریں کہ اس کی فرج کو آسمان تک پہنچا دے اور لوگوں کو اپنی گدی
میں اپنے سر کے بالوں کی چوٹی بنانے سے منع کریں جب لوگوں کے
درمیان جوش ہو تو قبائل و عشائر کی طرف دعوت دینے سے روکیں
بلکہ ان کی دعوت خدائے واحد لاشریک کی طرف ہونی چاہیے پس

جو دعوت الی اللہ نہ کریں اور قبائل وعشائر کی طرف دعوت دیں انہیں تلوار سے اُچک لو، حتیٰ کہ وہ خدائے واحد لا شریک کی طرف دعوت دیں اور لوگوں کو مکمل وضو کرنے اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھونے اور پاؤں کو ٹخنوں تک دھونے کا حکم دیں اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنے سروں کا مسح کریں اور وقت پر نماز پڑھنے کا حکم دیں اور مکمل رکوع وسجود کرنے اور خشوع کرنے کا حکم دیں اور صبح کو جھٹپٹے میں اور ظہر کو آفتاب کے ڈھلنے کے وقت اور عصر کو جب سورج زمین پر پیٹھ پھیر رہا ہو اور مغرب کو رات کی آمد کے وقت پڑھیں اُسے اتنا مؤخر نہ کریں کہ آسمان میں تارے نمودار ہو جائیں اور عشاء کو رات کے پہلے حصے میں پڑھیں اور جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو جمعہ کی تیاری کا حکم دیں اور جمعہ کو جاتے وقت غسل کرنے کا حکم دیں اور آپ نے انہیں غنیمت سے اللہ کا خمس لینے کا حکم دیا اور اللہ نے مومنین پر جاگیروں کا جو صدقہ مقرر کیا ہے یعنی چشمے اور بارش سے سیراب ہونے والی زمین سے عُشر اور ڈول سے سیراب ہونے والی زمین سے نصف عشر لینے کا حکم دیا اور ہر دس اونٹوں پر دو بکریاں اور ہر بیس اونٹوں پر چار بکریاں اور ہر چالیس گایوں پر ایک گائے اور ہر تیس گایوں پر تبیعہ، جذع یا جذعہ، اور ہر چالیس چرنے والی بکریوں پر ایک بکری، لینے کا حکم دیا یہ اللہ کا فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر صدقہ کے بارے میں مقرر کیا ہے پس جو نیکی میں بڑھے وہ اس کے لیے بہتر ہے اور جو یہودیوں اور نصرانیوں میں سے خالص طور پر مسلمان ہو اور دین اسلام کو اختیار کرے وہ مومنین میں سے ہے اُسے بھی انہیں کی طرح حقوق حاصل ہیں اور جو ان پر ذمہ داریاں ہیں اس پر بھی ہیں

اور جو شخص اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم ہے اُسے اس سے پھیرا نہیں جائے گا اور ہر بالغ مرد، عورت، آزاد اور غلام پر پورا ایک دینار یا اس کے بدل کے طور پر کپڑے دینے واجب ہیں اور جو اسے ادا کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی امان میں ہوگا اور جس نے اسے روکا وہ اللہ، اس کے رسول اور تمام مومنین کا دشمن ہے۔ صلوات اللہ علیٰ محمد والسلام علیہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ[1]۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کا سریہ یمن کی طرف..... رمضان سنہ ۱۰ھ

بلادِ مذحج کے بارے میں جو یمن کے جنوب میں ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ انہوں نے عناد اختیار کیا ہے اور وہ اہل جزیرہ کی طرح اسلام میں داخل نہیں ہوئے پس آپ نے ان کی طرف ایک فوجی دستہ بھیجا ــــــ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستے کے لیے حضرت علی بن ابی طالب کو کمانڈر منتخب کیا اور آپ کے لیے تین سو جوانوں پر جو سب کے سب سوار تھے جھنڈا باندھا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان مذحجی مشرکین کو دعوتِ اسلام پہنچائیں اور ان کے ساتھ جنگ کرنے سے قبل انہیں اس میں داخل ہونے اور اس کی ہدایت کو اختیار کرنے کی دعوت دیں۔

واقدی، ابن اسحٰق اور موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو رمضان سنہ ۱۰ھ میں بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ قباء میں پڑاؤ کریں، آپ نے وہاں پڑاؤ کیا حتیٰ کہ آپ کے اصحاب مکمل ہو گئے اور اس روز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے لوا باندھا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۳۹، ۲۴۳، البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۹۸، ۹۹، امتاع الاسماع صفحہ ۵۰۱، ۵۰۲

آپ نے عمامہ لیا اور اُسے دوہرا چوہرا کر کے نیزے کے سرے پر باندھا پھر اُسے آپ کو دے دیا اور فرمایا، لو اولوں ہوتا ہے اور آپ نے انہیں عمامے کے تین بل باندھے اور اُسے ایک ہاتھ آپ کے آگے رکھا اور ایک بالشت آپ کے پیچھے رکھا پھر فرمایا یوں عمامہ باندھنے کی ہیئت ہوتی ہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ حضرت اسامہ بن زید نے عن ابیہ عن عطاء بن یسار عن ابی رافع مجھ سے بیان کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھیجا تو فرمایا چلے چلو اور پرواہ نہ کرو، حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں کیا کروں؟ آپ نے فرمایا جب آپ ان کے صحن میں اتریں تو ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ وہ آپ سے جنگ کریں اور اگر وہ آپ سے جنگ کریں تو آپ ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ وہ تم میں سے کسی کو قتل کر دیں پس اگر وہ تم میں سے کسی کو قتل کر دیں تو آپ ان سے جنگ نہ کریں حتیٰ کہ ان کو تحمل مزاج کی طرح مہلت دیں پھر ان سے کہیں کیا تم لا الٰہ الا اللہ کہو گے؟ اگر وہ کہیں ہاں، تو انہیں کہیں، کیا تم اپنے اموال سے صدقہ دو گے جو تم اپنے فقراء کو دیتے ہو، اگر وہ کہیں ہاں، تو اس کے سوا ان سے کچھ مطالبہ نہ کریں، خدا کی قسم اگر آپ کے ہاتھوں اللہ ایک شخص کو ہدایت دے تو وہ آپ کے لیے ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر سورج طلوع و غروب ہوتا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ آپ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور ان کے گھوڑے پہلے گھوڑے تھے جو ان شہروں میں داخل ہوئے پس جب آپ مطلوبہ جگہ پہنچے ـــــ اور وہ مذحج[1] کا علاقہ تھا ـــــ تو آپ نے اپنے اصحاب کو متفرق کر دیا اور وہ لوٹ کا مال غنائم اور قیدی عورتیں اور بچے[2] اور اونٹ اور بکریاں وغیرہ

---

[1] میں کہتا ہوں اب یہ علاقہ مأرب، حریب اور البیضا کے درمیان ہے ـــ اور یہ بنی مذحج کا علاقہ ہے۔ [2] قیدیوں اور غلامی کے متعلق اسلام کا موقف ہماری کتاب غزوہ بنی قریظہ میں دیکھیے اس میں غلامی کے متعلق دشمنانِ اسلام کا رد ہے۔

لائے، حضرت علیؓ نے غنائم پر حضرت بریدہ بن الحصیب کو مقرر کیا اور فوج سے انہیں جنگ سے قبل جو کچھ ملا وہ آپ کے پاس لے آئے پھر آپ نے فوج سے ملاقات کی اور انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے انکار کیا اور آپ کے اصحاب کو تیر مارے، آپ نے اپنا جھنڈا حضرت مسعود بن سنانؓ[1] سلمی کو دیا تو وہ اس کے ساتھ آگے بڑھے پس مذحج کا ایک شخص دعوتِ مبارزت دیتا ہوا نکلا تو حضرت اسود بن خزاعیؓ[2] اس کے مقابلے میں نکلے، دونوں نے ایک گھنٹہ تک جولانی کی اور دونوں سوار تھے، حضرت اسود نے اسے قتل کر دیا اور اس کا سامان لے لیا پھر حضرت علیؓ نے اپنے اصحاب کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا اور ان میں بیس آدمیوں کو قتل کر دیا پس وہ متفرق ہو گئے اور شکست کھا گئے اور اپنے جھنڈے کو کھڑا چھوڑ گئے آپ نے ان کی تلاش سے روکا اور انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے جلدی سے جواب دیا اور ان کے سرداروں کی ایک جماعت نے آگے بڑھ کر اسلام پر آپ کی بیعت کی اور کہنے لگے، ہماری قوم کے جو لوگ پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کے ذمہ دار ہیں یہ ہمارے صدقات ہیں ان سے اللہ کا حق لے لیجیے۔

پس حضرت علیؓ نے ان غنائم کو جو انہوں نے حاصل کیں، جمع کیا اور ان کے پانچ حصے کیے اور ان کا قرعہ ڈالا اور ان میں ایک حصے پر لکھا (یہ اللہ کا ہے) پس پہلا حصہ خمس کا حصہ نکلا اور آپ نے لوگوں میں سے کسی کو کچھ زائد نہ دیا اور اس سے قبل وہ اپنے اصحاب کو ـــــ جو دوسرے دن کو چھوڑ کر حاضر ہوئے تھے ـــــ خمس سے دیتے تھے پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دیتے تو آپ ان کی بات کو قبول نہ کرتے پس انہوں نے حضرت علیؓ سے اس کا مطالبہ کیا تو آپ نے انکار کیا اور

---

[1] اسد الغابۃ میں ہے کہ حضرت مسعود بن سنان انصاری جنگ یمامہ میں قتل ہوئے تھے

[2] اسود بن خزاعی اسلمی انصار میں سے بنی سلمہ کے حلیف تھے اور ان لوگوں میں سے ایک تھے جو خیبر میں ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل میں شامل ہوئے تھے۔

کہا خمس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اور وہ اس میں اپنی مرضی کریں گے اور دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج پر آرہے ہیں اور ہم آپ سے ملاقات کریں گے اور اللہ آپ کو جو بات سمجھا لے گا آپ اس میں وہ کریں گے پس آپ جلدی سے واپس آگئے، آپ نے جلدی کی اور اپنے اصحاب پر حضرت ابو رافع[1] کو نائب مقرر کیا۔

اور جب جنوبی یمن میں حضرت علیؓ نے مذحج کے مشرکین پر فتح پائی اور وہ اسلام میں داخل ہوئے تو آپ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ[2] بن عوف مزنی کے ہاتھ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خط لکھا اور اس میں آپ کو اطلاع دی کہ آپ کی زبید کی ایک فوج کے ساتھ (زبید، مذحج میں سے ہیں) ملاقات ہوئی ہے اور آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی ہے نیز یہ کہ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو آپ ان سے رُک جائیں گے پس انہوں نے اس بات کے قبول کرنے سے انکار کیا اور آپ نے ان سے جنگ کی اور حضرت علیؓ نے اپنے اس خط میں بیان کیا ہے کہ اللہ نے مجھے ان پر فتح نصیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ان میں سے جو قتل ہونے تھے وہ قتل ہوگئے

---

[1] ابو رافع، سابقون الاولون میں سے ہیں آپ کے حالات ہماری پہلی کتاب غزوۂ بدر میں دیکھیئے۔

[2] عبداللہ بن عمرو بن عوف بن زید بن ملیحۃ المزنی، آپ قدیم الاسلام تھا وہ غزوۂ تبوک میں رونے والوں میں سے ایک تھے کیونکہ آپ اپنے فقر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی ہے آپ نے حضرت معاویہ کے دور کے آخر میں مدینہ میں وفات پائی۔

یمن پھر انہیں جو پیشکش کی گئی تھی اس کا انہوں نے جواب دیا اور اسلام میں داخل ہو گئے اور زکوٰۃ کی بات بھی مان لی اور ان میں سے کچھ لوگ دین سیکھنے کے لیے آئے اور اس نے انہیں قرآن پڑھنا سکھایا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کا خط وصول کیا تو آپ نے انہیں حکم دیا کہ وہ حج پر آئیں ایس حضرت عبد اللہ بن عوف یہ حکم لے کر حضرت علیؓ کی طرف واپس چلے گئے۔

حضرت کعب الاحبار کا اسلام قبول کرنا

حدیث، تاریخ اور سوانح کی کتب میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب جب اس سال یمن میں جنگ کرنے آئے تو حضرت کعب الاحبار نے آپ کے متعلق سنا (اور آپ کے ساتھ ایک یہودی عالم بھی تھا) اور حضرت کعب بھی ان کے ایک عالم تھے، حضرت علی رضؓ نے خطبہ دیا اور حضرت کعب اور یہودی عالم آپ کی طرف کان لگائے ہوئے تھے۔

حضرت کعب الاحبار سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب حضرت علیؓ یمن آئے تو میں نے آپ سے ملاقات کی اور میں نے کہا مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات بتائیے آپ مجھے حضورؐ کے متعلق بتانے لگے اور میں مسکرانے لگا، آپ نے پوچھا آپ کس بات پر مسکراتے ہیں میں نے کہا اس بات پر جو ہمارے ہاں آپ کی صفات سے موافقت کرتی ہے، آپ نے پوچھا آپ جو حلال و حرام کرتے ہیں، میں نے کہا وہ بھی ہمارے ...... ہاں آپ کے بیان کے مطابق ہے اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لے آیا اور ہم سے پہلے جو ہمارے عالم تھے میں نے انہیں دعوت دی اور میں ان کے پاس ایک کتاب لے گیا اور میں نے کہا میرے باپ نے مہر لگا کر یہ کتاب میرے لیے رکھ چھوڑی تھی اور کہتا تھا اسے نہ کھولنا حتیٰ کہ تو یثرب میں ظاہر ہونے والے نبی کے متعلق سنے، راوی کا بیان ہے کہ میں یمن میں اپنے اسلام پر قائم رہا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابو بکر رضؓ بھی وفات

پاگئے اور ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ کی خلافت میں آیا اور کاشغر میں ہجرت میں پیشرو کی کرتا۔[1]

وفود کا سال اور جزیرہ عرب میں اسلام کا تکامل

تین اہم اور یکے بعد دیگرے ہونے والے واقعات نے ــــــ جزیرہ عرب کے بت پرستوں کے درمیان ــــــ شرک اور بت پرستی کی بنیادوں کے جزیرہ عرب میں قائم رہنے کے لیے مکمل مایوسی پیدا کر دی اور یہ تین واقعات اہم اور یکے بعد دیگرے ہوئے، واقعات صحیح طور پر یہ ہیں:

۱۔ مکہ کا فتح ہونا اور مسلمانوں کا اس دارالخلافہ پر قابض ہو جانا جو عربوں کے بت پرستانہ اور قبائلی میلانات کے اختلافی نقطۂ نگاہ کے باوجود ان کے نزدیک مقدس تھا۔

۲۔ معرکہ حنین پر مسلمانوں کا سب سے طاقتور اور زبردست فوج (ہوازن کی فوج) پر فتح پانا جس نے بت پرستی پر قائم رہنے والوں کو امید دلائی تھی کہ اس کا مسلمانوں پر فتح پانا بت پرستی کے اقتدار کے دوبارہ لانے کی امید ہے جیسا کہ وہ پہلے تھا۔

۳۔ وہ عظیم فتح جو مسلمانوں نے غزوۂ تبوک میں حاصل کی جو (فوج کی تعداد کے لحاظ سے) عہد نبوی میں اسلام کی تاریخ میں سب سے بڑا فوجی حملہ تھا اور وہ اس طرح کہ اس فوج نے سب سے بڑی شہنشاہیت کو جو بلاشبہ دنیا کی سردار تھی خوفزدہ کر دیا اور وہ بازنطینی شہنشاہیت تھی جس نے بزدلی دکھائی اور ان مسلمانوں کے سامنے آنے سے رک گئی جو تبوک پہنچ گئے تھے اور انھوں نے اطراف شام میں مسلح گشتی دستے پھیلا کر اس شہنشاہیت کو چیلنج کیا تھا اور بہت سے عرب عیسائیوں کو جو رومیوں کے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۰۷۹ تا ۱۰۸۲

دوست تھے عاجز کر دیا جیسے دومۃ الجندل کے نصاریٰ اور اذرح ، جرباء
اور ایلات کے حکام جو خود شام کے اندر تھے اور انہوں نے ان پہ جزیہ
مقرر کیا حالانکہ وہ بازنطینی شہنشاہیت کی ممتلکات کے اندر تھے۔
اس پر مستزاد یہ کہ جیش نبوی کی کچھ ٹکڑیوں نے چھوٹی چھوٹی بت پرست
پاکٹوں کے صفایا کے لیے وہاں قیام کیا جنہیں یہ وہم تھا کہ وہ اسلام کی مقاومت
کرنے اور اپنی بت پرستی پر قائم رہنے کی قدرت رکھتی ہیں جیسے اہل نجران اور یمن کے
مذحج ،

ان تمام واقعات کے بعد اسلام بلا تنازعہ جزیرہ کی تمام اطراف پر قابض ہو
گیا ، اور منتظرین نے جزیرہ عرب کی اطراف میں پوزیشن پر غور و فکر کیا اور دقیق
موازنہ کیا اور اس کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام کی تباہ کن لہر کے مقابلہ میں کسی
بھی مقاومت کے شروع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں سو انہوں نے ــــ رغبت
اور خوف سے ــــ فیصلہ کیا کہ وہ اپنے وفود کو مدینہ بھیجیں تاکہ وہ سب کے
دین جدید میں داخل ہونے کا اعلان کریں ، پس عربوں کے وفود ــــ ۹ھ
سے لے کر ۱۱ھ کے اوائل تک ــــ اسلام میں داخل ہونے کے لیے
مدینہ کی طرف سبقت کرنے میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے لگے اور مدینہ
ان وفود سے تنگ ہو گیا اور یہ خدائے عزیز و قدیر کی جانب سے مدد تھی
جسے قرآن کریم نے ایک پوری سورت میں ریکارڈ کیا ہے اور وہ سورۃ نصر
ہے۔

اذا جاء نصر اللہ . . . . انہ کان توابا

(ترجمہ) جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور تو لوگوں کو دین میں فوج در
فوج داخل ہوتے دیکھے گا پس تو اپنے رب کی حمد کر اور اس سے
بخشش طلب کر بلا شبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے ۔

اور مغازی کے ایک امام محمد بن اسحٰق نے اس حقیقت کو کتاب سیرت ابن ہشام

میں ریکارڈ کیا ہے اس نے بیان کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا اور تبوک سے فارغ ہوئے اور ثقیف نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی تو ہر جانب سے عربوں کے وفود آپ کے پاس آئے، ابن ہشام نے بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے اور اسے ہی وفود کا سال کہا جاتا ہے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ عرب، قریش کے اس قبیلے کے معاملے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں اسلام کے فیصلے کے منتظر تھے اور وہ اس طرح کہ قریش لوگوں کے لیڈر اور راہنما تھے اور بیت الحرام کے بانی تھے اور حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی خالص اولاد تھے اور عربوں کے قائد تھے اور وہ اس کا انکار نہ کرتے تھے اور قریش ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ برپا کی اور جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش آپ کے مطیع ہو گئے اور اسلام نے انہیں ذلیل کر دیا اور عربوں کو معلوم ہو گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے اور آپ سے عداوت رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے، ہر جانب سے فوجیں آپ کے پاس آئیں، اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے

اذا جاء نصر اللہ ...... انہ کان توابا

یعنی اللہ نے جو تیرے دین کو غالب کیا ہے تو تُو اس پر اللہ کی حمد کر اور اس سے استغفار کر بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

ہم اس جگہ اختصار کے ساتھ تمام وفود کے نام بیان کریں گے اور فائدہ کے تکملہ اور قارئین کی تعلیم و تربیت کے لیے ان کے کچھ حالات بھی بیان کریں گے اور عام وفود ۹ھ اور ۱۱ھ کے اوائل کے درمیان رسول

لہ ثقیف کے قبولِ اسلام کی تفصیل ہماری کتاب غزوۂ حنین میں دیکھیے۔

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان میں سے تھوڑے سے ۸ھ میں آئے۔

(۱)

وفد مزنیہ

مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اسلام میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو پہلا وفد آیا وہ مزنیہ کا وفد تھا، ان میں سے چار سو گھڑسوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جن کی سربراہی صالح، متقی، فاتح صحابی اور معرکۂ فتح الفتوح (یعنی ایران کے معرکہ نہاوند) کے ہیرو حضرت النعمان بن مقرن کر رہے تھے۔
مزنیہ کو نصرت اسلام اور خصوصاً ایام الردۃ میں ایک عظیم شان حاصل ہے اور وہ یوں کہ مزنیہ قبیلہ اس فوج کی ریڑھ کی ہڈی تھا جس سے خلیفہ اوّل نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مرتدین کے حملہ کو مدینہ سے روکا اور جس شخص نے مزنیہ کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی، وہ خزاعی[۱] بن عبد نہم تھا۔

---

[۱] خزاعی بن عبد نہم بن عفیف بن ربیعہ مزنی، وہ مزنیہ کے بُت کا حاجب تھا جس کا نام نہم تھا، اس نے بُت کو توڑ دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آملا، اور وہ کہہ رہا تھا ؎

میں نہم کے پاس گیا کہ میں اس کے پاس قربانی کی بکری کو ذبح کروں جیسے کہ میں کیا کرتا تھا، جب میں نے دل کی دانائی سے گفتگو کی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیا یہ گونگا معبود ہے جو عقل نہیں رکھتا، میں نے آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور میں آسمان کے بزرگ اور فضل والے خدا کے پاس آ گیا ہوں۔

پس سارا مزنیہ قبیلہ مسلمان ہو گیا اور خزاعی کے عہد میں وہ ایک ہزار جوان تھے پھر وہ بڑھ گئے اور وہ اسلام کے لیے بڑی طاقت تھے۔

اور خزاعی ایک معزز آدمی تھا اس نے اپنی قوم کے متعلق حسن ظن کیا اور ان سب کی طرف سے اسلام کی بیعت کر لی لیکن ـــــ شروع شروع میں ـــــ اس نے انہیں اپنے خیال کے مطابق نہ پایا اور حضرت حسانؓ بن ثابت کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ شعر کہیں اور ان میں خزاعی کا ذکر کریں اور اس کی ہجو نہ کریں، حضرت حسانؓ نے کہا ؎

اے خزاعی کے پاس ایلچی بھیجو کہ وفاداری، عیب کو دھو دیتی ہے اور تو عثمان بن عمرو کا بہترین آدمی ہے اور جب بلندی کا ذکر ہو تو تو اُن سے بلند تر ہے اور تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے اور آپ نیک آدمی ہیں اور نیکی کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور تجھے بھی نیکی نے پہنچایا ہے۔ پس جس چیز کی تو طاقت نہ رکھے وہ تجھے عاجز نہ کرے، اسے تجھے دشمنی عاجز نہ کرے۔

خزاعی نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اس شخص کے شاعر نے تمہیں خصوصیت دی ہے میں تم سے اللہ کے نام پر اپیل کرتا ہوں تو ان سب نے یہ کہتے ہوئے کہ ہم تجھے پشت نہیں دیں گے، اُسے قبولِ اسلام کا جواب دیا اور مسلمان ہو گئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے روز مزینہ کا جھنڈا اس خزاعی کو دیا اور اس روز یہ ایک ہزار جوان تھے اور مزینہ وہ واحد جانباز قبیلہ ہے جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رغبت کے مطابق مہاجرین میں رکھا حالانکہ یہ اپنے جنگل میں مقیم تھا آپ نے انہیں فرمایا ـــــ تم جہاں بھی ہو مہاجرین ہو پس تم اپنے اموال کی طرف واپس جاؤ، سو وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ مزینہ کا وفد ۵ھ میں مدینہ آیا تھا اور یہ واحد وفد ہے جو ۹ھ سے قبل آیا تھا۔

(۲)

وفد بنی اسد

پھر نویں سال میں بنی اسد بن خزیمہ کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ دس آدمی تھے جن کے سربراہ جلیل الشان بہادر صحابی حضرت ضرار بن الازور[1] تھے اور ان میں بنی اسد کا سوار طلیحہ بن خویلد بھی شامل تھا جس نے بعد میں نبوت کا دعویٰ کیا اور خلافت کے جیوش سے تباہ کن جنگ کی، پس حضرت خالدؓ بن ولید نے انہیں شکست دی حتیٰ کہ یہ شام کی طرف فرار ہوگیا اور وفد بنی اسد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ یمنون علیک ان اسلموا الآیۃ۔ وہ آپ کو مسلمان ہونے کا احسان جتاتے ہیں، اس لیے کہ انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ ــــــــ ہم سیاہ رات کی زرہ پہن کر اور قحط کے سال میں آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ نے ہماری طرف کوئی فوج نہیں بھیجی۔

---

[1] ضرار بن الازور، الازور کا نام مالک بن اوس ہے جو بنی اسد بن خزیمہ سے ہیں، آپ مشہور شہسوار اور شجاع تھے اور جب آپ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے ایک ہزار اونٹ چرواہوں کے پاس تھے اور حضرت ضرار وہ ہیرو ہیں جنہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ضرار تو نے اپنے سودے میں دھوکہ نہیں دیا اور حضرت ضرارؓ، حروب الردۃ میں حضرت خالدؓ بن ولید کے جنگی بورڈ کے رکن تھے اور حضرت ضرارؓ ہی نے حضرت خالدؓ بن ولید کے حکم سے تمیم کے بنی یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا اور حضرت ضرار، جنگ یمامہ میں شامل ہوئے اور اس میں عظیم شجاعت کا اظہار کیا اور آپ نے اجنادین میں شہادت پائی جو شام میں ہے۔

(۳)

وفد تمیم

اسی طرح نجد سے تمیم کا وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نوے آدمی تھے جن میں ان کے کئی سردار بھی تھے، ان میں عطارد بن حاجب[1]، الزبرقان بن بدر[2]، قیس بن عاصم[3] اور اقرع بن حابس شامل تھے۔

---

[1] عطارد بن حاجب بن زرارہ بن عدس جو بنی دارم سے تھے اور اپنی قوم کے سردار تھے سجاح مدعیہ نبوت نے انہیں گمراہ کر دیا اور انھوں نے اس کی پیروی کی پھر توبہ کی اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوئے۔

[2] الزبرقان بن بدر بن امرئ القیس تمیمی، آپ کے حسن و جمال کی وجہ سے آپ کو زبرقان کہا گیا ہے اور الزبرقان، چاند کو کہتے ہیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آپ کی قوم کے صدقات پر عامل مقرر کیا اور جب آپ کی قوم کے کچھ لوگوں نے ارتداد کیا تو آپ اسلام پر ثابت قدم رہے اور آپ جاہلیت میں اور اسلام میں عظیم الشان سردار تھے اور حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں آپ بصرہ میں فروکش ہوئے۔

[3] قیس بن عاصم بن سنان بن خالد المنقری، آپ کے لیے ہی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ——— یہ دیہاتیوں کے سردار ہیں ——— آپ عاقل اور حلیم تھے اور حلم میں مشہور تھے، حضرت احنف بن قیس سے دریافت کیا گیا آپ نے حلم کس سے سیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا قیس بن عاصم سے، میں نے آپ کو ایک روز اپنے گھر کے صحن میں اپنی تلوار کے پرتلے سے گوٹھ مارے

(باقی حاشیہ صفحہ پیوستہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بیٹھے دیکھا آپ اپنی قوم کے لوگوں سے باتیں کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص کی مشکیں بندھی ہوئی مقیں لایا گیا اور دوسرا مقتول تھا اور کہا گیا کہ یہ آپ کا بھتیجا ہے جس نے آپ کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے، راوی کا بیان ہے خدا کی قسم نہ آپ نے اپنا گوٹھ مارنے والا کپڑا کھولا اور نہ اپنی گفتگو بند کی اور جب آپ اپنی گفتگو مکمل کر چکے تو اپنے بھتیجے کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے میرے بھتیجے تو نے بہت بڑا کیا ہے تو اپنے رب کا گنہگار ہے اور تو نے اپنے رشتہ کو قطع کیا ہے اور اپنے عمزاد کو قتل کیا ہے اور تو نے اپنے تیر سے خود کو تیر مارا ہے اور اپنی تعداد کو کم کیا ہے پھر آپ نے اپنے دوسرے بیٹے سے کہا اے میرے بیٹے اپنے عمزاد کے پاس جا اور اس کی مشکیں کھول دے اور اپنی ماں کے پاس ایک سو اونٹ اس کے بیٹے کی دیت لے جا بلاشبہ وہ مسافرہ ہے اور حضرت قیس نے جاہلیت میں شراب کو اپنے اوپر حرام کیا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ آپ نے نشے کی حالت میں اپنی بیٹی کے پیٹ کی سلوٹ کو ہاتھ سے ٹٹولا اور اس کے والدین کو گالیاں دیں اور آپ نے شراب کی مذمت میں اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے

سہ بلاشبہ شراب، شراب نوشوں کو رسوا کرتی ہے اور ان سے امر عظیم
کا ارتکاب کراتی ہے۔

حضرت قیس اسلام لائے اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوئے اور حضرت حسن بصریؒ نے بیان کیا ہے جب حضرت قیس کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور انہیں وصیت کی کہ اسے میرے بیٹو میری بات یاد رکھو، کوئی شخص مجھ سے بڑھ کر تمہارا خیر خواہ نہیں ہے میں جب مر جاؤں تو اپنے بڑوں کو سردار بنانا اور اپنے چھوٹوں کو سردار نہ بنانا، لوگ تمہارے بڑوں کو بے وقوف کہیں گے اور ان کے سامنے ہیچ ہو جاؤ گے۔ تم پر مال کی اصلاح لازم ہے وہ کریم انسان کو بیدار کرنے والا ہے اور وہ اس کے ذریعے کمینے سے مستغنی ہو جاتا ہے اور لوگوں سے سوال کرنے سے بچنا۔ یہ انسان کی آخری کمائی ہے اور مجھ پہ نوحہ گر

اور بنی تمیم کے اس وفد کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔
ان الذین ینادونک .... اکثرھم لا یعقلون[1]
(ترجمہ) بلاشبہ جو لوگ آپ کو حجرات کے پیچھے سے آوازیں دیتے ہیں ان کی اکثریت عقل سے کام نہیں لیتی۔
اس لیے کہ انھوں نے (اور وہ مسجد میں تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس آؤ اور انھوں نے اپنی آوازوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی، آپ کو اذیت دی، آپ ان کے پاس آئے اور ان کا واقعہ اور مسجد میں ان کے شعراء اور خطباء کی مفاخرت کا واقعہ طویل ہے اسے سیرت ابن ہشام، طبقات ابن سعد اور البدایۃ والنہایۃ میں ملاحظہ کیجیے اور ان کا خطیب عطارد بن حاجب تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ثابت قیس بن[2] الشماس نے اسے جواب دیا اور ان کا شاعر، الزبرقان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) عورتیں کھڑی نہ کرنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے نوحہ گری سے منع فرمایا ہے، حضرت قیس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں اور آپ سے حسن اور احنف اور آپ کے بیٹے حکیم نے روایت کی ہے، آپ ۳۲ نرینہ بچوں کو چھوڑ کر فوت ہوئے۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] حجرات آیت ۴

[2] ثابت بن قیس بن الشماس بن زہیر بن مالک خزرجی انصاری آپ کا پہلا حربی معرکہ، معرکہ اُحد ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی تھی کہ آپ اہل جنت میں سے ہیں (اسد الغابۃ جلد ا صفحہ ۲۲۹) آپ معرکہ یمامہ کے ہیروز میں سے ہیں آپ نے اس میں بڑی شجاعت کا اظہار کیا اور جب شروع میں مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی تو آپ نے بہادروں کی طرح جنگ کی اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی، انس بن مالک

(باقی صفحہ پیوستہ پر)

بن بدر تھا، اُسے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت حسان بن ثابت نے جواب دیا اور تمیم قبیلے نے اعتراف کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطیب ان کے خطیب سے بڑا خطیب ہے اور آپ کا شاعر ان کے شاعر سے بڑا شاعر ہے۔ (دیکھیے سیرت ابن ہشام ج ۴ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۳)

(۴)

وفد عبس

اسی طرح نجد سے بنی عبس کا وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نو آدمی تھے جن میں میسرہ بن مسروق اور بشر بن الحارث بھی تھے ان سب نے اسلام قبول کیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دُعائے خیر کی اور فرمایا مجھے ایک آدمی تلاش کر دو جو تمہیں دس کر دے میں تمہارے لیے جھنڈا باندھوں گا پس حضرت طلحہ بن عبیداللہ آئے اور آپ نے ان کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کا شعار یا عشرہ مقرر کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

بیان ہے کہ جب یمامہ کے روز لوگ منتشر ہو گئے تو میں نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس سے کہا اے چچا کیا آپ دیکھ نہیں رہے اور میں نے آپ کو خوشبو لگاتے پایا آپ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح جنگ نہیں کرتے تھے تم نے اپنے مدمقابلوں کو بڑی عادت ڈال دی ہے اور اپنے آپ کو بھی بڑی عادت ڈال دی ہے اے اللہ میں تیرے حضور اس بات سے اظہار برأت کرتا ہوں جو یہ کفار مرتدین میں لائے ہیں اور اس بات سے بھی اظہار برأت کرتا ہوں جو یہ مسلمان کر رہے ہیں پھر آپ نے جنگ کی حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

اوران کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان میں سے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے قاری ہمارے پاس آئے ہیں اور انہوں نے ہمیں بتایا ہے کہ جس کی ہجرت نہیں اس کا اسلام بھی کوئی نہیں اور ہمارے پاس اموال اور مویشی ہیں اور وہی ہماری معاش کا ذریعہ ہیں پس اگر اس شخص کا کوئی اسلام نہیں جس کی ہجرت نہیں تو ہم انہیں فروخت کر دیتے ہیں اور ہجرت کرتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جہاں بھی ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو وہ تمہارے اعمال میں ہرگز کوئی کمی نہیں کرے گا خواہ تم ضمد اور جازان میں ہو اور آپ نے ان سے (ان کے خلاسفر) خالد بن سنان عبسی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اس کی کوئی اولاد نہیں ہے آپ نے فرمایا نبی کو اس کی قوم نے ضائع کر دیا ہے پھر آپ اپنے اصحاب سے خالد بن سنان کی باتیں بیان کرنے لگے (طبقات ابن سعد جلد ا صـ۲۹۶)

(۵)

وفد فزارہ

فزارہ، قبائل غطفان کا سب سے بڑا قبیلہ ہے اور اس کا سردار عیینہ بن حصن تھا جس کا لقب احمق مطاع تھا، فزارہ کا وفد ۹ھ میں مدینہ آیا، ابن سعد کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے اور یہ نواں سال تھا تو آپ کے پاس فزارہ کے چودہ پندرہ آدمیوں کا وفد آیا، ان میں خارجہ بن حصن اور الحر بن قیس بھی تھے اور یہ ان سب سے چھوٹے تھے اور وہ کمزور سواریوں پر سوار تھے وہ اسلام کا اقرار کرتے ہوئے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کے علاقے کے متعلق دریافت فرمایا تو ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ ہمارا علاقہ قحط زدہ ہے اور ہمارے مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور ہمارا

مقام خشک ہے اور ہمارے عیال تباہ ہو گئے ہیں، اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کیجیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر فرمایا — اے اللہ اپنے ملک اور اپنے بہائم کو سیراب کر دے اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے مردہ ملک کو زندہ کر دے اے اللہ ہمیں ہمہ گیر نظر آنے والی، موسم بہار والی، ڈھانک لینے والی، وسعت والی، جلدی کرنے والی، دیر نہ کرنے والی، نفع دینے والی نقصان نہ دینے والی بارش سے سیراب کر، اے اللہ ہمیں، رحمت کی بارش سے سیراب کر، عذاب کی بارش سے سیراب نہ کر اور نہ گرانے والی، غرق کرنے والی اور تباہ کرنے والی بارش سے سیراب کر، اے اللہ ہمیں بارش سے سیراب کر، اور دشمن پر فتح دے پس بارش ہوئی اور لوگوں نے چھ دن تک آسمان کو نہ دیکھا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور فرمایا اے اللہ ہمارے اردگرد بارش ہو ہم پر نہ ہو، ٹیلوں، پتھروں، وادیوں کے نشیب اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر ہو، راوی کا بیان ہے کہ بادل مدینہ سے کپڑے کی طرح پھٹ گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۹۷)

(۶)

وفد بنی مرۃ

مرۃ کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد اس مرۃ سے تھا جو عدنانی غطفان کا عظیم بطن ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کا سردار الحارث بن عوف تھا جو ان جیوش احزاب کے ایک بازو کا کمانڈر تھا جنہوں نے یہود کے ساتھ اتفاق کر کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔

بنو مرۃ کا وفد، تبوک سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ تیرہ آدمی تھے ان کا سربراہ الحارث[1] بن عوف تھا، سو رسول اللہ صلی اللہ

[1] الحارث بن عوف بن ابی حارثہ بن مرۃ غطفانی ثم ذبیانی، آپ (باقی صفحہ پیوستہ پر)

علیہ وسلم نے انہیں چاندی کے دس اوقیوں کی اجازت دی اور الحارث بن عوف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان کا علاقہ خشک ہوگیا ہے اور آپ سے دُعا کی درخواست کی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــــ اے اللہ انہیں بارش سے سیراب کر، پس وہ اپنے علاقے کی طرف واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ اسی دن اس میں بارش ہوئی ہے جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی تھی۔

(۷)

وفد ثعلبہ

بنو ثعلبہ کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے جن کی تعداد بیس قبیلوں تک پہنچتی ہے، یہ لوگ اپنے اسلام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور میرے سامنے جو مصادر ہیں ان میں یہ تعین نہیں کیا گیا کہ وہ کس قبیلے سے تھے، قحطانی تھے یا عدنانی، مضری تھے یا قیسی، اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

جاہلیت کے مشاہیر میں سے ایک تھے اور جنگ داحس اور الغبراء میں مشہور کارنامے کرنے والے ہیں، جب آپ نے صلح کی کوشش کی اور اپنے مال سے دیات برداشت کیں تو شعراء نے آپ کے کارنامے پر آپ کی تعریف کی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بنی مرۃ کا امیر مقرر کیا آپ عاقل اور دانا تھے آپ نے جنگِ خیبر میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف، غطفان کے ساتھ شامل ہوکر یہود کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور کہا بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عنقریب اپنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔

جو کچھ مجھے معلوم ہوا ہے وہ ابن سعد نے اپنے طبقات کی جلد ۱ کے صفحہ ۹۲۸ پر بیان کیا ہے
کہ جب ۸ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم الجعرانہ سے آئے تو ثعلبہ کے چار آدمی
آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم اپنی قوم کے پیچھے رہنے والے لوگوں کے ایلچی
ہیں اور ہم اور وہ اسلام سے بندھے ہوئے ہیں تو آپ نے ان کی ضیافت کرنے
کا حکم دیا اور وہ کئی دن ٹھہرے رہے پھر وہ آپ کو الوداع کہنے آئے تو آپ نے
حضرت بلال سے فرمایا کہ ان کو وفد کی طرح عطیہ دو پس آپ چاندی کا ایک ٹکڑا
لائے اور ہر شخص کو پانچ اوقیے دیے اور فرمایا ہمارے پاس درا ہم نہیں ہیں اور
وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے۔

(۸)

وفد محارب

محارب کا نام سات قبائل پر بولا جاتا ہے جو سب کے سب عدنانی ہیں لیکن
یہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے یہ قیس عیلان کے بطن سے
تھے جو عدنانی ہے۔ اور یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی سختی کرنے
والے تھے اور ان کا وفد طارق بن عبداللہ کی سربراہی میں تھا یہ ۱۰ھ میں
حجۃ الوداع میں مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے اور کہنے لگے ہم اپنے سے پیچھے
رہنے والے لوگوں کے نمائندہ ہیں۔

اور وفد میں ان کا ایک آدمی تھا جسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
پہچان لیا، اس آدمی نے کہا اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے زندہ رکھا حتی کہ
میں نے آپ کی تصدیق کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلاشبہ یہ دل
اللہ کے ہاتھ میں ہے اور آپ نے ان میں سے ایک آدمی کے چہرے پر ہاتھ
پھیرا جس کا نام خزیمہ بن سواء تھا اور وہ سفید روشن ہو گیا اور آپ نے انہیں

وفد کی طرح عطیے دیے اور وہ اپنے اہل کی طرف واپس چلے گئے۔

(۹)
وفد سعد بن بکر

یہ لوگ ہوازن کے بطن میں سے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا اور ان کا وفد جب ۵ھ میں آیا اور ابن اسحٰق نے ۹ھ بیان کیا ہے اور سعد کا یہ وفد ان کے ایک ہی آدمی کا تھا جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا ابن اسحٰق سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں بنو سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو ایلچی بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا وہ آپ کے پاس آیا اور اس نے اپنے اونٹ کو بٹھایا پھر اُسے مسجد کے دروازے پر باندھا وہ مضبوط آدمی تھا اور دو چوٹیوں والا تھا اور مشہور واقعہ میں اسی کا ذکر ہے اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا اور آپ سے پہلے لوگوں کا اور جو آپ کے بعد ہونے والے ہیں ان کا معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو ہماری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک، اس نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں جو آپ کا اور آپ سے پہلے لوگوں کا اور جو آپ کے بعد ہونے والے ہیں، ان کا معبود ہے کیا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ہم صرف اس کی عبادت کریں اور کسی اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے؟ آپ نے فرمایا بے شک، پھر وہ فرائض اسلام کا ایک ایک کر کے ذکر کرنے لگا، نماز، زکوٰۃ، صیام، حج اور اسلامی قوانین کا، وہ ہر فریضہ پر آپ کو واسطہ دیتا جیسا کہ اس نے اس سے پہلے فریضہ پر دیا تھا حتیٰ کہ وہ فارغ ہو گیا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا، کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں

اور میں ان فرائض کو ادا کروں گا اور جن باتوں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کروں گا اور میں کمی بیشی نہیں کروں گا پھر وہ واپس چلا گیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جانے پر فرمایا اگر اس دو چوٹیوں والے نے سچ کہا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

پھر ضمام اپنی قوم کے پاس آیا اور وہ اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور سب سے پہلی بات اس نے یہ کی کہ لات و عزیٰ بہت برے ہیں انہوں نے کہا اے ضمام بس کر، پھلبہری، جذام اور جنون سے بچ، اس نے کہا تم ہلاک ہو جاؤ خدا کی قسم یہ دونوں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان، اور اللہ تعالیٰ نے ایک رسول بھیجا ہے اور اس پر کتاب نازل کی ہے اور جن باتوں میں تم مبتلا ہو ان سے وہ تم کو نجات دیتی ہے اور میں جس بات کا تم کو حکم دیتا ہوں اور جس سے منع کرتا ہوں وہ میں ان کے ہاں سے تمہارے پاس لایا ہوں، راوی کا بیان ہے اور قسم بخدا کہ ابھی اس دن کی شام نہیں ہوئی تھی کہ اس کے قبیلے میں جو مرد اور عورت تھی وہ مسلمان ہو گئے، اور انھوں نے مساجد تعمیر کیں اور نمازوں کے لیے اذانیں دیں حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ ہم نے ضمام سے افضل ایلچی کے متعلق کبھی نہیں سُنا (اسد الغابۃ جلد ۳ صفحہ ۴۲، ۴۳ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۲۹۹)

(۱۰)

وفد کلاب

کلاب کا نام متعدد عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ لوگ کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کے بیٹے ہیں جو ہوازن سے تھا ان کا وفد ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ تیرہ آدمی تھے جن میں حضرت لبید بن ربیعہ[1] شاعر

[1] لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب آپ فاضل شعراء میں سے تھے

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ)

اور اسلام اور جاہلیت میں بلند رتبہ تھے اور آپ کے اشعار سے حکمت ٹپکتی تھی اور آپ کے بہت سے اشعار ضرب المثل ہیں ان میں سے آپ کا ایک شعر یہ ہے کہ ؎

شریف آدمی اپنے نفس کی مانند ملامت نہیں کرتا اور آدمی کو اس کا نیک ساتھی ٹھیک کر دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے سچی بات جو کسی نے شاعر نے کہی ہے یہ ہے (آگاہ رہو اللہ کے سوا، ہر چیز باطل ہے) اور یہ لبید کا پہلا مصرعہ ہے جس میں وہ کہتا ہے (الا کل شیُٔ ما خلا اللہ باطل ۔ وکل نعیم لا محالۃ زائل) اور جب لبید مسلمان ہو گئے تو آپ نے کہا (اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے موت نہیں دی حتیٰ کہ اس نے مجھے اسلام کا لباس زیب تن کرا دیا) اور لبید کے مشہور اشعار میں سے یہ اشعار بھی ہیں:

ہر آدمی عنقریب ایک دن اپنی کوششوں کو معلوم کرے گا جب خدا کے ہاں محاسن ظاہر ہو جائیں گے۔

اور اکثر مورخین کا خیال ہے کہ حضرت لبید نے مسلمان ہونے کے بعد، سوائے ایک شعر کے اور کوئی شعر نہیں کہا اور وہ شعر یہ ہے:

الحمد للہ اذ لم یاتنی اجلی ـ حتیٰ کسانی من الاسلام سربالا

حضرت عمر بن الخطاب نے ـــــ جب آپ خلیفہ تھے ـــــ حضرت لبید سے کہا مجھے اپنے کچھ اشعار سناؤ، آپ نے جواب دیا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے بقرہ اور آل عمران سکھا دی ہے اس کے بعد میں شعر کہنے کا نہیں، سو حضرت عمرؓ نے آپ کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا اور وہ دو ہزار تھا، حضرت لبید ایک سو چالیس سال زندہ رہے اور حضرت عثمانؓ کی خلافت میں ولید بن عقبہ کی امارت میں کوفہ میں وفات پائی۔

اور جبار بن سلمی[1] بھی شامل تھے، وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے آپ کو سلامِ اسلام کہا اور کہنے لگے کہ الضحاک بن سفیان[2] ہمارے پاس اللہ کی کتاب اور آپ کی وہ سنت لے کر آئے جس کا آپ نے انہیں حکم دیا ہے اور انہوں نے ہمیں دعوت الی اللہ کی، پس ہم نے اللہ اور اس کے رسول کو قبول کر لیا اور انہوں نے ہمارے اغنیا سے صدقہ لیا اور اسے ہمارے فقراء کو واپس کر دیا۔

---

[1] جبار بن سلمی بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ، یہ ان لوگوں میں شامل تھے جو عامر بن طفیل کے ساتھ مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے پھر یہ مسلمان ہو گئے، آپ ہی نے حضرت عامر بن فہیرہ کو بئر معونہ کے جرم میں قتل کیا تھا آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس بات نے مجھے دعوتِ اسلام دی وہ یہ ہے کہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو نیزہ مارا اور میں نے اُسے کہتے سُنا "قسم بخدا میں کامیاب ہو گیا ہوں" میں نے اپنے دل میں کہا یہ کامیاب نہیں ہوا، کیا میں نے اسے قتل نہیں کیا ہے؟ حتیٰ کہ اس کے بعد میں نے اس کے اس قول کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا مطلب شہادت پانا ہے، میں نے کہا اللہ کی قسم وہ کامیاب ہو گیا ہے۔

[2] الضحاک بن سفیان بن عوف العامری الہوازنی، آپ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آپ کی قوم اسلم پر امیر مقرر کیا اور آپ دلیر بہادروں میں سے تھے اور ایک سو گھڑ سوار کے مقابل شمار ہوتے تھے ——— آپ سے حضرت سعید ابن المسیبؒ اور حضرت حسن بصریؒ نے حدیث کی روایت کی ہے۔

(۱۱)

وفد بنی عامر بن صعصعہ...... اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازش کا واقعہ

مؤرخین کا بیان ہے کہ بنی عامر بن صعصعہ ـــ جو ہوازن میں سے ہیں ـــ کا وفد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس میں عامر بن الطفیل، اربد بن قیس بن جزء اور جبار بن سلمی بھی شامل تھے اور یہ قوم کے شیاطین اور ان کے سفراء تھے۔

اور عامر بن الطفیل خبیث، متکبر تھا اور اس کا خیال تھا کہ وہ اس بات کے زیادہ لائق ہے کہ عرب، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس کی پیروی کریں اور اس کی قوم کے لوگوں نے اسے کہا اے عامر! لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تو بھی مسلمان ہو جا، اس نے کہا خدا کی قسم میں نے قسم کھائی ہے کہ میں نہ رکوں حتیٰ کہ عرب میری اولاد کی پیروی کریں، کیا میں قریش کے اس جوان کی پیروی کروں؟

اور اس نے اربد بن قیس کی مشارکت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس نے اسے کہا، جب ہم اس شخص کے پاس جائیں گے تو میں اس کے چہرے کو تجھ سے پھیر دوں گا اور جب میں یہ کام کر دوں تو اس پر تلوار کا وار کر دینا، سو اربد نے اس فریب کارانہ سازش پر اس سے اتفاق کیا، مگر اللہ تعالیٰ نے اس سازش کو ناکام کر دیا، مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ مجھ سے تنہائی میں ملاقات کریں، آپ

نے جواب دیا نہیں حتیٰ کہ تو خدائے واحدہٗ لاشریک پر ایمان لے آئے اور مجرم عامر، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنے لگا اور آپ کو مشغول کرنے لگا اور اپنے ساتھی اُربد کا انتظار کرنے لگا کہ وہ آپ کو قتل کرے مگر وہ ایسا نہ کر سکا پس عامر مایوس ہو گیا پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکل گیا اور اس نے اپنے شریکِ جرم اُربد کو ملامت کرتے ہوئے کہا:

تو ہلاک ہو جائے میں نے تجھے جس بات کا حکم دیا تھا تو اس سے کہاں تھا؟ خدا کی قسم رُوئے زمین پر تجھ سے بڑھ کر میں اپنے نفس کے بارے میں کسی سے خوفزدہ نہ تھا اور قسم بخدا، آج کے بعد میں تجھ سے کبھی خوفزدہ نہ ہوں گا، اُربد نے کہا تیرا باپ نہ رہے مجھ پر سبقت نہ کر، خدا کی قسم! تو نے مجھے آپؐ کے متعلق جو حکم دیا تھا میں نے جب بھی اس کا ارادہ کیا تو تو میرے اور اس شخص کے درمیان حائل ہو گیا حتیٰ کہ میں نے تیرے سوا کسی کو نہ دیکھا کیا میں تجھے تلوار مار دیتا؟

روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ مجھے عامر بن الطفیل سے کفایت کر، اور عامر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکی دی تھی کہ قسم بخدا کہ میں آپ کے خلاف زمین کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں گا پس عامر اور اس کا وفد اپنے علاقے کی طرف واپسی کے لیے روانہ ہوا اور ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر کی گردن میں طاعون کی بیماری پیدا کر دی اور اللہ نے اُسے بنی سلول کی ایک عورت کے ہاں مار دیا اب رہ گیا اس کا دوسرا مجرم ساتھی اُربد، تو اس پر اللہ نے بجلی کو مسلط کر دیا اور اس نے اُسے جلا دیا اور تینوں میں سے واحد شخص جسے اللہ نے نجات دی اور اسلام کی طرف اس کی راہنمائی کی وہ جبار بن سلمی تھا۔

(عامر بن الطفیل کا طویل واقعہ سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۱۳ تا ۲۱۹ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۱ پر دیکھیے)

(۱۴)

وفد عبد القیس

عبد القیس، ربیعہ عدنانیہ کا عظیم بطن ہیں (دیکھیے معجم قبائل العرب) ان کے مواطن تہامہ میں تھے پھر بالآخر یہ بحرین میں ٹک گئے ان کا وفد جارود[1] بن عمرو کی سربراہی میں ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ نصرانی تھا آپ نے اس پر اسلام پیش کیا اور اس کی طرف اسے دعوت دی تو اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ایک دین پر قائم ہوں اور اپنے دین کو آپ کے دین کے لیے چھوڑتا ہوں کیا آپ مجھے میرے دین کی ضمانت دیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں ضامن ہوں کہ اللہ نے اس دین کی طرف راہنمائی کی ہے جو اس سے بہتر ہے، مؤرخین کا بیان ہے کہ وہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے اور روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس کو یہ کہتے ہوئے خوش آمدید کہا کہ ان لوگوں کو خوش آمدید ہو جو شرمندہ اور ذلیل نہیں، وفد کے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے اور مشرکین مضر کے درمیان عداوت ہے اور ہم حرمت والے مہینوں ہی میں آپ کے پاس آ سکتے ہیں ہمیں مختصراً دین کے متعلق بتائیے کہ اگر ہم اس کو جان لیں تو ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں انہیں بھی اس کی دعوت دیں۔

---

[1] جارود بن عمرو، اور بعض نے ابن المعلی بیان کیا ہے، آپ کو جارود کا نام اس لیے دیا گیا ہے کہ آپ نے جاہلیت میں بکر بن وائل پر غارتگری کی اور ان کو نقصان پہنچایا اور انہیں برہنہ کر دیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں، صحابہ میں سے آپ سے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے روایت کی ہے اور تابعین میں سے ابو مسلم الجذمی، مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر اور حضرت ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے، حضرت جارود نے سرزمین ایران میں معرکہ نہاوند میں حضرت النعمان بن مقرن مزنی کے ساتھ شہادت پائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے منع کرتا ہوں۔

اللہ پر ایمان لانا کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور یہ کہ تم غنائم سے خمس دو، اور چار باتوں سے تمہیں منع کرتا ہوں۔ الدباء، النقیر، الحنتم اور المزفت کی نبیذ سے۔

نوٹ از مترجم: الدباء، کدو کو کہتے ہیں اور نقیر یہ ہے کہ کھجور کے درخت کی جڑ میں سوراخ کر کے شراب تیار کرنا اور حنتم، مٹکے کو کہتے ہیں اور مزفت ایسے برتن کو کہتے ہیں جس پر رال لگائی گئی ہو، جاہلیت میں لوگ ان چیزوں میں شراب تیار کرتے تھے آپ نے ان سب باتوں سے منع فرما دیا ہے۔

اور جب عرب، مرتد ہو گئے تو بنو عبدالقیس ثابت قدم رہے اور یہ مسلمانوں کی فوج تھے (وفد عبدالقیس کے حالات کی مزید تفاصیل سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲ اور طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۱۴، ۳۱۵ پر دیکھیے۔

(۱۴)

وفد رؤاس

رؤاس، عامر بن صعصعہ کا بطن ہیں جو ہوازن سے ہیں اور ان کا ایک آدمی جسے عمرو بن مالک بن قیس کہا جاتا ہے آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا پھر اس نے اپنی قوم کے پاس آ کر انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے کہا جب ہم بنی عقیل بن کعب (یہ بھی عامر بن صعصعہ کا ایک بطن ہیں) کو اسی قدر نقصان پہنچا لیں جتنا انھوں نے ہمیں پہنچایا ہے تو پھر مسلمان ہو جائیں گے۔

ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ ان سے جنگ کی جستجو میں نکلے اور عمرو بن مالک مذکور

بھی ان کے ساتھ تھا اور فریقین کے درمیان جنگ ہوئی اور عمرو بن مالک نے جو مسلمان ہو چکا تھا ، بنی عقیل کے ایک شخص کو قتل کر دیا ، عمرو کا بیان ہے کہ میں نادم ہوا اور میں نے کہا میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے حالانکہ میں نے اسلام قبول کیا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے پس میں نے اپنا ہاتھ اپنی گردن کے طوق سے باندھ دیا ہے پھر میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے ارادے سے روانہ ہوا اور آپ کو اس امر کی اطلاع مل چکی تھی آپ نے فرمایا اگر وہ میرے پاس آیا تو میں اس کے ہاتھ کے اس حصے پر جو طوق سے اوپر ہے ضرب لگاؤں گا راوی کا بیان ہے میں نے اپنے ہاتھ کو کھول دیا پھر آپ کے پاس آیا اور آپ کو سلام عرض کیا تو آپ نے مجھ سے اعراض کیا ، میں آپ کے سامنے سے ہو کر آیا اور میں نے کہا یا رسول اللہ بلاشبہ رب خوشنودی چاہتا ہے اور راضی ہو جاتا ہے آپ بھی مجھ سے راضی ہو جائیں اللہ آپ سے راضی ہوگا ، آپ نے فرمایا میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں ۔

(۱۴)

وفد عقیل بن کعب

بنو عقیل بھی ، ہوازن کا بطن ہیں جو بنی عامر بن صعصعہ سے ہیں ، ان میں سے تین آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھوں نے بیعت کی اور اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے ان لوگوں کی طرف سے بھی جو ان کے پیچھے تھے ، آپ کی بیعت کی ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عقیق عطا فرمایا ، عقیق بنی عقیل یہ ایک زمین ہے جس میں چشمے اور کھجوروں کے درخت ہیں اور ان کے لیے سرخ چمڑے میں اس کی دستاویز لکھی جس میں لکھا :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ربیعہ، مطرف اور انس کو عطا کیا، جب تک وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور سمع و اطاعت کریں آپ نے انہیں کسی مسلمان کا حق نہیں دیا۔

اور یہ دستاویز مطرف کے ہاتھ میں تھی۔

(۱۵)

وفد جعدہ

جعدہ یا الجعدہ، یہ نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور الجعدہ، قحطانیوں کا بطن ہیں اور وادی حضرموت میں رہتے ہیں اسی طرح الجعدہ ایک قبیلہ ہے جو بلاد یافع کے مغرب میں رہتا ہے اور ان کے علاقے پہاڑی ہیں اور یہ لوگ جن کا نمائندہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فلج[1] میں جاگیر عطا کی ہے اور اس کے لیے دستاویز لکھی جو ان کے پاس ہے۔

(۱۶)

وفد قشیر

قشیر، ہوازن کا بطن ہیں اور وہ بنو قشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ ہیں

---

[1] فلج، فلج الافلاج ہے، مراصد الاطلاع میں بیان ہوا ہے کہ یہ العارض اور مطلع الشمس کے درمیان المجازۃ کے پیچھے ہے جس میں العارض کی وادیاں گرتی ہیں اور وہاں کھجوروں کے درخت، کھیتیاں اور رواں چشمے ہیں۔

طبقات ابن سعد میں بیان ہوا ہے کہ قشیر کا ایک گروہ جس میں قرۃ بن ہبیرہ بھی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ بن ہبیرہ کو (جو ان کا ایک سردار تھا) عطیہ دیا اور اُسے چادر پہنائی اور اُسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے صدقات کا متصرف ہو اور قرۃ نے واپسی پر کہا ؂

جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُترے تو آپؐ نے
یہ چیزیں انہیں دیں اور انہیں نہ ختم ہونے والی بخشش پر قدرت دی
اور وہ سبز باغات بن گئے حالانکہ وہ تھوڑے سے تھے اور اُنہوں نے
اپنی ضروریات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوری کیں ان کا سردار
ایک ایسا جوان ہے کہ اس کے کجاوے کے پیچھے مذمت نہیں بیٹھ
سکتی اور وہ عاجز متردد کے معاملے کو چھوڑنے والا ہے۔

ابن اثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع میں تھے تو آپ نے قرۃ کی طرف دیکھا جو ایک چھوٹی سی اونٹنی پر سوار تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا، جب تو میرے پاس آیا تھا (یعنی جس روز وہ آپ کے پاس وفد میں آیا تھا) تو تُو نے کیسے اشعار کہے تھے اور اس کا بیان ہے میں نے کہا یا رسول اللہ اللہ کے سوا، ہمارے پاس رباب اور ربات یعنی بُت اور مورتیاں وغیرہ تھیں ہم ان کو پکارتے اور وہ ہمیں جواب نہ دیتے ہم ان سے مانگتے اور وہ ہمیں نہ دیتے پس جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا تو ہم آپ کے پاس آگئے اور انہیں چھوڑ دیا اور آپ کو پسند کر لیا اور جب اس نے پشت پھیری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جسے عقل دی گئی وہ کامیاب ہو گیا۔

اور نجد میں حروب الردۃ میں حضرت خالد بن ولید کی افواج کے ہاتھوں، قرۃ قیدی ہو گئے اور ان پر اتہام تھا کہ انہوں نے زکوٰۃ کو روکا ہے اور حضرت خالد

اور طلیحہ بن خویلد کی جنگ کے دوران ہوازن مسلمانوں کی تاک میں تھے اور انہوں نے طلیحہ کے ساتھ اشتراک نہ کیا، مگر حضرت خلیفہ اوّل نے قرۃ کو آزاد کر دیا اور اُسے معاف کر دیا۔

(۱۷)

وفد بنی البکاء

یہ البکاء بھی بنی عامر بن صعصعہ ہوازنی سے ہیں ان میں سے تین آدمی ۹ھ میں رسول اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جن میں معاویہ بن ثور بن عبادۃ بن البکاء بھی تھا اور اس وقت اس کی عمر ایک سو سال تھی پس یہ سب مسلمان ہو گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مہمان نوازی کی اور عطیات دیے اور اس معاویہ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، میں کستوری سے برکت حاصل کرتا ہوں اور میں عمر رسیدہ ہو گیا ہوں اور میرا یہ بیٹا مجھ سے حسنِ سلوک کرتا ہے اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیریے سو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بشر بن معاویہ کے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور اُسے سفید بکریاں دیں اور ان کے لیے برکت کی دُعا کی، الجعد بن عبداللہ بن عامر البکائی نے بیان کیا

ل؎ اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ وہ عبداللہ بن عامر بن انیس ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے اسلام کی خبر لے کر آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ کیا اور انہیں سلام کہا اور فرمایا اللہ تعالیٰ آنے والا ہے اور جب صبح ہوئی تو صبح کو بنو عامر اس کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بنی عامر کے لیے بھلائی کے سوا ہر چیز سے انکار کیا ہے۔

کہ بسا اوقات خشک سالی بنی البکاء کو تکلیف دیتی ہے اور آپ انہیں تکلیف نہیں دیتے۔

اور وفد میں ایک شخص شامل تھا جسے الفجیع بن عبد اللہ کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک تحریر لکھی:

محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے الفجیع کے لیے اور اس کے لیے جو اس کی پیروی کرے اور مسلمان ہو اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ اور اس کے رسول کو دے اور غنائم سے اللہ کا خمس دے اور نبی اور اس کے اصحاب کی مدد کرے میں اس کے اسلام کی گواہی دیتا ہوں اور مشرکین سے الگ ہو جائے وہ اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان پر یقین کرنے والا ہے۔

اور ہشام نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد عمرو الاصم کا نام عبد الرحمٰن رکھا اور اُسے اس کا —— ذوالقصہ —— پانی لکھ دیا جس پر وہ مسلمان ہوا تھا اور عبد الرحمٰن اصحاب الظلۃ، یعنی اصحاب صفہ میں سے تھا [1]

(۱۸)

وفد بنی عبد بن عدی

مجھے معاجم میں ان لوگوں کے حالات نہیں ملے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنانہ میں سے ہیں جو حرم کے پڑوسی ہیں، ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ بنی عبد بن عدی کا وفد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان میں الحارث بن اُہبان، عویمر بن الاخرم اور حبیب اور ربیعہ بھی تھے [2] اور ان کی قوم کے کچھ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۳

[2] ان دونوں کے اسلام کے واقعہ سے زیادہ مجھے ان کے حالات نہیں ملے۔

لوگ بھی ان کے ساتھ تھے انہوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم حرم کے باشندے ہیں اور اس کے معزز ترین لوگوں میں سے ہیں، ہم آپ سے جنگ کے خواہاں نہیں اور اگر قریش کے سوا دوسرے لوگ آپ سے جنگ کرتے لیکن ہم قریش سے جنگ نہیں کرتے اور ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور جس سے آپ میں اس سے بھی محبت کرتے ہیں پس اگر آپ ہم میں سے کسی آدمی کو غلطی سے قتل کر دیں تو اس کی دیت آپ پر ہوگی اور اگر ہم آپ کے اصحاب میں سے کسی کو مار دیں تو اس کی دیت ہم پر ہوگی آپ نے فرمایا ٹھیک ہے تو وہ مسلمان ہو گئے[1]

(۱۹)
وفد اشجع

اشجع، غطفان کے عظیم قبیلے کا نام ہے اور اشجع ان چار بازوؤں میں سے ایک تھا جنہوں نے جیش احزاب میں مسلمانوں سے جنگ کی تھی اور ان میں سے نعیم بن مسعود کا غزوۂ خندق میں مشہور واقعہ ہے وہ بھی احزاب کے جیش میں تھا پھر وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مشرکین اور یہود کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے میں اس کے ذریعے مسلمانوں کو فائدہ پہنچایا (نعیم کے دلچسپ واقعہ کو ہماری تیسری کتاب غزوہ احزاب میں دیکھیے) بیان کیا جاتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بنی قریظہ سے فارغ ہو جانے کے بعد، اشجع آپ کے پاس آئے اور وہ سات سو آدمی تھے پس آپ نے ان سے مصالحت کی پھر اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے اور فتح مکہ کے وقت، جیش نبوی میں ان کا ایک دستہ بھی شامل تھا اور احزاب کے سال، شرک کی فوج میں ان کا کمانڈر مسعود

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۶

ن رخیلہ تھا، مگر اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا۔

(۲۰)

وفدِ باھلہ

باہلہ، قیس عیلان عدنانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے، یہ لوگ یمامہ میں رہتے تھے اور اسلامی فتوحات کے عظیم کمانڈروں میں سے ایک عظیم کمانڈر قتیبہ بن مسلم الباہلی بھی ان میں سے ہیں۔

ان کا ایلچی مطرف ابن الکاہن[1] الباہلی اپنی قوم کی نیابت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا اور اس نے اپنی قوم کے لیے امان حاصل کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں فرائض الصدقات کا بیان تھا پھر باہلہ میں سے نہشل بن مالک[2] الوائلی اپنی قوم کا نمائندہ بن کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے اور اس کی قوم میں سے مسلمان ہونے والوں کے لیے ایک دستاویز لکھی جس میں اسلامی قوانین کا بیان تھا اور اسے حضرت عثمانؓ بن عفان نے لکھا۔

(۲۱)

وفدِ بنی سُلیم

سُلیم ایک عظیم قبیلہ ہے اور یہ قیس عیلان بن مُضر بن نزار بن معد بن عدنان

---

[1] سوانح نگاروں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے واقعہ سے زیادہ کچھ نہیں لکھا۔ [2] سوانح نگاروں نے نہشل کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے واقعہ سے زائد کچھ نہیں بیان کیا۔

سے ہیں۔ بنی سلیم بہت سے بطون وعشائر میں متفرع ہے جو جزیرہ عرب کے بہت سے علاقے میں پھیلے ہوئے ہیں اور یہ ایک زبردست قوت تھے جن کا جاہلیت اور اسلام میں عسکری وزن تھا اور یہ ہوازن کے پھوپھی زاد ہیں اور فتح مکہ کے موقع پر جیش نبوی میں ان کے ایک ہزار گھڑسوار شامل تھے جن کی کمان حضرت خالد بن ولید نے کی۔

ان کا ایلچی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اس کا نام قیس بن نسیبہ[1] تھا، اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سُنی اور اس نے آپ سے کچھ باتیں دریافت کیں آپ نے اُسے جواب دیا اور اس نے ان سب باتوں کو یاد رکھا اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا

---

[1] اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ یہ قیس بن نشبہ سلمی ہے ابو معشر نے اپنے اسناد سے روایت کی ہے کہ اہل بدر کے ساتھ جو ہوتا تھا سو ہوا وہ عربوں پر اور خصوصاً اہل نجد پر بہت گراں تھا اور جب جنگِ خندق ہوئی اور مشرکین اپنے اپنے علاقوں کو واپس گئے تو قیس بن نشبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے آسمانوں کے متعلق پوچھا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ساتوں آسمانوں اور فرشتوں اور ان کی عبادت کا ذکر کیا اور زمین اور جو کچھ اس میں ہے اس کا بھی ذکر کیا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور کہنے لگا میں نے روم و ایران کے حالات اور عربوں اور کاہنوں کے اشعار اور حمیر کے نقوش بنا کو سنا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان سے کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میری بات مان لو تم ان کے ماموں ہو، اگر وہ کامیاب ہوا تو تم اس سے فائدہ حاصل کرو گے اور بڑھ جاؤ گے اور اگر دوسری بات ہوئی تو عرب تم پر مقدم نہ ہوں گے پس سب بنی سلیم مسلمان ہو گئے اور وہ عظیم حربی قوت تھے۔

پھر اپنی قوم بنی سلیم کے پاس واپس گیا اور انہیں اس طرح بات جتائی کہ جس
شک کی گنجائش نہ رہنے دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مرسل نبی ہیں، اس نے انہیں
میں نے روم کے حالات اور ایران کا کلام اور عربوں کے اشعار اور کاہنوں کی
اور حمیر کے خوش زبان کو سنا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ان کے کلام
کچھ مشابہت نہیں رکھتا، پس میری مانو اور اس سے اپنا حصہ لو، سو اس کی قوم
مسلمان ہو گئی اور جب فتح کا سال آیا تو وہ ایک ہزار جوان باہر نکلے اور ساحل
کے نزدیک قدید پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور ان میں عباس
مرداس بھی شامل تھا۔

اور وہ شخص بھی بنو سلیم ہی میں سے تھا جس کی انسانیت اس وقت واپس لوٹی
جب اس نے دو لومڑوں کو اپنے معبود (صنم) پر پیشاب کرتے دیکھا تو اس
اپنے دل میں صنم کو ہیچ خیال کیا اور اس کا انکار کر دیا۔ اور اس پر حملہ کر کے اسے
دیا اور وہ کہتا تھا ؎

کیا وہ رب ہے جس کے سر پر دو لومڑ پیشاب کر رہے ہیں، اور جس پر
لومڑ پیشاب کریں وہ ہیچ ہو جاتا ہے۔

پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا تمہارا
نام کیا ہے؟ اس نے کہا غاوی بن ظالم، آپ نے فرمایا تو راشد بن عبداللہ ہے[1]

---

[1] اس کا نام غاوی بن ظالم تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام راشد
بن عبداللہ رکھا اور یہ بنی سلیم کے بُت سواع کا خادم تھا، یہ مسلمان ہو گیا اور
اسلام سے آراستہ ہوا اور جب رسول اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو آپ نے بتوں کی طرف
اشارہ کیا تو وہ اپنے منہ کے بل گر پڑے تو راشد نے اشعار کہے ؎

وہ کہنے لگے آؤ باتیں کریں میں نے کہا نہیں اللہ تعالیٰ اور اسلام تم سے روکتا
ہے اور اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قبیلے کو دیکھتے جب بُت توڑے
جا رہے تھے تو تم اللہ کے نور کو بلند ہوتے اور شرک کو اپنا تاریک چہرہ ڈھانپتے دیکھتے

پس وہ مسلمان ہوگیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس راشد کی تعریف کی ہے اور فرمایا بہترین عربی بستی خیبر ہے اور بنی سلیم کا بہترین آدمی راشد ہے اور آپ نے اسے اس کی قوم کا امیر مقرر کر دیا اور بنی سلیم کی منازل نجد کے بالائی حصے میں خیبر کے نزدیک ہیں اور ان کی منازل میں سے وادی القریٰ بھی ہے جو باغات کی وجہ سے مشہور ہے اور اسلامی فتوحات میں انہیں بڑی شان حاصل ہے، خصوصاً افریقہ کی فتوحات میں، جہاں ان کے بہت سے قبائل ہیں خصوصاً لیبیا کے شمال اور مصر میں، اور یہ ۱۰۰۰ھ میں مصر آئے (دیکھیے معجم قبائل العرب جلد ۲ ص ۵۴۳ تا ۵۴۶، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۰۷، ۳۰۸، القاموس المحیط جلد ۱ ص ۱۳۶، ۲۵۲)۔

(۲۲)

وفد بنی ہلال

بنو ہلال، عامر بن صعصعہ بن معاویہ بن بکر بن ہوازن کا بطن ہیں، ان کی منازل نجد و حجاز میں ہیں اور جزیرہ عرب میں ان کی اراضی میں سے بیشہ اور تربہ ہیں جو طائف کے علاقے میں ہیں اور اسلامی فتوحات کے وقت وہ مصر و مغرب میں پھیل گئے اور وہیں رہائش اختیار کر لی۔

ان کا وفد، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، ان میں عبد عوف بن اصرم بھی تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے نام کے متعلق پوچھا تو اس نے آپ کو اپنا نام بتایا، آپ نے فرمایا تو عبداللہ ہے پس وہ مسلمان ہوگیا اور اس کی اولاد میں سے ایک شخص نے کہا ہے

میرے دادا عبد عوف کو تمام ہوازن نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کے لیے ایلچی منتخب کیا اور وفد کے ممبران میں قبیصہ بن المخارق بھی تھا اس نے کہا یا رسول اللہ، میں نے اپنی قوم کی طرف سے ضمانت اٹھائی ہے

اس میں میری مدد کیجیے آپ نے فرمایا جب صدقات آئیں گے تو اس میں سے ضمانت کی رقم تیری ہوئی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ زیاد بن عبداللہ بن مالک بن بجیر الہلالی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور جب وہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی حضرت میمونہ بنت الحارث کے گھر کی طرف گیا اور آپ زیاد مذکور کی خالہ تھیں اور اس کی ماں غرۃ بنت الحارث تھی اور وہ ان دنوں جوان تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو وہ آپ کے پاس تھا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے تو حضرت میمونہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ میری بہن کا بیٹا ہے پس آپؐ حضرت میمونہ کے پاس آئے پھر مسجد کی طرف چلے گئے اور زیاد بھی آپ کے ساتھ تھا، آپ نے ظہر کی نماز پڑھی پھر زیاد کو قریب کیا اور اس کے لیے دُعا کی اور اپنا ہاتھ اس کے سر پہ رکھا پھر اُسے اس کے ناک کی جانب اُتارا اور بنو ہلال کہا کرتے تھے، ہم ہمیشہ ہی زیاد کے چہرے میں برکت تلاش کرتے تھے۔

(۲۳)

وفد بکر بن وائل

بکر بن وائل، یہ لوگ بنی اسد بن نزار بن معد بن عدنان کا عظیم قبیلہ ہیں اور بکر بن وائل سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں جن میں سے بنو حنیفہ، بنو عجل اور بنو شیبان ہیں، بکر بن وائل جزیرہ عرب کے دُور دراز علاقوں پہ قابض ہیں جو یمامہ سے بحرین تک ممتد ہیں اور بکر بن وائل کو جاہلیت اور اسلام میں بڑی شان حاصل تھی اور انہوں نے اسلام سے قبل عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک شہر قائم کی اور وہ علاقہ آج تک دیار بکر کے نام سے موسوم ہے اور یہ لوگ اسلام

سے قبل ایرانی شہنشاہیت سے جنگ کرتے تھے لیکن جب حضرت خالد بن ولید کی فوج عراق آئی تو یہ ایرانیوں کے حلیف تھے اور یہ عیسائی تھے۔

اور ان کا وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، کیا آپ قس بن ساعدہ کو جانتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تم میں سے نہیں تھا یہ شخص ایاد میں سے تھا جو جاہلیت میں موحد ہو گیا تھا اور عکاظ آیا اور لوگ اکٹھے ہوئے تھے اور یہ ان سے وہ گفتگو کرنے لگا جو اس نے اس سے یاد کی تھی اور وفد میں بشیر بن الخصاصیہ[1] بھی تھا۔

(۲۴)

وفد تغلب

تغلب، عظیم عدنانی قبیلہ ہے ان کا جدِ اعلیٰ ربیعہ بن معنر تھا اور تغلب سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں اور تغلب نے اسلام سے قبل عراق میں سنجار اور نصیبین کی طرف رہائش اختیار کی اور ان کے دیار عراق میں دیارِ ربیعہ کے نام سے معروف ہیں، تغلب نے ۱۲ھ میں رومیوں کی جانب سے مسلمانوں سے جنگ کی کیونکہ ان میں نصاریٰ بھی تھے۔ علاوہ ازیں انہوں نے ۱۳ھ مسلمانوں کی جانب سے ایرانیوں سے جنگ کی۔

اور ان میں سے ایک مختلط وفد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

---

[1] اس کا نام زحم تھا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بشیر رکھا اور وہ بنی شیبان میں سے تھا یہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا اور بصرہ میں سکونت اختیار کی آپ رواۃ الحدیث میں سے تھے، آپ سے ابو المثنیٰ العبدی نے روایت کی ہے۔

آیا ان میں کچھ نصاریٰ بھی تھے اور وہ سولہ آدمی تھے نصاریٰ کے سوا دوسرے آدمی مسلمان ہوگئے اور نصاریٰ اپنی نصرانیت پر قائم رہے پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو عطیات دیے اور نصاریٰ سے مصالحت کی اور انہیں ان کے دین پر قائم رہنے دیا۔

۲۵

وفد حنیفہ

بنو حنیفہ اعظیم قبیلہ ہے جو ربیعہ بن نزار کے عدنانیوں میں سے ہے، جو بکر بن وائل سے کم ہے ان کی منازل، یمامہ میں واقع ہیں اور بنو حنیفہ زبردست جنگجو قبائل میں شمار ہوتے ہیں، یہ اسلام سے مرتد ہوگئے اور ان کے علاقے میں ارتداد کے زبردست معرکے ہوئے جن میں مسلمانوں نے علی الاطلاق حصّہ لیا، ان کا وفد سنہ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی شامل تھا جسے بعد ازاں کذاب کا لقب دیا گیا کیونکہ اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور الرحال بن عنفوہ بھی تھا جس نے قرآن سیکھا پھر مرتد ہوگیا اور وہ مسیلمہ کذاب کے داعی کے قائم مقام تھا اور یہ دونوں جنگ یمامہ میں مارے گئے۔

اور وفد کے تمام ممبران نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق کی شہادت دی، پھر بعد ازاں ان میں ارتداد پیدا ہوگیا اور جب انھوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو انھوں نے مسیلمہ کو اپنے خیموں میں پیچھے چھوڑا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ہر ایک کو چاندی کے پانچ اوقیے دیے اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم نے اپنے ایک ساتھی کو اپنے خیموں میں پیچھے چھوڑا ہے کہ وہ ہمارے لیے ان کی دیکھ بھال کرے اور ہماری سواریوں کی حفاظت کرے،

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بھی اتنا ہی عطیہ دینے کا حکم دیا جتنا انہیں دیا تھا اور فرمایا ، وہ تمہاری سواریوں اور تمہارے خیموں کی حفاظت کرنے کی وجہ سے بڑے مقام پر نہیں ہے مسیلمہ سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو وہ خبیث کہنے لگا آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کے بعد یہ کام میرے سپرد ہونے والا ہے پس وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے اور ان کے پاس کلیسا میں ایک راہب تھا جب اس نے ان کے مؤذن کو، توحید کی اذان دیتے سُنا تو کہنے لگا یہ حق بات ہے پھر مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور الرحال بن عنفوہ نے اس کی گواہی دی کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امر (نبوت) میں شریک کیا ہے پس لوگ اس سے فتنہ میں پڑ گئے جس سے بنی حنیفہ اور اسلامی فوجوں کے درمیان تباہ کن جنگیں ہوئیں۔

(۲۶)

وفد بنی شیبان

شیبان ایک عظیم قحطانی قبیلہ ہے جو بکر بن وائل سے متفرع ہوتا ہے اور ان میں سے جاہلیت اور اسلام میں ممتاز جنگی کمانڈر ہوئے ہیں اور جاہلیت میں ان میں سے ہانی بن مسعود ہوا ہے جس نے معرکہ ذوقار میں عربوں کی کمان کی اور اس میں ایرانیوں کو شکست دی اور کامیاب سالار المثنیٰ بن حارثہ بھی ہوا ہے جس نے عراق میں بہادرانہ جنگیں کی ہیں اور بھی بہت سے جنگی کمانڈر ہوئے ہیں اور وہ نجدی قبائل میں سے تھے اور آغازِ اسلام میں انہوں نے عراق میں دجلہ کے شرقی علاقہ کو وطن بنا لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والا بنی شیبان کا ایلچی حریث بن حسان[1] شیبانی تھا۔

---

[1] اسد الغابہ میں بیان ہوا ہے کہ صحیح ترین قول یہ ہے کہ اس کا نام الحارث تھا پھر

اور قیلہ بنت مخرمہ[1] نے ایک طویل حدیث میں جس کا ذکر ابن سعد نے طبقات جلد ا ۳۱۸/۳۱۷ پر کیا ہے، بیان کیا ہے کہ میں حریث ـــــ جو راست باز آدمی تھا ـــــ کے ساتھ روانہ ہوئی حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ لوگوں کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے اور نماز اس وقت کھڑی کی گئی جب فجر طلوع ہوئی اور ستارے آسمان میں ملے جلے تھے اور لوگ تاریکی شب کے باعث ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے میں نے بھی مردوں کے ساتھ صف بنائی اور میں جاہلیت سے نئی نئی آنے والی عورت تھی، مجھے ایک شخص نے جو صف میں میرے نزدیک تھا، کہا تو عورت ہے یا مرد؟ میں نے کہا میں عورت ہوں، اس نے کہا ہوسکتا ہے تو مجھے فتنہ میں ڈال دے، اپنے پیچھے عورتوں کے ساتھ نماز پڑھ ـ کیا دیکھتی ہوں کہ عورتوں کی ایک صف حجروں کے پاس بن گئی ہے میں نے داخل ہوتے وقت اسے نہ دیکھا تھا پس میں ان میں شامل ہوگئی حتیٰ کہ جب سورج طلوع ہوا تو میں قریب ہوئی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اس نے قیلہ کے ساتھ اس کا واقعہ بیان کیا ہے اور یہ الحارث بنی ذہل بن شیبان سے تھا اور حارث سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر فرما رہے تھے، بکر بن وائل کی طرف فوج بھیجو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں عاد کے ایلچی کی طرح ہوں ـ

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) قیلہ بنت مخرمہ غنویہ تمیمیہ، ابن اثیر نے اس کے حالات میں اسد الغابہ میں صرف اس کے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا واقعہ بیان کیا ہے ـ

میں نے ایک خوش منظر اور تندرست آدمی کو دیکھا ، میری نگاہ اس طرف اٹھی تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے اوپر دیکھوں ، حتیٰ کہ وہ شخص آیا ـــــ اور سورج بلند ہو چکا تھا ـــــ اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ' اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دو پھٹے پرانے کپڑے بندھے تھے جن پہ زعفران چھڑکا ہوا تھا اور آپ کے پاس کھجور کے درخت کی بے چھال شاخ تھی جس کے سرے پر صرف دو پتے تھے اور آپ اکڑوں بیٹھے تھے اور جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاجزانہ طور پہ بیٹھے دیکھا تو میں خوف سے کانپ گئی اور آپ کے ہمنشین نے کہا یا رسول اللہ سکینہ لرز گئی ہے ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپ نے میری طرف نہ دیکھا اور میں آپ کی پُشت کے نزدیک تھی ۔ اسے سکینہ تجھ پر سکون ہونا لازم ہے ، جب آپ نے یہ بات کہی تو میرے دل میں جو رُعب داخل ہوا تھا وہ اللہ نے دُور کر دیا۔

اور حریث بن حسان آگے بڑھا اور اس نے اسلام پر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور اس کی قوم نے بھی کی اور ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حرملہ بن عبد اللہ[1] روانہ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا پھر کوچ کر گیا پھر واپس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ مجھے کیا کام کرنے کا حکم دیتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا اے حرملہ نیکی کر اور بُری بات سے اجتناب کر پھر وہ واپس گیا اور اپنی اونٹنی کے پاس آیا پھر واپس گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ آپ مجھے کیا کام کرنے کا حکم دیتے ہیں ؟ آپ نے فرمایا اے حرملہ نیکی کر اور بُری بات سے اجتناب کر اور اس بات کی طرف دیکھ کہ جب تو لوگوں

---

[1] حرملہ بن عبد اللہ بن ایاس تمیمی عنبری ، ابن اثیر نے اس کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جو ہم نے درج کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ اسے بصریوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

کے پاس سے اُٹھے تو تیرا کان اس بات کو پسند کرے جو وہ تیرے متعلق کہیں تو ہاتھ سے نکلا ہوا کام بھی تجھے حاصل ہو جائے گا اور جب تو ان کے پاس سے اُٹھے تو وہ جو بات تیرے متعلق کریں تو اُسے ناپسند کرے تو اس سے اجتناب کر[1]

(۲۷)

وفدِ طیٔ

طیٔ ایک عظیم قحطانی قبیلہ ہے اور یہ کہلان سے ہیں، بنو طیٔ بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان، ان سے متعدد بطون، متفرع ہوتے ہیں اور ان کی منازل یمن میں ہیں پھر ازد کے خروج کے بعد یہ لوگ وہاں سے نکل آئے اور نجد میں بنی اسد کے پڑوس میں اترے پھر ان کے دو پہاڑوں اجا اور سلمیٰ پر ان کو مغلوب کر لیا اور دونوں پہاڑوں پر ٹھہر گئے اور طیٔ، جاہلیت اور اسلام میں خوفناک حربی قوت تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب ارتداد کے فتنے پیدا ہوئے تو طیٔ نے بھی ارتداد اختیار کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے مبارک سردار عدی بن حاتم نے انہیں ارتداد کے خیال سے روک دیا اور وہ حضرت خالد بن ولید کے پہلو میں ایک زبردست طاقتور قوت بن گئے جس سے آپ نے بنی اسد کے مرتدین سے جنگ کی اور ۱۲ھ میں عراق کی جنگ میں طیٔ نے المثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ ایران کے مجوسیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں شاندار کردار ادا کیا۔

ان کے پندرہ آدمیوں کا وفد مشہور شہسوار زید الخیل[2] کی سربراہی میں مدینہ آیا اور جب یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ان پر اسلام پیش کیا اور ان میں سے ہر شخص کو چاندی کے پانچ اوقیے دیے اور حضرت

---

[1] طبقات ابن سعد صفحہ ۳۲۱، ۳۲۲ [2] آپ کا نام زید بن مہلہل بن منہب الطائی تھا

زید الخیل کو بارہ اوقیے اور ان کے سردار ہونے کے لحاظ سے عمدہ خوشبو بھی دی۔
اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید الخیل کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے — عرب کے جس جوان کا ذکر مجھ سے کیا گیا میں نے اُسے زید کے سوا اس بیان سے کمتر پایا جو میرے پاس بیان کیا گیا بلاشبہ آپ میں جو باتیں پائی جاتی ہیں اس نے وہ سب نہیں پہنچائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام زید الخیر رکھا اور "اسں" کے ساتھ دو زمینیں آپ کو جاگیر دیں اور یہ آپ کو لکھ دیں، آپ اپنی قوم کے پاس واپس جانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے نکلے اور جب حضرت زید نجد کے علاقے میں اس کے پانیوں میں سے ایک پانی پر پہنچے تو آپ کو وہاں بخار نے آلیا اور آپ فوت ہو گئے۔ اور ہم اس کتاب میں پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

آپ بہت اچھے مسلمان تھے جب آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ نے ان سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا زید الخیل، آپ نے فرمایا بلکہ آپ زید الخیر ہیں، انھوں نے پوچھا میں اس شخص کے متعلق اللہ کی علامت پوچھتا ہوں جسے وہ وہ نہیں چاہتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا آپ نے صبح کیسے کی ہے ؟ آپ نے کہا میں نے نیکی اور نیکی کرنے والوں کو اور اس پر عمل کرنے والوں کو پسند کرتے ہوئے صبح کی ہے اور اگر میں اس پر عمل کروں تو اس کے ثواب کو پاؤں گا اور اگر اس سے کوئی چیز مجھ سے ضائع ہو جائے تو میں اس پر غم کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا یہی اللہ کی علامت ہے اس شخص کے بارے میں جسے وہ چاہتا ہے اور نہیں چاہتا اور اگر وہ آپ کے متعلق دوسری بات کا ارادہ کرتا تو آپ کو اس کے لیے تیار کر دیتا پھر اللہ پرواہ نہیں کرے گا کہ آپ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔

حضرت عدی بن حاتم اور ان کے اسلام لانے کے واقعہ کو مفصل بیان کر چکے ہیں۔

(۲۸)

وفدِ تُجیب

تُجیب، کندہ کا ایک بطن ہیں اور یہ حضرموت کے وسط میں الکسر میں رہتے تھے اور الہدانی کے عہد میں یہ پندرہ سو آدمی تھے جن میں چار گھڑسوار تھے۔
یہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان کا وفد تیرہ آدمیوں کا تھا اور یہ اپنے ساتھ اپنے اموال کی زکوٰۃ بھی لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے خوش ہوئے اور فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو اور ان کی عزت کی اور انہیں عطیات دیے اور حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ ان کی خوب ضیافت کریں اور انہیں خوب عطیات دیں پس آپ نے ان کو وفود سے زیادہ عطیات دیے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم میں سے کوئی شخص باقی رہ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ایک نوجوان کو ہم نے اپنے خیموں میں چھوڑا ہے اور وہ ہم سے نوعمر ہے آپ نے فرمایا اُسے ہمارے پاس بھیجنا، پس وہ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں ان لوگوں کے بیٹوں میں سے ہوں جو ابھی آپ کے پاس آئے تھے اور آپ نے ان کی ضرورتیات پوری کی ہیں میری ضرورت بھی پوری کریں آپ نے پوچھا تیری ضرورت کیا ہے اس نے کہا اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل میں غنا ڈال دے آپ نے فرمایا۔ اے اللہ اسے بخش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل میں غنا ڈال دے پھر آپ نے اسے اسی کی مانند حکم دیا جو آپؐ نے اس کے اصحاب میں سے ایک شخص کو دیا تھا پس وہ اپنے علاقے

کو واپس چلے گئے اور جب وہ سنہ ھ میں منیٰ میں حج کے اجتماع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے ان سے اس نوجوان کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا اللہ نے اسے جو رزق دیا ہے ہم نے اس کی مانند اس پر اس سے بڑا قانع نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھے امید ہے کہ ہم سب اکٹھے مریں گے۔

(۲۹)

وفد خولان

خولان، یمن کے قحطانی قبائل میں سے ہیں اور یہ کہلان میں سے ہیں اور بنو خولان بن عمرو بن مالک بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا ہیں اور ان خولانیوں کے دیار، صنعاء کے مشرق میں ہیں اور وہاں ایک دوسرا قبیلہ بھی ہے جسے آج کل خولان ابن عامر کہا جاتا ہے اور ان کی منازل، صعدۃ کے شمال میں واقع ہیں اور اسح قول کے مطابق یہ قضاعہ میں سے ہیں۔

اور یہ خولان، جن کے ذکر کے ہم درپے ہیں، اسلامی فتوحات میں ان کی بڑی شان ہے اور ان میں کامیاب فوجی کمانڈر ہوئے ہیں جن میں سے السمح ابن ملک خولانی امیر خولانی امیر اندلس بھی ہے جس نے دوسری صدی ہجری کے اوائل میں جنوبی فرانس کی بیخ کنی کر دی اور شہر (طولوز) پر قابض ہو گیا اور مسلسل قریب زمانے تک اس میں ایک سڑک کا نام اس کے نام پر السمح تھا اور فرانسیسی زبان میں اسے (ربیا الزاما) —— WIA AZZAMMA کہتے ہیں یعنی شارع السمح۔ اس بات کا ذکر امیر شکیب ارسلان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب (فتوحات العرب فی اوربا وجزائر البحر الابیض المتوسط) میں کیا ہے۔

خولان کا وفد (اور وہ پندرہ آدمی تھے) شعبان سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم اللہ پر ایمان لانے والے

اور اس کے رسول کی تصدیق کرنے والے ہیں اور ہم آپ کے پاس اونٹوں پر سفر کر کے آئے ہیں اور سخت اور نرم زمینوں پر چلے ہیں اور یہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے اور ہم آپ کی ملاقات کو آئے ہیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ جو تم نے میرے پاس آنے کا ذکر کیا ہے تو آپ کے اونٹوں نے ہر قدم جو اٹھایا ہے اس کے بدلے میں تمہیں ایک نیکی ملے گی اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم ملاقات کو آئے ہیں، بلاشبہ جس نے مدینہ میں میری ملاقات کی وہ قیامت کے روز میرا پڑوسی ہوگا۔

پھر آپ نے ان سے ان کے بت کے متعلق پوچھا جس کی وہ پرستش کرتے تھے اور اس کا نام (عم انس) تھا انہوں نے کہا اس کے بدلے میں اللہ نے ہمیں وہ چیز دے دی ہے جو آپ لائے ہیں مگر ایک بڑھیا یا ایک بہت بوڑھا اس سے تمسک کیے ہوئے ہیں اور اگر ہم اس کے پاس گئے تو اُسے توڑ دیں گے انشاء اللہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلامی قوانین کی تعلیم دی اور انہیں عہد کے پورا کرنے اور امانت کے ادا کرنے اور پڑوسی سے حسن سلوک کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں پھر انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور آپ نے ان میں سے ہر ایک کو چاندی کے بارہ اوقیے اور عمدہ خوشبو عطیۃً دی اور جب وہ اپنے علاقے کو واپس گئے تو انہوں نے اپنے بت (عم انس) کو توڑ کر گرہ کھولی اور جو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حرام قرار دی تھیں انہیں حرام قرار دیا اور جو ان کے لیے حلال کی تھیں انہیں حلال کیا (نہایۃ الارب للنویری، تاج العروس للزبیدی جلد ۶ صفحہ ۱۵۲ جلد ۷ صفحہ ۳۱۲، صفۃ جزیرۃ العرب للہمدانی صفحہ ۵۳، ۵۴، طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۲۴)

(۳۰)

وفد جعفی

جعفی، قحطانی یمانی قبیلہ ہے، یہ سعد العشیرۃ بن مالک کہلانی سے جو مذحج سے

ہے اپنی منازل کے درمیان اور صنعاء کے درمیان ۲۴ فرسخ اُترتے ہیں، ان میں سے دو آدمی، قیس بن سلمہ بن شراحیل اور سلمہ بن یزید بن مشجعہ جو ماں جائے بھائی تھے آئے اور مسلمان ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم دل نہیں کھاتے؟ دونوں نے جواب دیا ہاں آپ نے فرمایا، تمہارا اسلام صرف کھانے سے مکمل ہوگا اور آپ نے ان دونوں کے لیے دل منگوایا اور بھونا پھر آپ نے اُسے سلمہ بن یزید کو دیا اور جب اس نے اُسے پکڑا تو اس کا ہاتھ تھر تھرکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا اسے کھا تو اس نے اُسے کھا لیا۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سلمہ کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کی نقل یہ ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے قیس بن سلمہ بن شراحیل کے لیے

میں نے آپ کو مرّان اور اس کے حلیفوں اور حریم اور اس کے حلیفوں اور الکلاب اور اس کے حلیفوں پر جو نماز پڑھے اور زکوٰۃ دے اور اپنے مال سے صدقہ دے اور اُسے پاک کرے، امیر مقرر کیا ہے۔

پھر وہ دونوں کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ہماری ماں ملیکہ بنت الحلو قیدیوں کو چھڑاتی اور تنگدست کو کھانا کھلاتی اور مسکینوں پر رحم کرتی تھی اور وہ فوت ہو گئی ہے اور اس نے اپنی چھوٹی بچی کو زندہ درگور کر دیا تھا اس کا کیا حال ہے آپ نے فرمایا زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کی جانے والی دوزخ میں ہیں تو وہ دونوں ناراض ہو کر کھڑے ہو گئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری طرف واپس آؤ اور فرمایا اور میری ماں بھی تم دونوں کی ماں کے

سلہ آج کل یہ صنعاء کے شمال مشرق میں پایا جاتا ہے اور اسے بیت مران کہا جاتا ہے اور یہ بلادِ اُرحب میں سے ہے۔

ساتھ ہے (یعنی دوزخ میں ہے) پس دونوں نے انکار کیا اور یہ کہتے چلے گئے خدا کی قسم اس شخص نے ہمیں دل کھلایا ہے اور اس کا خیال ہے کہ ہماری ماں دوزخ میں ہے یہ اس قابل ہے کہ اس کی اتباع نہ کی جائے اور دونوں چلے گئے اور ابھی وہ راستے میں تھے کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو ملے جس کے پاس صدقہ کے اونٹ تھے ان دونوں نے اُسے باندھ دیا اور اونٹوں پر قبضہ کرلیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ملی تو آپ نے ان دونوں پہ ان کے ساتھ لعنت کی جن پر آپ لعنت کیا کرتے تھے۔

ہاں جعفی کا ایک اور شخص رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے دو بیٹے بھی تھے وہ مسلمان ہوگئے اور وہ عمرو بن ذھل بن مرار بن جعفی اور اس کے دونوں بیٹے سبرۃ اور عزیز تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزیز سے فرمایا تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا عزیز، آپؐ نے فرمایا اللہ کے سوا کوئی عزیز نہیں، تو عبدالرحمٰن ہے تو وہ مسلمان ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن ذھل کو یمن میں ایک وادی جاگیر دی جسے حُردان کہا جاتا ہے۔

(۱۳)

وفد صُداء

صداء، کہلان کا ایک بطن ہے جو قحطان سے ہے اور یہ لوگ اہل یمن میں سے ہیں (معجم قبائل العرب جلد ۲ صفحہ ۶۳۶) رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں حنین سے واپسی کے بعد ایک جنگی فوج بنائی جو چار جوانوں پہ مشتمل تھی اور ان کی کمان حضرت سعد بن عبادہ کو عطا کی اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان کے ساتھ بلاد صداء پہ حملہ کریں، پس انہوں نے مدینہ کے شمال میں وادی قناۃ میں پڑاؤ کیا، اس فوج نے قبیلۂ صداء کے ایک آدمی کو اطلاع دی تو وہ جلد

سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مطالبہ کرتے ہوئے آیا کہ اس فوج کو جو حضرت سعد بن عبادۃ کی کمان میں ہے روک دیا جائے اس نے کہا میرے پیچھے جو لوگ ہیں میں ان کی طرف سے آپ کے پاس ایلچی بن کر آیا ہوں، فوج کو واپس سے آئیے میں اپنی قوم کا آپ کے پاس ضامن ہوں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں واپس کر دیا اور اس شخص نے بھی سچ کہا، پس صداء میں سے پندرہ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور ان کی قوم کے لوگ پیچھے تھے ان کی طرف سے آپ کی بیعت کی، پس اسلام ان میں پھیل گیا اور جب دسویں سال حجۃ الوداع ہوا تو ان میں سے ایک سو آدمی نے رسولِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے اسلام کی ضمانت دی تھی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کو واپس بلا لیا تھا وہ زیاد بن الحارث الصدائی تھا پس جب وہ ان کے ساتھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے فرمایا اے صداء کے بھائی بلاشبہ تو اپنی قوم میں مطاع ہے۔

(۳۲)

وفد مراد

مراد کہلان میں سے قحطانی یمانی مذحجی قبیلہ ہے اور بنو مراد بن مذحج ہیں اور وہ مالک بن اُدد ہے ان کے علاقے زبید کی جانب ہیں جو یمن میں ہے اور آج کل قبیلہ مراد، یمن کے جنوب مشرق میں آباد ہے اور ان کا دار الخلافہ (الجوبۃ) ہے اور وہ مارب، ردلاع اور حریب کی مثلث میں ہیں۔

مراد کی طرف سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے والا ایلچی، فروہ ابن مسیک تھا، اس نے اسلام قبول کیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا اور

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اس کی قوم مراد، زبید اور مذحج سب پر امیر مقرر کیا اور اس کے ساتھ حضرت خالد بن سعید بن العاص اموی کو صدقہ کا عامل بنا کر بھیجا اور وہ اس کے ساتھ ہی تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور جب یمن میں ارتداد ہوا تو فروہ بن مسیک اپنے اسلام پر قائم رہا اور اس نے اسود عنسی اور اس کے مرتد مددگاروں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی۔

(۴۳)

وفد زبید

زُبید، نام متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہاں جس زبید کا ذکر ہے وہ مذحج بن صعب بن سعد العشیرۃ ہیں جو بنی زبید بن کہلان ہیں اور یہ مشہور شہسوار عمرو بن معدیکرب زبیدی کی قوم ہیں اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا ان کا عمرو بن معدی کرب تھا، وہ آپ کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا اور آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لایا اور عمرو اپنی قوم کی طرف واپس گیا تو ان کا سردار فروہ بن مسیک مرادی تھا کیونکہ وہ سب مذحج سے تھے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تو معدی کرب اسلام سے مرتد ہو گیا اور کذاب متنبی اسود عنسی کے ساتھ شامل ہو گیا اور عمرو، خلافتی فوج کی ایک یونٹ کی قید میں آ گیا اور اسے قیدی بنا کر مدینہ لائے تو حضرت خلیفہ اوّل نے اُسے معاف کر دیا وہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا اور وہ یرموک، قادسیہ اور ... کے معرکوں میں مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوا اور اس نے اور طلیحہ بن ... اسدی نے جس نے دعوئ نبوت کیا اور پھر توبہ کر لی تھی، معرکہ نہاوند ... شہادت پائی۔

(۳۴)
وفد کندہ

کندہ، عظیم قحطانی حضرمی قبیلہ ہے، اسلام سے قبل اس میں بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں اور ان کی حکومت، نجد، یمن اور حجاز تک پھیلی ہوئی تھی (معجم قبائل العرب جلد ۳ صفحہ ۹۹۸)

اور کندہ، بنو کندہ ہیں، اس کا نام ثور بن عفیر بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید ابن کہلان تھا اور ثور کو (کندہ) کا نام اس لیے دیا گیا کہ اس نے اپنے باپ کا کفرانِ نعمت کیا، ان کی منازل حضرموت میں الکسر میں واقع ہیں اور حضرموت کے شمال کی طرف وسیع مسافتوں تک پھیلی ہوئی ہیں اور حضرموت میں ان کے بہت سے بطون متفرق ہو گئے ہیں اور صدرِ اوّل میں اسلام کے اقتدار کے زمانے میں کندہ کو حربی لحاظ سے بڑی شان حاصل تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کندہ، اسلام سے مرتد ہو گئے اور المہاجر بن امیہ اور حضرت عکرمہ بن ابوجہل نے ان کو عاجز کر دیا اور ان کا بادشاہ اشعث بن قیس، قید ہو گیا اور حضرت خلیفہ اوّل نے اُسے معاف کر دیا اور وہ مسلمان ہو گیا اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہوا۔ ۹ھ میں اسی سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ان کا سردار اشعث بن قیس تھا، یہ لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آپ کے پاس آئے انھوں نے کنگھی کی اور سُرمہ لگایا اور وہ یمنی چادر اوڑھے ہوئے تھے اور ان کے کناروں پر ریشم لگایا ہوا تھا اور وہ سونے سے مڑھا ہوا دیباج پہنے ہوئے تھے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا، کیا تم مسلمان نہیں ہوئے؟ انھوں نے کہا ہاں ہوئے ہیں آپ نے فرمایا پھر تم پر جو ریشم اور سونا ہے اس کا کیا حال ہے تو انھوں نے

اُسے پھینک دیا اور اشعث نے کہا ہم بنو آکل المراد ہیں ..... اور آکل الحارث بن عمرو بن حجر بن عمرو بن معاویہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن معاویہ بن کندی تھا اور اُسے آکل المرار کا نام اس لیے دیا گیا تھا کہ عمرو بن الہبولہ غسانی نے ان پر غارت گری کی اور حارث موجود نہ تھا سو اس نے غنیمت حاصل کی اور عورتوں کو قیدی بنایا اور جن عورتوں کو اس نے قیدی بنایا ان میں اُم اناس بنت عوف بن محلم الشیبانی بھی تھی جو حارث بن عمرو کی بیوی تھی، وہ عمرو بن الہبولہ سے ـــــ اس کے سفر کے دوران ــ کہنے لگی، گویا میں سخت سیاہ چیک والے آدمی کے ساتھ ہوں گویا اس کے ہونٹ آکل مرار اُونٹ کے ہونٹ ہیں، اس نے تیری گردن پکڑ لی ہے، یعنی اس کے خاوند حارث نے، پس اس روز سے حارث کا نام آکل المرار پڑ گیا اور حارث نے عمرو بن الہبولہ اور اس کی قوم کا پیچھا کیا اور اُسے جا ملا اور اُسے قتل کر دیا اور اپنی بیوی کو اور اس نے جو غنائم حاصل کی تھیں انہیں چھڑا لیا۔

(۳۵)

وفد الأزد

اَزْد، عرب کی عظیم تر اور مشہور تر اقوام میں سے ایک قوم ہے جو ازد بن الغوث بن بنت بن مالک بن کہلان قحطانی کی طرف منسوب ہوتی ہے، ازد، چار عظیم فروع میں متفرع ہوئے ہیں ـ

۱ ـ اَزْد شنوءۃ ، ان کی نسبت، کعب بن عبد اللہ بن مالک ابن نصر بن الازد کی طرف ہے اور ان کی منازل السراۃ میں ہیں اور یہ تثلیث میں تربہ اور بیشہ کی وادیاں ہیں ـ

۲ ـ اَزْد غسان، ان کی منازل، جزیرہ نما عرب میں ہیں پھر اُنھوں نے شام کو وطن بنا لیا اور وہاں اپنی حکومت کی بنیاد رکھی ـ

۳ - ازد السراۃ ، ان کی منازل، جبال میں ہیں جو اب تک اس نام سے مشہور ہیں۔ (جبال السراۃ)

۴ - ازد عمان ، ان کی منازل عمان میں ہیں ، جہاں انھوں نے اسلام سے قبل اپنے لیے ایک عظیم حکومت کی بنیاد رکھی ۔

ان کا اصل وطن ، مارب یمن ہے جو ارض سبا سے ہے اور جب سد پھٹ گئی اور گرنے لگی تو انھوں نے ہجرت کی اور شہروں میں پراگندہ ہو گئے اور ان میں سے اوس اور خزرج کے وہ لوگ بھی ہیں جنھوں نے یثرب کو وطن بنا لیا اور خزاعہ، مکہ چلا گیا اور وادعہ ، بجمد ، خزام اور عتیک وغیرہ عمان چلے گئے اور غامد ، یشکر، بارق اور میدعان وغیرہ السّراۃ چلے گئے اور جفنہ ، آل محرق بن عمرو بن عامر (مزیقیا) اور قضاعہ شام چلے گئے ۔

اور مارب سے ہجرت کے بعد انہیں بڑی شان حاصل ہو گئی اور یہ شام و عراق اور یثرب و عمان میں بادشاہ تھے اور یہ بات ذکر کرنے کے لائق ہے کہ طی کا عظیم قبیلہ ، قبیلہ ازد سے اترتا ہے ۔

ان کا وفد ۹ھ میں صرد[1] بن عبد اللہ کی سربراہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] صرد بن عبد اللہ ازدی ، ابن حجر نے اصابہ میں اور ابن اثیر نے اسد الغابہ میں اس کا ذکر کیا ہے اور اپنی قوم کے ساتھ اس کے آنے کا واقعہ بیان کیا ہے ، رسول کریم صلی اللہ کی وفات ہوئی تو صرد ، جرش پر آپ کا امیر تھا اور میں نے دار آل مقبول (الباشمیل) کی لائبریری میں ایک قلمی نسخہ دیکھا ہے کہ الباشمیل وہ لوگ ہیں جو العبر کو چھوڑ کر حضرموت کے شمال میں ہے وادی لیسر میں العرسمہ کی طرف آ گئے وہ صرد بن عبد اللہ ازدی کی طرف انتساب کرتے ہیں اور وہ حضرموت کے وسط میں العرسمہ کی طرف تقریباً تین سو سال سے آئے ہوئے ہیں ۔

کے پاس آیا اور جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انھوں نے آپ سے گفتگو کی اور آپ ان کی علامت اور لباس دیکھ کر حیران رہ گئے آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا مومنین ہیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا ہر قول کی کوئی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان اور قول کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے کہا پندرہ خصلتیں، ان میں سے پانچ کے متعلق آپ کے ایلچیوں نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر ایمان لائیں اور ان میں سے پانچ کے متعلق آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان پر عمل کریں اور ان میں سے پانچ ہم نے جاہلیت میں اپنائی ہیں اور ہم ان پر قائم ہیں، سوائے اس کے کہ آپ ان میں سے کسی کو ناپسند کریں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ پانچ کونسی ہیں جن کے متعلق میرے ایلچیوں نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور بعث بعد الموت پر ایمان لائیں آپ نے فرمایا اور وہ پانچ کونسی ہیں جن کے متعلق میں نے تمہیں حکم دیا ہے کہ ان پر عمل کرو؟ انھوں نے کہا آپ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم لا الہ الا اللہ کہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور رمضان کے روزے رکھیں اور استطاعت کی صورت میں بیت اللہ کا حج کریں آپ نے فرمایا اور وہ پانچ کونسی ہیں جو تم نے جاہلیت میں اپنائی ہیں؟ انھوں نے کہا، فراخی کے وقت شکر کرنا، اور مصیبت کے وقت صبر کرنا اور قضاو قدر پر راضی رہنا اور میدان کارزار میں ثابت قدم رہنا اور شماتت اعداء کو ترک کرنا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ حکماء علماء ہیں، قریب ہے کہ یہ اپنی سمجھ داری سے انبیاء ہو جائیں، پھر آپ نے فرمایا اگر تم ایسے ہی ہو جیسے تم بیان کرتے ہو تو میں اضافہ کر کے تمہارے لیے ان کو مکمل بیس کر دیتا ہوں جو چیز تم کھاتے نہیں اس کو جمع نہ کرو۔ اور جس میں رہتے نہیں اسے تعمیر نہ کرو اور اس چیز کی رغبت نہ کرو جسے کل تم چھوڑنے والے ہو اور اس چیز میں رغبت کرو جس کی طرف تم نے جانا ہے اور اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

پس وہ واپس چلے گئے اور انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔[1]

مؤرخین، اصحاب الحدیث اور سوانح نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرد بن عبداللہ کو اس کی قوم کے مسلمانوں پر امیر مقرر کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے مسلمانوں کے ساتھ ان لوگوں سے جو یمن کی بعض بالکوں میں شرک پر قائم ہیں، جہاد کرے۔

اور جرش (یہ ایک مضبوط اور بند شہر ہے) میں قلول کے قبائل شرک پر قائم تھے سو امیر صرد ان کی طرف گیا اور تقریباً ایک ماہ تک ان کے شہر کا محاصرہ کیا مگر اس پر فتح کرنا دشوار ہوا تو صرد نے ایک جنگی تدبیر کی جس میں مشرکین کو پھنسا دیا اس نے جرش شہر کی فصیلوں کے سامنے سے شکست کا اظہار کرتے ہوئے ریٹائرمنٹ کی حتیٰ کہ جبل شکر تک پہنچ گیا اور جرش کے باشندے اس کے تعاقب میں نکلے حتیٰ کہ انھوں نے اسے جبل میں آلیا ان کا خیال تھا کہ وہ شکست خوردہ ہوکر بھاگا ہے پس اس نے اپنے جوانوں سے ان پر حملہ کر دیا اور انہوں نے انہیں خوب قتل کیا پھر جنگ رُک گئی اور اہل جرش، ہدایت کی طرف پلٹے اور انھوں نے اپنے میں سے ایک وفد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور وہ مسلمان ہو گئے اور حسنِ اسلام سے آراستہ ہو گئے اور وہ خثعم وغیرہ سے تھے۔

(۳۶)

وفد الصدف

الصدف کا نام تین قحطانی قبائل پر بولا جاتا ہے دو قبیلے حضرمی ہیں اور

---

[1] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۱۶۰-۱۷۰

ایک قبیلہ یمانی حمیری ہے (دیکھیے معجم قبائل العرب جلد ۲ صلا ۶۳۷) اور یہ لوگ ، جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان تین قبائل میں سے کس سے تعلق رکھتے تھے ، ابن سعد نے طبقات جلد ۱ صلا ۳۲۹ پر شرجیل بن عبدالعزیز سے اس کے آباء کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ـــــ ہمارا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ دس پندرہ آدمی تھے جو اپنی اونٹنیوں پر تہبند اور چادریں اوڑھے سوار تھے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اور منبر کے درمیان ملاقات کی اور بیٹھ گئے اور سلام نہ کہا آپ نے پوچھا تم مسلمان ہو ؟ انہوں نے کہا ہاں ، آپ نے فرمایا پھر تم نے سلام کیوں نہیں کیا ؟ تو انھوں نے کھڑے ہو کر کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ آپ نے جواب دیا وعلیکم السلام ، بیٹھ جاؤ ، وہ بیٹھ گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات کے متعلق پوچھا تو آپ نے انہیں اوقات بتائے ۔

(۳۷)

وفد خُشَین

خُشَین کا نام دو قبیلوں پر بولا جاتا ہے ، ایک قضاعیہ قحطانیہ ہے اور دوسرا طائیہ ہے ، اور ہمیں معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کس کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ، مؤرخین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ابو ثعلبہ خشنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ خیبر کی تیاری کر رہے تھے ، اس نے اسلام قبول کیا اور آپ کے ساتھ گیا اور خیبر میں شامل ہوا پھر اس کے بعد خشین کے نو آدمی آئے اور ابو ثعلبہ کے ہاں اُترے اور مسلمان ہو گئے اور بیعت کی اور اپنی قوم کی طرف واپس چلے گئے [۱]

---

[۱] طبقات ابن سعد جلد ۱ صلا ۳۲۹

(۳۸)

وفد سعد ہذیم

سعد ہذیم ، لیث بن سعد کا بطن ہے جو قضاعہ قحطانی سے ہے ان کے وفد کے سربراہ سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے بیان کیا کہ میں اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ ایلچی بن کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ہم مدینہ کی ایک طرف اُترے پھر ہم مسجد جانے کے ارادے سے نکلے تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں ایک جنازہ پڑھاتے دیکھا ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے تو پوچھا تم کون ہو؟ ہم نے کہا ، بنی سعد ہذیم سے ہیں ۔پس ہم نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی پھر اپنے خیموں کی طرف واپس آ گئے پس آپ کے حکم سے ہمیں اُتارا گیا اور ہماری مہمان نوازی کی گئی اور ہم تین دن ٹھہرے پھر ہم آپ کے پاس آپ کو الوداع کہنے آئے تو آپ نے فرمایا ، اپنے میں سے ایک کو اپنا امیر بنا لو ، اور آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے ہم کو عطیہ کے طور پر چاندی کے اوقیے دیے اور ہم اپنی قوم کی طرف واپس آ گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا ۔

(۳۹)

وفد بلی

بلی ، قضاعہ قحطانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے اور وہ بنو بلی بن عمرو بن الحافی بن قضاعہ ہیں ان کی منازل ، جزیرہ عرب کے شمال اور شام کے جنوب میں وسیع علاقے پر حاوی ہیں اور ان میں سے بادیہ شام پر رومیوں کے والی بھی ہوئے ہیں اور معرکہ موتہ میں جو شام کے جنوب میں مسلمانوں اور رومیوں کے

درمیان ہوا ایک بھی رومی فوج میں رسد پانے والے قبائل میں سے ایک تھا۔
ان کا وفد ۹ھ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آیا اور اسلام قبول کیا اور انھوں نے اپنے دین کی کچھ باتیں سیکھیں۔ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کی طرف تمہاری رہنمائی کی ہے اور ہر وہ شخص جو اسلام کے سوا کسی اور دین پر مرے وہ دوزخ میں ہوگا پھر وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو الوداع کرنے آئے تو آپ نے انہیں عطیات دینے کا حکم دیا جیسا کہ آپ ان جیسے لوگوں کو عطیات دیتے تھے اور ان کے وفد کے سربراہ کا نام جو انہیں مدینہ لایا، ابوالضباب تھا، روایت کی گئی ہے کہ رویفع بن ثابت البلوی نے بیان کیا ہے کہ میری قوم کا وفد ماہ ربیع الاول ۹ھ میں آیا اور میں نے انہیں اپنے گھر میں جو بنی جدیلہ میں ہے اتارا پھر میں انہیں لے گیا حتیٰ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور آپ اپنے اصحاب کے ساتھ صبح کو اپنے گھر بیٹھے ہوئے تھے، وفد کا سربراہ ابوالضباب آگے بڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور باتیں کرنے لگا اور سب لوگ مسلمان ہو گئے[2]

---

[1] میں نے سوانح میں اس کا نام رویفع بن ثابت البلوی نہیں پایا بلکہ رویفع بن ثابت بن سکن کا نام پایا ہے جو بنی نجار الانصار سے تھا اور یہ کوئی مستبعد نہیں کہ اسی نے انہیں اسی اساس پر اتارا ہو کہ وہ اس کی قوم کے حلیف تھے۔

(دیکھیے اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱)

[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۳

(۴۰)

وفد بہراء

بَہْراء، قضاعہ کا قبیلہ ہے اور یہ قبیلہ بَلی کا بھائی ہے، پس بلی، بنو بلی بن عمرو بن الحافی بن قضاعہ ہیں اور بہراء، بنو بہراء بن عمرو بن الحافی بن قضاعہ ہیں۔

بہراء کی منازل، جزیرہ عرب میں اپنے عمزاد بنی (بلی) کی منازل کے شمال میں واقع ہیں اور بہراء ایک عظیم قبیلہ ہے جس سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں اور ان کی منازل، عقبہ اور ایلات (ایلہ) تک پھیلی ہوئی ہیں اور یہ بھی بلی کی مانند معرکہ موتہ میں ۸ھ میں مسلمانوں کے خلاف رومیوں کے مددگار تھے اور ان کے بہت سے آدمی بحر احمر (بحر قلزم) کو پار کر کے اس کے غربی ساحل پر چلے گئے اور ان کے بہت سے قبائل حبشہ اور صعید مصر کے درمیان پھیل گئے۔

ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ ان کا وفد یمن سے آیا اور وہ تیرہ آدمی تھے اور وہ ۹ھ میں آئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور فرائض اسلام کو سیکھا اور مدینہ میں کئی روز قیام کرنے کے بعد انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس جانے کی اجازت طلب کی اور انہوں نے آپ کو الوداع کہا اور آپ نے ان کو عطیات دیے جیسے کہ آپ دیگر وفود کو دیتے تھے۔

(۴۱)

وفد عذرة

عذرہ ــــ قضاعہ کا ایک عظیم بطن ہیں اور قحطانی ہیں اور سعد ہذیم کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کے حالات اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکے ہیں اور ان

عذرہ سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں اور یہ بنو عذرہ، عفت کے ساتھ شدت عشق میں مشہور ہیں۔

روایت ہے کہ سعید بن عقبہ نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ آپ کس قوم سے ہیں؟ اس نے کہا ایسی قوم سے ہوں کہ جب وہ عشق کرتے ہیں تو مرجاتے ہیں اس نے کہا رب کعبہ کی قسم عذری ہوں، سعید کہتے ہیں، میں نے اعرابی سے پوچھا یہ بات کس وجہ سے ہے؟ اس نے کہا ہماری عورتوں میں صباحت پائی جاتی ہے اور ہمارے مردوں میں عفت پائی جاتی ہے۔

اور عذرہ کا وفد صفر ۹ھ میں آیا یہ وفد پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا اور جب یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے جاہلیت کا سلام کہا اور کہنے لگے ہم قصی کے ماں جائے بھائی ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے خزاعہ اور بنو بکر کو مکہ سے دور کر دیا تھا اور ہماری قرابتداریاں اور رشتہ داریاں ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوش آمدید ہو، مجھے تمہارے متعلق یہ معلوم نہیں ہوا کہ تمہیں اسلام کے سلام سے کس بات نے روکا ہے؟ انہوں نے کہا ہم اپنی قوم کے لیے چراگاہ تلاش کرنے آئے ہیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کے متعلق کچھ باتیں دریافت کیں تو آپ نے انہیں ان کا جواب دیا اور وہ مسلمان ہو گئے اور کئی روز ٹھہرے رہے پھر اپنے اہل کی طرف واپس چلے گئے اور آپ نے دوسرے وفود کی طرح انہیں بھی عطیات دیے۔

(۴۲)

وفد سلامان

سلامان کا نام کچھ قحطانی قبائل پر اور ایک عدنانی قبیلہ پر بولا جاتا ہے اور عمر رضا کمالہ کی کتاب معجم قبائل العرب میں بیان ہوا ہے کہ آنے والے سلامان، بنو سلامان

بن سعد تھے جو قضاعہ کا قحطانی بطن ہیں، ان میں سے سات آدمی ۱۰ھ کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہوگئے اور ان کے سپیکر نے بیان کیا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی آپ اس وقت مسجد سے ایک جنازہ کی طرف جا رہے تھے جس کی طرف آپ کو بلایا گیا تھا، ہم نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ آپ نے فرمایا، وعلیکم، تم کون ہو؟ ہم نے کہا ہم سلامان میں سے ہیں ہم اسلام پر آپ کی بیعت کرنے آئے ہیں اور ہماری قوم کے جو لوگ ہمارے پیچھے ہیں ہم ان کے ایلچی ہیں تو آپ ثوبان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس وفد کو وہاں اتار دو جہاں وفد اترتے ہیں اور جب آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو آپ منبر اور اپنے گھر کے درمیان بیٹھ گئے اور ہم آپ کی طرف بڑھے اور ہم نے آپ سے نماز کے متعلق اور اسلامی قوانین اور تعویذوں کے متعلق پوچھا اور مسلمان ہوگئے اور آپ نے ہم میں سے ہر ایک کو پانچ اوقیے دیے اور ہم اپنے علاقے کی طرف واپس آگئے اور یہ شوال ۱۰ھ کا واقعہ ہے۔

(۴۳)

وفد جُہَینہ

جُہَینہ ـــــ قضاعہ قحطانیہ کا ایک عظیم قبیلہ ہے اور وہ بنو جہینہ بن زید بن لیث بن سود بن اسلم بن الحافی بن قضاعہ ہیں اور جہینہ سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں، اور ان کی منازل حجاز میں بحر احمر (بحر قلزم) کے کنارے اور اس کے سامنے حجاز کے جنگل میں ہیں اور ینبع بھی ان کا ایک شہر خیال کیا جاتا ہے اور وہ بحر احمر کو عبور کر کے اس کے غربی ساحل پر چلے گئے اور وہیں پھیل گئے اور بحر احمر کے مغرب میں بسنے والی اقوام پر غالب آگئے اور سوڈان میں انہیں بڑی شان حاصل ہوگئی اور حبشہ کی حکومت پر وہ غالب

آگئے اور صعید معز اور حبشہ کے درمیانی علاقے میں پھیل گئے اور صعید معز کے باشندوں کی اکثریت جہینہ سے تعلق رکھتی ہے[1]

جہینہ میں اسلام قدیم سے ہے اور ان میں صالح اور اسلام میں سبقت کرنے والے آدمی ہیں اور ان آزادی کی جنگوں میں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بت پرستی کے خلاف حصہ لیا، ان کی بڑی شان ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہینہ کو انصار کے مقام پر خیال کرتے تھے، روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — انصار، مزنیہ، جہینہ، غفار، اشجع اور بنی عبداللہ میں سے جو لوگ، لوگوں کو چھوڑ کر، دوست ہیں، اللہ اور اس کا رسول ان کا دوست ہے[2]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد، جہینہ قبیلہ نے شاندار موقف اختیار کیا اور مزنیہ قبیلے کی طرح اسلام پر قائم رہا، باوجودیکہ اکثر عرب اسلام سے مرتد ہو چکے تھے، حضرت رافع بن مکیث جہنی اولین مہاجرین میں سے تھے اور فتح مکہ کے روز، جیش نبوی میں جہینہ بڑی قوت تھے اور ان کا جھنڈا حضرت رافع بن مکیث اور عبداللہ بن بدر اٹھائے ہوئے تھے[3] اور ان کے ایک سابق الاسلام شخص عمرو بن مرۃ جہنی نے بیان کیا ہے کہ — ہمارا ایک بت تھا اور ہم اس کی تعظیم کرتے تھے اور میں اس کا خادم تھا جب میں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا تو میں نے اسے توڑ دیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آکر مسلمان ہو گیا اور میں نے حق کی گواہی دی اور آپ جو حلال و حرام کی تعلیم لائے ہیں اس پر

---

[1] البیان والاعراب از مقریزی ص ۳۸ [2] معجم قبائل العرب از عمر رضا کحالہ جلد ۱ ص ۲۱۶، ۲۱۷ [3] دیکھیے ہماری آٹھویں کتاب فتح مکہ کا وہ مقام جہاں فوج کی بھرتی اور قبائل کے اسماء ہیں۔

یمان لے آیا۔

(۴۴)

وفد بنی کلب

کلب کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ آنے والے کلب، اصحاب دومۃ الجندل تھے اور وہ بنو کلب بن وبرہ ہیں جو قضاعہ حمیر سے ہیں اور ان کی منازل، دومۃ الجندل، تبوک اور اطراف شام ہیں اور بازنطینیوں سے میل جول رکھنے کی وجہ سے یہ حلقہ بگوش نصرانیت ہو گئے اور کبھی کبھی یہ رومیوں کے حلیف بھی بن گئے اور یہ وہی لوگ ہیں جب جزیرہ عرب میں بت پرستی پھیل گئی تو یہ (ودّ) بُت کو دومۃ الجندل لائے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی کلب کے ان مسلمانوں کے لیے ایک دستاویز لکھی آپ نے اسے ان کے ایلچی حارثہ بن قطن کے لیے لکھا اس میں بیان ہوا ہے کہ

یہ دستاویز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے دومۃ الجندل کے باشندوں اور ان کے آس پاس حارثہ بن قطن کے ساتھ کلب کے ساتھ جو جماعتیں رہتی ہیں ان کے لیے ہے۔

تمہارے لیے بارانی زمین کا میدان اور تمہارے لیے کھجور کے درختوں والا اندرونی حصہ ہے، جاری پانی والی زمین پر عشر اور گھرے پانی والی زمین پر نصف عشر ہے، تمہارے مویشی جمع نہ ہوں اور نہ تمہاری بکریوں پر ظلم ہو، تم نماز کو وقت پر قائم کرنا اور زکوٰۃ کا حق ادا کرنا، تم پر گھاس وغیرہ ممنوع نہیں اور نہ تم سے گھریلو سامان کا عشر لیا جائے گا، تمہارے لیے اس عہد و

میثاق پر قائم رہنا لازم ہے اور ہم پر تمہاری خیر خواہی کرنا اور وفاداری کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری کو پورا کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں میں سے جو لوگ حاضر ہیں وہ گواہ ہیں۔

(۴۵)

وفد جرم

جرم کا نام متعدد قحطانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور یہ آنے والے بنو جرم بن زیاد بن حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ تھے جو قحطانی ہیں۔

ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور قرآن سیکھا اور اپنی متردیات پوری کیں اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، ہمیں کون نماز پڑھایا کرے؟ آپ نے فرمایا تمہیں زیادہ قرآن جمع کرنے والا یا زیادہ قرآن جمع کرنے والا یا زیادہ قرآن سیکھنے والا نماز پڑھائے، پس وہ اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا واحد قاری چھ سال کا ایک لڑکا ہے تو انہوں نے اسے نماز پڑھانے کے لیے آگے کر دیا اور وہ محتاج تھا اس پر ایک چھوٹی سی چادر تھی، جب وہ سجدہ کرتا تو اس کی شرمگاہ برہنہ ہو جاتی، قبیلے کی ایک عورت نے کہا، تم اپنے قاری کے سرین ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ تو انہوں نے اسے بحرین کی گرہ دار قمیص پہنا دی اور وہ لڑکا کہا کرتا تھا مجھے اس قمیص سے بڑھ کر کسی چیز کی خوشی نہیں ہوئی۔ اس واقعہ میں ضرورت کے وقت بچے کی امامت کے جواز کی دلیل پائی جاتی ہے۔

(۴۶)

وفد غسان

غسان عظیم ازدی، یمانی، قحطانی قبیلہ ہے جو تعریف سے بے نیاز ہے یہ لوگ ظہورِ اسلام کے وقت شام میں رہتے تھے اور ان میں حکومت بھی تھی ان میں سے تین آدمی رمضان سنہ ۱۰ھ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور وہ شام میں اپنی قوم سے خائف تھے اس لیے کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ وہ اسلام کے متعلق ان کی اتباع کرتے ہیں یا نہیں پس جب وہ شام میں اپنی قوم کے پاس آئے تو انہوں نے انہیں جواب نہ دیا اور اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھا اور ان میں سے دو مسلمان آدمی فتح سے قبل فوت ہوئے اور ان میں سے ایک آدمی باقی رہ گیا اور جب اسلامی افواج نے شام کو آزاد کیا تو ان میں سے ایک یرموک کے سال حضرت ابو عبیدہ کو ملا اور اس نے آپ کو اپنے اسلام کی خبر دی[1]

(۴۷)

وفد ہمدان

ہمدان، عظیم قحطانی یمانی قبیلہ ہے اور یہ کہلان بن سبا کے بطن میں سے ہے اور یہ بنو ہمدان بن مالک ابن زید بن اوسلہ بن ربیعہ بن الخیار بن مالک بن زید بن کہلان ہیں، ہمدان سے بہت سے قبائل متفرع ہوتے ہیں جن میں ارحب،

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۳۸، صفحہ ۳۳۹

موجبۃ (شاید آج کل اسے مرحبۃ کہتے ہیں)، یام، اور بنو الوریع شامل ہیں۔ ماضی میں ان کے دیار یمن کے مشرق میں تھے اور جب اسلام آیا تو یہ شام، عراق، افریقہ اور اندلس کی حروب جہاد میں مشارکت کے باعث متفرق ہو گئے۔

تاریخ اسلام میں ہمدان کو بڑی شان کا حامل خیال کیا جاتا ہے اور یہ افسوس ناک اختلاف میں جو امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب اور امیر معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان ہوا، صفین کے معرکوں میں حضرت علیؓ کی جانب تھے اور حضرت امیر المومنین اس جانباز قبیلہ کے احسان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ

اگر میں جنت کے دروازے پر دربان ہوتا تو میں ہمدان سے کہتا سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

سنہ ۹ھ میں تبوک سے واپسی پر ہمدان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں نے اسلام قبول کیا اور حسن اسلام سے آراستہ ہوئے اور میرے علم کے مطابق ہمدان ان مرتد عناصر میں سے نہ تھے جب یمن کے بعض گروہوں نے اسود عنسی اور عمرو بن معدی کرب زبیدی مذحجی کی قیادت میں ارتداد اختیار کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمدان میں اسلام ہجرت سے قبل ہی پھیل گیا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں ہی تھے، ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ ان میں سے ایک شخص جسے قیس بن مالک بن سعد بن لاْی الارحبی کہا جاتا ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آیا اور اس نے آپ کو بتایا کہ وہ آپ پر ایمان لانے کے لیے آیا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کو خوش آمدید، اے گروہ ہمدان کیا تم مجھے ان باتوں کے ساتھ مجھ میں ہی لے جاؤ گے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے

جائے، اور قیس ان کے پاس آیا اور وہ مسلمان ہو گئے اور اس نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس آ کر اپنی قوم کے مسلمان ہونے کی خبر دی تو آپ نے یہ کہتے ہوئے اس کی تعریف کی، قوم کا ایلچی، قیس کیا ہی اچھا ہے تو نے وعدہ وفائی کی ہے اللہ تجھ سے وعدہ وفائی کرے گا اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا، لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہیں نہیں گئے بلکہ آپ نے ان کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کا متن یہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے خارف کے صوبہ اور خباب العضب اور حقاف الرمل کے باشندوں کے لیے ایک خط ہے جو ان کے ایلچی ذوالمشعار مالک بن النمیط اور اس کی قوم کے مسلمانوں کے واسطے ہے کہ ان کے بالائی اور نشیبی علاقے ان کے لیے ہیں جب تک وہ نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں، ان کا چارہ کھائیں اور ان کا گھاس وغیرہ چریں، ان سے یہ اللہ کا عہد اور اس کے رسول کا عہد ہے اور مہاجرین اور انصار نے گواہی دی[1]

(۴۸)

وفد سعد العشیرۃ

سعد العشیرۃ، مذحج قحطان ایک کا بطن ہیں اور وہ بنو سعد العشیرۃ بن مذحج ہیں، بنو سعد العشیرۃ یمن میں رہتے تھے، ہاں ان کے کچھ قبیلوں نے ہجرت کی اور بحرین کی جانب مغربی ساحل پر خلیج کے بعض علاقوں کو وطن بنا لیا، اور

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۴۵

یمن میں سعد العشیرۃ کا ایک بُت تھا جسے فراض کہا جاتا تھا ، پس جب انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم ہوا تو انھوں نے بت کو توڑ دیا اُسے ان کے ایک شخص نے توڑا جسے ذباب کہا جاتا تھا پھر ذباب ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہوگیا [1]

(۴۹)

وفد عُنس

عُنس ، مذحج قحطان کا ایک بطن ہیں اور ان کا نام بدل گیا ہے اور اسے انس بولا جاتا ہے اور عنس ، ابن مالک ہے (اور وہ مذحج ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے والا عنس کا ایلچی ، ربیعہ تھا وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا ، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں آپ نے فرمایا رغبت سے آئے ہو یا خوف سے ؟ اس نے کہا ، رغبت کی بات یہ ہے کہ خدا کی قسم آپ کے پاس مال نہیں ہے اور خوف کی بات یہ ہے کہ قسم بخدا کہ میں ایسے علاقے میں رہتا ہوں جہاں آپ کی فوجیں نہیں پہنچ سکتیں لیکن مجھے خوفزدہ کیا گیا تو میں خوف زدہ ہوگیا اور مجھے کہا گیا اللہ پر ایمان لا، تو میں ایمان لے آیا ، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اعنس میں بہت خطیب ہوئے ہیں پس وہ ٹھہرا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے لگا پھر وہ آپ کو الوداع کرنے آیا پھر چلا گیا ۔ اور راستے ہی میں فوت ہوگیا [2]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۲

[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳

(۵۰)

وفد الداریین

الداریون، لخم قحطانیوں کا بطن ہیں اور وہ بنو الدار بن ہانی بن حبیب بن نمارۃ بن لخم ہیں اور الداریون، رومیوں کے پڑوسی ہیں۔ ان کا جو وفد ان کا اسلام لے کر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ پندرہ آدمیوں کا تھا۔ ان میں تمیم داری[1] بھی تھے آپ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، ہمارے پڑوسی رومی ہیں ان کی دو بستیاں ہیں ایک کو حبری کہا جاتا ہے اور دوسری بیت عینون ہے اگر اللہ تعالیٰ آپ کو شام پر فتح دے تو دونوں مجھے دے دینا، آپ نے فرمایا وہ دونوں تیری ہوئیں اور جب حضرت خلیفہ اوّل کی افواج نے شام کو فتح کیا تو حضرت خلیفہ اوّل نے حضرت تمیم کو یہ بستیاں دے دیں اور ان دونوں کے بارے میں ان کے لیے دستاویز[2] لکھی، معلوم ہوتا ہے کہ الداریون کا وفد ۹ھ کے آغاز میں آیا تھا اس لیے کہ اس وفد نے مدینہ میں قیام کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے۔

ما

---

[1] تمیم بن اوس بن خارجۃ الداری اللخمی، یہ نصرانی تھے پھر ۹ھ میں مسلمان ہو گئے بہت عبادت گزار اور تہجد گزار تھے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خلیفہ فاروق کے زمانے میں مساجد میں چراغ جلایا، آپ نے فلسطین میں اس بستی میں قیام کیا جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو قدس کے نزدیک جاگیر میں دی تھی بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے [2] اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۳۷۰، طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۳

(۵۱)

وفد الرہاویین

الرّہا، قحطانی مذحج کا ایک بطن ہیں اور وہ بنو رہاء بن منبہ بن حرب بن علۃ بن جلد بن مذحج ہیں ان کا وفد ۱۰ھ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ پندرہ آدمی تھے، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دارالضیافت میں ملاقات کی (اور وہ رملہ بنت الحارث کا گھر تھا) اور آپ نے ان سے طویل گفتگو کی اور اُنہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تحائف دیے جن میں ایک گھوڑا بھی تھا جسے المرادح کہا جاتا تھا، آپ کے حکم سے اُسے آپ کے سامنے سدھایا گیا تو اس نے آپ کو تعجب میں ڈال دیا اور وہ مسلمان ہوگئے اور انہوں نے قرآن اور فرائض سیکھے اور آپ نے انہیں وفود کی طرح عطیات دیے پھر وہ اپنے علاقے کی طرف واپس آگئے اور ان کی ایک جماعت آئی اور اُنہوں نے مدینہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا اور انہوں نے قیام کیا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے ان کے لیے وصیت کی کہ خیبر کے ایک سو وسق فوج میں ان پر جاری ہیں اور آپ نے ان کے لیے ایک دستاویز بھی لکھی جسے اُنہوں نے حضرت معاویہ کی خلافت میں فروخت کر دیا اور الرہاوی وفد میں عمرو بن سبیع نام ایک شخص تھا جو مسلمان ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے جھنڈا باندھا اور وہ اندوہناک خانہ جنگی میں اس جھنڈے کے ساتھ حضرت امیر معاویہ کی جانب سے امیرالمومنین حضرت علیؓ کے خلاف لڑا۔

(۵۱)

وفد غامد

غامد، اصل میں ازد کا یمانی قحطانی قبیلہ ہے اور وہ بنو غامد ہیں، اس کا نام عمرو بن عبداللہ تھا، ان کے دس آدمیوں کا وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، یہ ماہ رمضان سنہ ۱۰ھ کا واقعہ ہے، جب وہ مدینہ آئے تو انہوں نے اپنے اچھے کپڑے پہنے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو سلام کہا اور اسلام کا اقرار کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں اسلامی قوانین کا بیان تھا اور حضرت ابی بن کعب نے انہیں قرآن سکھایا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں وفود کی طرح عطیات دیے اور وہ واپس چلے گئے۔

اور آج یہ قحطانی یمانی الاصل قبیلہ سعودی عرب کی حکومت میں حجاز کے اہم قبائل میں شمار ہوتا ہے اور یہ ان کے دانا اور شریف پڑوسیوں کی طرح ہیں اور ان کے دیار، پہاڑی سلسلوں میں دُور دراز علاقوں تک آباد ہیں اور ان کے شہروں کو جنوب سے قرن اور عربان اور شمال سے اتلادۃ اور مغرب سے دبید اور زفران گھیرے ہوئے ہیں اور طائف کا راستہ ان کے دیار غامد کے درمیان سے گزرتا ہے اور آج کل غامد دو قسموں میں منقسم ہیں، دیہاتی اور شہری، اور غامد کا صدر مقام (الباحۃ) ہے۔

بدوی قسم کو آلِ صیاح کہا جاتا ہے اور یہ مختلف جگہوں میں اپنے شہری بھائیوں کے درمیان منتشر ہیں اور ربنۃ، تربۃ اور الدواسر کی وادیوں میں دُور تک چلے جاتے ہیں اور مختلف بستیوں میں ٹھہرتے ہیں اور قبیلہ غامد کے ذکر کے بعد گفتگو ہمیں ان کے پڑوسیوں قبیلہ زہران کی طرف لے آتی ہے یہ

قبیلہ بھی ازد کے قحطانی قبائل میں سے ہے اور اصل میں یمانی ہے اور آج کل یہ حجاز میں عسیر کے بڑے قبائل میں سے ہے اور یہ فیاض اور صاحب مروت ہیں اور ان کا دادا (زہران بن کعب بن الحارث بن عبداللہ بن مالک بن نصر ازد وہی شنوءۃ ہے)۔ بن الازد ہے آج کل ان کی منازل عسیر میں، شمال میں بنی مالک اور مشرق میں غامد اور مغرب میں ذوی برکات اور ذوی حسن اور جنوب میں زبید اور جنوب مغربی کے درمیان واقع ہیں اور ان کے علاقے مغرب میں بحر احمر سے متصل ہوا چاہتے ہیں جب کہ یہ اس سے صرف تقریباً پندرہ میل دور ہیں۔

(۵۳)

وفد بجیلہ

بجیلہ، کہلان قحطانیہ کا عظیم بطن ہے اور بجیلہ ان کی ماں کا نام ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں اور وہ بنو انمار بن اراش بن کہلان ہیں جو بہت سے بطون میں متفرع ہو جاتے ہیں اور جاہلیت میں ان کی منازل، جبال السروات کے سلسلہ میں یمن و حجاز میں تبالہ تک پھیلی ہوئی تھیں جو طائف کے نزدیک ہے۔

بجیلہ، جاہلیت میں ایک خوف ناک حربی قوت تھے، حتیٰ کہ انہوں نے جبال السراۃ کے بہت سے قبائل سے محاربہ کیا جن میں قبیلہ خثعم بھی شامل ہے انہوں نے ان کو ان کے دیار سے نکال دیا اور وہاں رہائش پذیر ہو گئے اور وہ کسی منازع کے بغیر جبال السراۃ کے سردار بن گئے اور وہ متفق و متحد تھے حتیٰ کہ ان کے درمیان خوف ناک خانہ جنگی ہو گئی۔ قریب تھا کہ وہ انہیں تباہ کر دیتی اور اس جنگ کے بعد بجیلہ کمزور ہو گئے بلکہ شکست خوردہ اور فاتح بجیلہ کی قوت تباہ ہو گئی، پس وہ منتشر اور پراگندہ ہو گئے

اور ان کا ہر بطن، قبائل عرب میں سے کسی قبیلے کا پڑوسی بن گیا یا اس میں مل جل گیا اور وہ مسلسل پراگندہ اور منتشر رہے حتیٰ کہ حضرت خلیفہ عمر بن الخطابؓ نے انہیں اکٹھا کیا اور یہ کام حضرت جریر بن عبداللہ البجلیؓ کی اپیل پر اس وقت ہوا جب وہ عراق میں حروب جہاد کے کمانڈر تھے اس طرح بجیلہ کی قبائلی وحدت واپس لوٹ آئی اور ان میں سے ایک ہزار جانبازوں نے معرکہ قادسیہ میں شمولیت کی۔

ان کا جو وفد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا وہ ایک سو پچاس آدمیوں پر مشتمل تھا جن کے سربراہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی[1] تھے۔

---

[1] حضرت جریر بن عبداللہ البجلی، بجیلہ کا نسب انمار ابن اراش بن کہلان بن سبأ بن یعرب بن قحطان پر منتہی ہوتا ہے، حضرت جریر، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چالیس روز قبل مسلمان ہوئے (اسد الغابہ جلد ا صفحہ ۲۷۹) حضرت جریر خوبصورت آدمی تھے حتیٰ کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا حضرت جریر، اس اُمت کے یوسف ہیں اور آپ اپنی قوم کے سردار تھے، حضرت جریر اور آپ کی قوم نے معرکہ قادسیہ میں بڑا بلند کردار ادا کیا ہے، صفین کے افسوسناک معرکہ سے قبل، حضرت جریر مذاکرات کے دوران حضرت معاویہؓ کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایلچی تھے اور حضرت جریر، صالح اور درویش آدمی تھے اور کوفہ میں رہائش پذیر تھے، پھر آپ نے کوفہ کو چھوڑ دیا اور فلسطین کے شہر قرقیسیا میں رہائش اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی۔

بہت سے لوگوں نے آپ سے حدیث روایت کی ہے، جن میں آپ کے بیٹے عبیداللہ، المنذر، ابراہیم اور شعبی اور ابن ابی حازم شامل ہیں۔ حضرت جریر کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی اور بعض نے آپ کی وفات ۵۴ھ میں بیان کی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی سنہ ۱۰ھ میں مدینہ آئے اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کے ایک سو پچاس آدمی تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ——— اس راستے سے تمہارے پاس یمن والوں کا ایک بہترین شخص آئے گا اس کے چہرے پر شاہی نشان ہوگا، پس حضرت جریر اپنی اونٹنی پر آئے اور آپ کے ساتھ آپ کی قوم کے لوگ تھے پس انہوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی، حضرت جریر کا بیان ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور آپ نے میری بیعت لی اور فرمایا تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور تو نماز قائم کر اور زکوٰۃ دے اور رمضان کے روزے رکھ اور مسلمان کی خیر خواہی کر، اور والی کی اطاعت کر خواہ وہ حبشی غلام ہو، حضرت جریر نے کہا بہت اچھا اور آپ نے اس کی بیعت لی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت جریر سے ان کے پیچھے کا حال پوچھا کرتے تھے، حضرت جریر نے کہا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا ہے اور انہوں نے اپنی مساجد اور صحنوں میں اذانیں دی ہیں اور ان بتوں کو جن کی پرستش کی جاتی تھی، توڑ دیا ہے، آپ نے پوچھا: ذوالخلصہ (بُت) نے کیا کیا ہے؟ حضرت جریر نے عرض کیا وہ اپنی حالت پر قائم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے راحت دینے والا ہے۔ انشاء اللہ سو رسول اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ذوالخلصہ کے توڑنے کے لیے بھیجا اور آپ کے لیے جھنڈا باندھا، آپ نے عرض کیا میں گھوڑے پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ اسے ہادی اور مھدی بنا دے، پس آپ اپنی قوم کے تقریباً دو سو جوانوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور جلد ہی واپس آ گئے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آپ نے اسے توڑ دیا ہے؟ حضرت جریر نے جواب دیا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہاں

توڑ دیا ہے اور جو کچھ اس پر تھا میں نے لے لیا ہے اور اسے آگ سے جلا دیا ہے اور میں نے اسے یوں چھوڑ دیا ہے جیسے محبت کرنے والا، محبوب سے بے جا سلوک کرتا ہے اور ہمیں کسی نے اس سے نہیں روکا[1]

(۵۴)

وفد حضرموت

حضرموت، آغازِ تاریخ سے ایک مشہور شہر ہے اور اس میں کئی حکومتیں قائم ہوئی ہیں جن میں سے اکثر کندہ کی تھیں اور بادشاہت اور حکومت ہزاروں سال سے حضرموت میں قائم ہیں اور بعض اوقات حضرمیوں کی حکومت وسیع ہوگئی حتیٰ کہ انہوں نے یمن اور خصوصاً شرقی علاقوں پر حکومت کی اور ان کی حکومت، نجران اور شام تک پھیل گئی، حضرموت، ایک قبیلے کا نام ہے پھر ہزاروں سال گزرنے پر وہ جزیرہ عرب کے جنوب میں ایک مشہور شہر کا نام ہوگیا، اور مغرب کی طرف سے بلاد الفضلی اور العوالق اور جنوب کی طرف سے بحرِ عرب اور مشرق کی طرف سے المرۃ اور شمال کی طرف سے سعودی مملکت اور یمن اس کی حد بندی کرتے ہیں۔

اور حضرموت کا نام تورات میں بھی آیا ہے۔ کتاب ۱۰ - ۲۶ - ۲۹، الا تورات میں ہے کہ حضرموت، قحطان کے بھائی یقطان کا بیٹا تھا لیکن ابن حزم اپنی کتاب (جمرۃ انساب العرب) میں بیان کرتے ہیں[2] کہ حضرموت قحطان بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح کا بیٹا تھا اور حضرموت کا یہ نام حضرموت ابن قحطان کے پانے کے بعد ہوا جو فوج کے ساتھ جب کسی قوم سے جنگ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ۳۴۷، ۳۴۸ [2] الجمھرۃ صفحہ ۴۶۳

کرتا لوان میں بہت قتل عام کرتا اور جب وہ آتا تو لوگ کہتے حضر الموت (موت آگئی ہے) اس لیے یہ نام اس پر بولا گیا پھر بلادِ حضرموت پر اس نام کا اطلاق ہوگیا۔

اور مؤرخین تاکیداً بیان کرتے ہیں کہ ظہورِ اسلام تک حضرموت بن قحطان کے بیٹوں میں سے ان ملوک کندہ کے پہلو بہ پہلو جو حضرموت بن قحطان کے بیٹوں میں سے نہ تھے، بادشاہ پائے جاتے تھے اور وہ اس کے بھائی کے بیٹوں میں سے تھے، ابن سعد نے اپنے طبقات میں وفد حضرموت کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کا حال بیان کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ــــ حضرموت کا وفد، کندہ کے وفد کے ساتھ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور وہ بنو ولیعہ ملوک حضرموت سے تھے (حمدۃ، مخوس، مشرح اور ابضعہ) انہوں نے اسلام قبول کیا اور مخوس نے کہا یا رسول اللہ، اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ میری زبان سے ہکلاہٹ کو دور کردے، آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور حضرموت کے صدقہ سے اسے کھانا کھلایا۔

اور حضرموت کے وفد میں کندہ کا بادشاہ وائل بن حجر بھی آیا (کندہ کے وفد کے متعلق ہم پہلے گفتگو کر چکے ہیں) اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں اسلام کی رغبت سے آیا ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمد سے خوش ہوئے اور اس کے لیے دعا فرمائی اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں اور آپ نے وائل بن حجر کی آمد کی خوشی میں الصلاۃ جامعۃ کے اعلان کرنے کا حکم دیا نیز رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو حکم دیا کہ وہ اس کے ساتھ رہیں اور آپ کے دار الضیافت میں ٹھہرائیں پس حضرت معاویہ شدید گرمی کے وقت برہنہ پا پیدل چلے اور وائل بن حجر سوار تھے، حضرت معاویہ نے وائل سے کہا کہ وہ اپنا جوتا انہیں عاریۃً

دے دیں تاکہ وہ اس کے ذریعے گرمی کی تپش سے محفوظ رہیں، وائل نے انکار کیا اور کہا نہیں، میں اسے دوبارہ پہننے کا نہیں، میں نے اسے پہن لیا ہے۔ اور یہ وائل کا برتری جتاتا تھا کہ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہ اس چیز کو نہیں پہنتا جسے دوسرا پہن لے، حضرت معاویہ نے اسے کہا، پھر مجھے پیچھے ہی بٹھا لو، اس نے کہا تو بادشاہوں کے پیچھے سوار ہونے والوں میں سے نہیں ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا، اگرمی تے میرے پاؤں جلا دیے ہیں، وائل نے کہا، میری ناقہ کے سائے میں چلو تمہارے لیے یہی شرف کافی ہے، حضرت معاویہ نے صبر سے کام لیا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وائل کی باتوں سے آگاہ کیا آپؐ نے فرمایا اس میں جاہلیت کا اکھڑپن پایا جاتا ہے۔

اور حضرت معاویہ نے وائل کی یہ باتیں نہ بھلائیں اور جب حضرت معاویہ کو خلافت ملی تو وائل، دمشق میں آپ کے پاس آیا اور آپ کو یہ واقعہ یاد دلایا لیکن حضرت معاویہ نے اس کا بہت اکرام کیا اور اسے تخت پر اپنے ساتھ بٹھایا، وائل نے کہا میں چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کو اپنے آگے سوار کرایا ہوتا یعنی اس روز جب اس نے آپ کو جوتا دینے سے اور اپنے پیچھے بٹھانے سے انکار کیا تھا۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وائل بن حجر کے لیے ایک تحریر لکھی جس کے بموجب آپ نے اسے حضرموت کے اس علاقے پر جو اس کے ماتحت تھا والی مقرر کیا [1] اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آنے والے کی آمد پر اعلانیہ خطبہ نہیں دیا مگر جب شاہ کندہ وائل آپ کے پاس آیا تو آپ نے اہل مدینہ کو مسجد میں جمع کیا پھر ان سے خطاب کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہے جو حضرموت ——— اور آپ نے اس پر اپنی آواز کو لمبا کیا

---

[1] اس تحریر کا متن، طبقات ابن سعد اور الوثائق السیاسیۃ مؤلفہ حمید اللہ میں دیکھیے۔

— سے اسلام کی رغبت سے تمہارے پاس آیا ہے[1]

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ حضرموت کی ایک عورت تھی جسے تمناۃ بنت کلیب کہا جاتا تھا، جب اُسے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا علم ہوا تو اس نے آپ کے لیے لباس تیار کیا پھر اس نے اپنے بیٹے کلیب بن اسد بن کلیب کو بلایا اور اُسے کہنے لگی اس لباس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤ تو وہ دو ماہ کی مسافت طے کر کے اُسے مدینہ لایا پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر وہ لباس آپ کو دیا اور مسلمان ہو گیا۔

اور کلیب اپنے اس مبارک سفر کا حال بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

اے برہنہ پا اور جوتا پہننے والے سے بہتر شخص، مضبوط اور طاقتور اونٹ مجھے برہوت[2] کی بلندیوں سے آپ کے پاس لے آیا اس نے میرے ساتھ ایسے بیابان کو طے کیا جس کے گھاٹ غبار آلود تھے، جب اونٹ تھک جاتے تو وہ مزید آگے بڑھ جاتا، میں اُسے خوف کے باعث آخر تک دو ماہ چلاتا رہا اور اے شخص اس سے میں ثواب کا اُمیدوار تھا، آپ وہ نبی ہیں جس کی ہم خبر دیا کرتے تھے اور تورات اور رسولوں نے آپ کے متعلق بشارت دی ہے۔

(۵۵)

وفد خثعم

خثعم، عظیم قحطانی قبیلہ ہے اور بعض کا قول ہے کہ یہ معد کا عدنانی قبیلہ[3]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۱ [2] ہزاروں سال سے حضرموت میں ایک مشہور کنواں ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرموت اور مدینہ کے درمیان دو ماہ کی مسافت ہے [3] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۳۳۱ و معجم ما استعجم جلد ۱ صفحہ ۶۳

(الصحاح للجوہری جلد ۲ صفحہ ۲۸۰) پھر یہ یمن چلے گئے اور انہی کی طرف منسوب ہو گئے اور یہ خثعم بن انمار بن اراش بن عمرو بن الغوث بن بنت ابن مالک بن زید بن کہلان کے بیٹے ہیں اور ان کی منازل جبال السراۃ (حجاز) میں تھیں اور جب ازد نے سد مارب کے گرنے کے وقت یمن سے ہجرت کی تو ازد نے خثعم سے جنگ کی اور اسے شکست دی اور انہیں ان کے پہاڑوں سے اتار دیا اور ان پر قابض ہو گئے، پس خثعم اتر آئے اور بیشہ اور تربہ کے درمیان کھلی زمین میں سکونت اختیار کر لی، پس خثعم، یمن چلے گئے اور کہنے لگے ہم قحطان کی اولاد ہیں اور ہم معد بن عدنان کی طرف منسوب نہیں ہیں۔

خثعم کا وفد ۱۰ھ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ذوالخلصہ کو جو خثعم اور بجیلہ کا بت تھا، توڑنے کے بعد کا واقعہ ہے، ان کے وفد نے آکر اسلام قبول کیا اور کہنے لگے ہم اللہ اور اس کے رسول پر اور جو کچھ وہ اللہ کے ہاں سے لایا ہے اس پر ایمان لائے ہیں ہمیں ایک تحریر لکھ دیجیے اور اس میں جو کچھ لکھا ہو ہم اس کی اتباع کریں پس آپ نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں حضرت جریر بن عبداللہ اور جو لوگ موجود تھے انھوں نے گواہی ثبت کی[1]

(۵۶)

وفد الاشعریین

اشعری، قحطانی کہلانی قبیلہ ہیں اور یہ بنو الاشعر بن ادد بن زید بن یشجب بن عریب بن زید بن کہلان بن سبا ہیں، ان کے علاقے ایمن کے تہامہ کے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۸

عرب میں ہیں اور ان میں القحمۃ اور الحیسب بھی ہیں اور زبید تک پھیلے ہوئے ہیں، معرکۂ خیبر کے اختتام پر ان کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور ان میں حضرت ابو موسیٰ اشعری بھی تھے[1] ان سب نے اسلام قبول کیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور فرمایا، اشعری لوگوں میں اس کی تھیلی کی مانند ہیں جس میں کستوری ہو[2] نیز فرمایا اشعری نہ بھاگتے ہیں اور نہ شکست کھاتے ہیں وہ مجھ سے ہیں اور میں اُن سے ہوں[3]

بیان کیا جاتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعریوں کو خیبر کی غنائم میں سے غنیمت دی اور وہ یمن سے سمندر کے راستے کشتیوں میں حجاز آئے تھے۔

(۵۷)

وفد ازد عمان

قبل ازیں قبیلہ ازد اور اس کی فروع کے متعلق وسیع شرح ہو چکی ہے جن میں سے ازد عمان بھی ہے، ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ اہل عمان مسلمان ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت العلاء بن الحضرمی[4] کو اسلامی قوانین کی تعلیم دینے اور ان کے اموال کا صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور ان میں اسد بن یبرح الطاحی بھی تھا، انہوں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور آپ سے

---

[1] آپ کے حالات ہماری کتاب غزوہ حنین میں دیکھیے۔
[2] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۴۹
[3] مشکوٰۃ المصابیح
[4] حضرت العلاء کے حالات اس سلسلہ کی گزشتہ کتب میں بیان ہو چکے ہیں۔

گزارش کی کہ آپ ان کے ساتھ کسی شخص کو بھیجیں جو ان کے دین کو درست کرے حضرت مخربۃ العبدی نے ـــ آپ کا نام مدرک بن خوط تھا ـــ کہا، مجھے ان کے پاس بھیج دیجیے ان کا مجھ پر احسان ہے، انہوں نے جنوب کی جنگ میں مجھے قید کر لیا اور مجھ پر احسان کیا پس آپ نے انہیں ان کے ساتھ بھیج دیا اور ان کے بعد سلمہ بن عیاد الازدی اپنی قوم کے لوگوں کے ساتھ آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کس کی عبادت کرتے ہیں اور کس کی طرف دعوت دیتے ہیں، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے بتایا اس نے کہا اللہ سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں متحد کرے اور ہم میں اُلفت پیدا کرے آپ نے ان کے لیے دعا کی اور سلمہ اور اس کے ساتھی مسلمان ہو گئے۔[1]

(۵۸)

وفد غافق

غافق ـــ عک قحطانی کا بطن ہیں اور یہ بنو غافق بن الشاہد بن عک بن عدنان بن عبد اللہ بن الازد ہیں، غافق کی اسلام میں بڑی شان ہے اور اسلامی فتوحات کے پھیلاؤ کے زمانے میں ان میں سے بہت سے جیوش کے کمانڈر اور افراد ہوئے ہیں اور ان میں سب سے بلند شان اور بلند شہرت، فرانس کی حرب جہاد کا ہیرو، عبد الرحمن غافقی ہے جو پانچ لاکھ سپاہیوں کو جنوبی فرانس میں لے گیا اور پیرس سے تقریباً تین سو پچاس کیلو میٹر کے فاصلے پر پہنچ گیا اور اگر شاہ شارل مارٹل، اٹلی، آسٹریا، مجر، جرمنی کو اسلامی جنگ کے مقابلے کے لیے متحد کرنے میں کامیاب نہ ہوتا تو قریب تھا کہ وہ پورے فرانس کی بیخ کنی کر دیتا اور اس نے امیر غافقی سے بوانیہ شہر میں مڈبھیڑ

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صـ ۳۵۱

کی اور دونوں فریق مسلمان اور صلیبی ایک فیصلہ کن معرکے میں گتھ گئے اور اگر اچانک دردناک واقعہ نہ ہوتا جس نے پوزیشن کو صلیبیوں کے حق میں کر دیا تو اس جنگ میں ـــــ سات دن بعد ـــــ فتح کی علامات اشارہ کرنے لگیں کہ غافقی کی فوج لامحالہ فتح پائے گی اور یہ واقعہ یوں ہوا کہ سالار عام عبدالرحمٰن غافقی کی پیشانی پر جب کہ وہ معرکہ کی کمان کر رہا تھا، تیر لگا اور اس نے شرفِ شہادت حاصل کیا اور اس کی فوج کو جس کا مورال اپنے بہادر سالار غافقی کے فوت ہو جانے کے بعد گر گیا تھا شکست ہو گئی (دیکھیے غزوات العرب فی اروبا و جزائر البحر الابیض المتوسط للامیر شکیب ارسلان رحمہ اللہ)

غافق کی منازل، یمن کے مغرب میں تہامہ میں واقع ہیں اور وہ جلیعہ بن شجاد بن صحار غافقی کی سربراہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ان کے ساتھ اپنی قوم کے آدمی بھی تھے اور وہ کہنے لگے یا رسول اللہ ہم قوم کے معتبر آدمی ہیں اور ہم نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ہمارے صدقات (زکوٰۃ) ہمارے صحنوں میں بند ہیں آپ نے فرمایا، جو مسلمانوں کے لیے ہے وہ تمہارے لیے ہے اور جو ذمہ داری ان پر ہے وہ تم پر بھی ہے، عوزین سریہ غافقی نے کہا ہم اللہ پر ایمان لائے اور ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے[1]

(۵۹)

وفد بارق

بارق ـــــ خزاعہ کا ایک بطن ہیں اور وہ شاہِ مأرب عمرو بن مزیقیا کی نسل سے ہیں جس کا لقب (ماء السماء) تھا، اور وہ بنو بارق ابن عدی بن حارثہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۲

بن مزیقیا بن عامر ماء السماء ہیں، یہ بنی نمیر کے حلیف تھے اور انہوں نے کوفہ میں سکونت اختیار کی اور ان میں ہرثمہ بارقی مشہور سالار ہوا ہے جو اُن بہادروں میں سے ایک تھا جنہوں نے عمان اور المہرۃ میں مرتدین کے فتنوں کا استیصال کرنے میں حصّہ لیا۔

بارق مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گئے اور بیعت کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک دستاویز لکھی جس کا متن یہ ہے:

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
بارق کے لیے ہے

اُن کے پھل نہ کاٹے جائیں اور موسم بہار اور موسم گرما میں ان کے علاقوں کو بارق سے پوچھے بغیر نہ چرایا جائے اور مسلمانوں میں سے جو شخص جنگ یا قحط میں ان کے پاس سے گزرے اس کی تین دن ضیافت کریں اور جب ان کے پھل پک جائیں تو ادھر اُدھر سے کھانے کے بغیر، مسافر کے لیے پیٹ بھر گرے ہوئے پھل ہیں حضرت ابو عبیدہ، حضرت حذیفہ بن الیمان نے گواہی دی اور حضرت ابی بن کعب نے تحریر لکھی[1]

(۶۰)

وفد دوس

دَوس ـــــ کا نام متعدد قحطانی اور عدنانی قبائل پر بولا جاتا ہے اور جس

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۵۲

دوس کے حالات ہم بیان کر رہے ہیں وہ ازد کا قحطانی قبیلہ ہے، ازد شنوءۃ، اور یہ قبیلہ زہران ابن کعب بن الحارث بن عبداللہ بن مالک بن نصر کی شاخ ہیں ——— اور وہ شنوءۃ ——— بن الازد ہیں، ان کے مساکن جبال السروات میں ہیں جو تہامہ یمن کے نزدیک ہیں۔

اسلام، دوس میں قدیم سے ہے، یہ لوگ اپنے سردار الطفیل ابن عمرو کے ہاتھ پر ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے، ہاں ان کا وفد، اسّی آدمیوں پر مشتمل تھا جن میں حضرت ابوہریرہ بھی شامل تھے، یہ لوگ مدینہ آئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خیبر میں یہودیوں سے برسرپیکار تھے، یہ وہاں آپ سے ملے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خیبر کی غنیمت سے حصہ دیا اور ان میں سے ایک شخص جس کا نام عبداللہ بن زہیر[1] تھا کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے اپنی قوم میں ایک مقام حاصل ہے، مجھے ان کا امیر بنا دیجیے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے دوس کے بھائی اسلام کا آغاز مسافرانہ حالت میں ہوا ہے اور عنقریب وہ مسافر ہو جائے گا، پس جس نے اللہ کی تصدیق کی، نجات پائے گا اور جو کسی اور چیز کی طرف پھرا، ہلاک ہو جائے گا اور تیری قوم کا زیادہ ثواب پانے والا وہ شخص ہو گا جو ان سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہو گا اور قریب ہے کہ حق، باطل کو مغلوب کر لے۔

دوس کے جانباز قبیلہ نے طائف کے محاصرہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشارکت کی اور اس کے پاس بھاری ہتھیاروں میں سے منجنیق تھی جسے ان کا سردار الطفیل بن عمرو لایا تھا۔[2]

---

[1] میرے سامنے سوانح کی جو کتب موجود ہیں ان میں مجھے اس کے حالات نہیں ملے۔
[2] دیکھیے ہماری کتاب غزوۂ حنین (فصل حصار طائف) اور اس میں الطفیل بن عمرو کے حالات بھی ملاحظہ کیجیے۔

اور اس کے ساتھ چار سو جانباز بھی تھے۔

(۶۱)
وفد ثمالہ

ثمالہ ——— شنوءۃ کا بطن ہیں جو ازد قحطانیہ سے ہیں اور وہ قبائل حجاز میں سے ہیں، ان کے دیار، طائف کے نزدیک واقع ہیں اور وہ بنو ثمالہ بن اسلم بن اُحجن بن کعب بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر ——— اور وہ شنوءۃ ہے ——— بن الازد ہیں ان کا وفد، فتح مکہ کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انھوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تحریر لکھی جس میں ان کے اموال پر فرض زکوٰۃ کا بیان تھا اور یہ تحریر حضرت ثابت بن قیس بن شماس نے لکھی اور حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے اس میں گواہی دی۔

(۶۲)
وفد الحُدّان

حُدّان کا نام عرب کے متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے، لیکن مرجح قول یہ ہے کہ جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یہ ازد قحطانی کا بطن ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ بنی ثمالہ ازدیوں کے وفد کے مشترک وفد کے ساتھ آئے اور وہ بنو حدّان بن شمس بن عمرو بن غنم بن غالب بن عثمان بن نصر بن زہران بن کعب

ملہ طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۳، الاشتقاق لابن درید صفحہ ۲۹۹ و معجم البلدان جلد ۲ صفحہ ۲۱۸

بن الحارث بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر بن الازد ہیں، ان کی منازل، حجاز میں
جبال السراۃ میں واقع ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ ـــــ اسلام کے پھیلاؤ
کے وقت ـــــ بصرہ میں رہائش پذیر ہو گئے اور انھوں نے اسلام قبول
کیا اور آپ نے ان کے لیے اور بنی ثمالہ کے لیے ایک مشترک تحریر لکھی جس میں
اللہ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے اس کا بیان تھا اور ان کے وفد کا سربراہ
مسلمۃ بن ہزان الحدانی تھا[1]

(۶۳)

وفد اسلم

اسلم کا نام عرب کے متعدد قبائل پر بولا جاتا ہے مگر مؤرخین اور سوانح نگاروں
کا اسلوب کلام اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں جن لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے
وہ بنو اسلم بن افصی بن حارثہ بن عمرو بن عامر مزیقیا شاہ مارب ہیں اور یہ خزاعہ
کا بطن ہیں[1] ان کی منازل مدینہ منورہ کے نزدیک واقع ہیں اور ان کی بستیوں
میں سے (وبرہ) بھی ہے جہاں کھجوروں کے درخت ہیں۔

اسلم کا وفد، عمیرہ بن افصی کی سربراہی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آیا اور کہنے لگے ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے
آپ کے راستے کی اتباع کی ہے، آپ ہمیں کوئی مقام دیں تاکہ عرب اس کی فضیلت
کو جان لیں، ہم انصار کے بھائی ہیں اور ہم سے وفا کرنا اور آسائش اور سختی میں
ہماری مدد کرنا آپ پر لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] معجم قبائل العرب جلد ۱ صـ ۲۶

اسلم کو اللہ سالم رکھے اور غفار کو اللہ بخشے[1]

(۶۴)

وفد جذام

جُذام ــــ قحطانیوں کا عظیم بطن ہیں اور وہ بنو جذام بن عدی بن الحارث بن مرۃ بن اُدد بن زید بن یشجب ابن عریب بن زید بن کہلان ہیں . . . . جذام سے بہت سے بطون متفرع ہوتے ہیں ، جو جبالِ حِسْمٰی میں رہتے ہیں اور ان کی منازل مدین سے تبوک اور شام کے اذرح تک پھیلی ہوئی ہیں ، ظہورِ اسلام کے وقت جذام ، رُومیوں کے حلیف تھے اور حضرت زید بن حارثہ نے ان سے جنگ کی اور موتہ کے مشہور معرکہ میں جذام رُومیوں کے ساتھ ہو کر ۸ھ میں مسلمانوں کے خلاف لڑے اور ایسے ہی وہ ۱۵ھ میں انطاکیہ میں ہرقل کی فوج میں شامل تھے ۔

جذام ، عربوں میں سے پہلے لوگ ہیں جنہوں نے مصر میں سکونت اختیار کی ، یہ حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر کی فوج میں آئے اور انہیں مصر میں شہر جاگیر میں دیے گئے اور یہ ۸۰۳ھ تک نیل کے ڈیلٹا کے مشرق میں الحوف میں رہتے ہیں[2]

عہد نبوی میں ، اسلام ، جذام میں عام نہیں ہوا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے بڑے بڑے گروہوں نے شام میں ۱۴ھ میں خلافت کی فوجوں کے ساتھ جنگ کی لیکن جذام کے کچھ عناصر ، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے اور دوسرے عناصر نے رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۴ [2] معجم قبائل العرب جلد ۱ صفحہ ۱۷۴

علیہ وسلم کی طرف اپنے اسلام کے ساتھ ایک شخص بھجوایا جو رومیوں کا والی تھا اور اس نے اپنی زندگی کو اپنے اسلام کی قیمت کے طور پر دیا، اور وہ یوں کہ جب رومیوں کو اس کے مسلمان ہونے کا پتہ چلا تو انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رفاعہ بن زید الجذامی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کی مصالحت کے درمیانی زمانے میں فتح خیبر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور مسلمان ہو گیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے تحریر لکھی جس کا متن یہ ہے:

> یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رفاعہ بن زید کی وساطت سے اس کی قوم کی جانب ہے اور ان کے لیے بھی ہے جو ان کے ساتھ شامل ہو کر انہیں دعوت الی اللہ کریں پس جو قبول کرے وہ حزب اللہ میں ہے اور جو انکار کرے اس کے لیے دو ماہ کی امان ہے۔

مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ اس کی قوم نے اس کی بات مان لی اور مسلمان ہو گئے۔

ایسے ہی جذام کے ایک شخص فروۃ بن عمرو بن النافرۃ نے —— جو شام میں اپنے قریبی عربوں کا امیر تھا —— رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا اور فروہ کا ہیڈ کوارٹر معان تھا پس جب رومیوں کو اس کے اسلام میں داخل ہونے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اُسے گرفتار کر لیا پھر اُسے قتل کر دیا اور صلیب دے دیا اور اس نے ان کے قتل کرنے سے قبل کہا ؎

> مومنین کے سرداروں کو یہ پیغام پہنچا دو کہ میں اپنی ہڈیوں اور اپنے مقام کو اپنے رب کے سپرد کرنے والا ہوں[1]

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵

(۶۵)

وفد مہرۃ

مہرۃ، قضاعہ کا حمیری قبیلہ ہے اور وہ بنو مہرۃ بن حیدان بن عمرو الحافی بن قضاعہ[1] ہیں اور ان کے دیار، حضرموت اور عمان کے درمیان ہیں اور سیحوت اور قشن اور الغیضہ ان کے شہروں میں سے ہیں اور بحر عرب کے سواحل پر یہ بہت بڑے علاقے پر قابض ہیں اور مہرۃ، متکبر محارب ہیں اور ان کے علاقے میں علی الاطلاق بہترین اونٹ پائے جاتے ہیں اور ان کا نام مہری اونٹ ہے جن سے تیز رفتار اونٹ موجود نہیں ہیں، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مہرہ اسلام سے مرتد ہو گئے اور حضرت عکرمہ بن ابو جہل نے ان کی گوشمالی کا کام سنبھالا اور انہوں نے جھکاؤ اختیار نہ کیا اور تباہ کن معرکوں کے بعد جو یمامہ کے معرکوں سے کم نہ تھے۔ اسلام کی طرف لوٹے اور حرب الردۃ میں ان میں سے تقریباً دس ہزار جانباز قتل ہوئے۔

اور مہرۃ کا وفد، مہری بن الابیض کی سربراہی میں مدینہ آیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اسلام پیش کیا تو وہ مسلمان ہو گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اکرام کیا اور آپ ان کے بُعدِ مسافت کے باعث جسے وہ طے کر کے آپ کے پاس آئے تھے ان کا خیال رکھتے تھے اور مدینہ اور مہرۃ کے درمیان تقریباً ستر دن کی مسافت ہے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہرۃ کے لیے ایک تحریر لکھی جس کا متن یہ ہے۔

یہ تحریر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مہری بن الابیض

---

[1] میرے سامنے جو مصادر موجود ہیں ان میں اس کے حالات نہیں ملے۔

کے لیے جو مہرۃ سے ایمان لانے والوں کا امیر ہے ان پر غارت گری نہ کی جائے اور نہ ان سے مزاحمت کی جائے اور ان پر اسلامی احکام کو قائم کرنا فرض ہے پس جس شخص نے (دین کو) بدلا اس نے جنگ کی اور جو اس پر ایمان لایا وہ اللہ اور اس کے رسول کی امان میں ہے گری پڑی چیز کی ادائیگی ہوگی اور چرنے والی کا اعلان ہوگا، اور بُرائی، فحش کلامی اور نافرمانی کو لپیٹ دیا جائے گا۔

حضرت محمد بن مسلمہ نے لکھا[1]

اور ابن سعد اپنے طبقات میں بیان کرتا ہے کہ ایسے ہی مہرہ کا ایک شخص جس کا نام زہیر بن قرضم تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بُعدِ مسافت کی وجہ سے اُسے قریب کرتے اور اس کی عزت کرتے تھے۔ اور جب اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے نام درج کیا اور اُسے سواری دی اور اس کے لیے ایک تحریر لکھی[2][3]

(۶۶)

وفد حمیر

حمیر قحطانیوں کا عظیم بطن ہے اور یہ ان دو بڑے جرموں میں سے ایک ہے

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۵

[2] اسد الغابہ میں زہیر کے حالات میں صرف اس کی آمد اور آپ کے اس کی طرف خیال رکھنے سے زائد کچھ بیان نہیں ہوا۔

[3] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۶

جن کی طرف تمام قبائل یمن منسوب ہوتے ہیں اور وہ کہلان بن سبأ اور حمیر بن سبأ ہیں اور حمیر کا نام (العرنج) ہے، الہمدانی نے بیان کیا ہے کہ قحطان میں تین حمیر ہیں۔ اکبر، اصغر اور ادنیٰ۔

اسلام سے قبل، بعض حمیر نے یہودیت اختیار کر لی اور بعض آفتاب کی پرستش کرتے تھے اور جاہلیت میں صنعاء میں حمیر کا ایک گھر تھا جسے رئام کہا جاتا تھا، یہ اس کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے پاس قربانیاں کر کے اس کی قربت طلب کرتے تھے[1]۔ اور حمیر کی بڑی بادشاہت تھی اور ان میں بڑے بڑے بادشاہ تھے اور مملکت حمیر کا علاقہ سرزمین ایران، افریقہ اور ہندوستان تک ممتد تھا۔ اور انھوں نے اسلام سے قبل طویل مدت تک ان تمام علاقوں پر حکومت کی اور غساسنہ سے قبل شام میں صفارمہ کے حمیر کی حکومت تھی اور قضاعہ کی ایک قوم شام کے جنوب میں بادشاہ تھی حتیٰ کہ ان کے عمزاد غساسنہ نے ان سے جنگ کی اور ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا[2]۔

اور جب اللہ تعالیٰ اسلام کو لایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام بڑے بڑے معرکوں میں فتح پائی تو ملوک حمیر نے اسلام میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا اس لیے ــــــ ماہ رمضان ۹ھ میں ــــــ انہوں نے یمن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے اسلام کے ساتھ ایلچی بھجوایا اور وہ چار بادشاہ تھے، نعیم بن کلال[3]، الحارث[4] بن عبد کلال نعمان

---

[1] الاصنام الکلبی ص۱۱ و معجم قبائل العرب جلد ۱ ص۳۰۶

[2] دیکھیے ہماری کتاب العرب فی الشام قبل الاسلام۔

[3] اسد الغابہ اور دیگر سوانح کی کتب میں اس نعیم کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے سوا کچھ بیان نہیں ہوا۔

[4] سوانح کی کتب میں حارث کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کے سوا مجھے کچھ نہیں ملا۔

حاکم ذی رعین اور زرعۃ ذویزن[۲] اور ان بادشاہوں کی طرف سے مالک بن[۳] مرارۃ الرہادی رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی تھا، ان ملوک نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لکھا کہ انہوں نے شرک اور اہل شرک کو چھوڑ دیا ہے پس آپ نے ان کے ایلچی کا اکرام کیا اور اُسے دار الضیافت میں اتارا پھر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں ملوک کو ایک خط لکھا جس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے، الحارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال، نعمان، حاکم ذی رعین اور معافر، اور زرعۃ بن ذویزن کی طرف، امابعد! میں تمہارے ساتھ مل کر اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، رومیوں کے علاقے سے

[۱] سوانح کی کتب میں نعمان اور اس کے تین بادشاہ ساتھیوں کے قبولِ اسلام کے واقعہ کے سوا کچھ بیان نہیں ہوا۔

[۲] سوانح نگاروں نے صرف زرعہ کے قبولِ اسلام کا واقعہ اور اس دستاویز کا متن بیان کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے لکھی جیسا کہ ہم اسے بیان کر چکے ہیں اور اصحاب حدیث و سیر میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ ان چار بادشاہوں میں سے کسی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہے، یہ مسلمان تھے لیکن صحابہ میں سے نہ تھے [۳] اسد الغابہ میں بیان ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ کے پاس مالک بن مرارۃ الرہادی موجود تھا اور رعطاء بن عیسیٰ نے بحوالہ مالک بن مرارۃ الرہادی روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں ایک رائی کے دانے کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا اور جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہوگا وہ دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

واپسی پر آپ کا ایلچی ہمیں ملا اور ہم نے مدینہ میں ملاقات کی اور جو پیغام تم نے بھیجا ہے وہ اس نے پہنچایا اور ہمیں تمہارے اسلام کی اور تمہارے مشرکین کو قتل کرنے کی خبر دی، بلاشبہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی ہدایت تمہیں دی ہے اگر تم اصلاح کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور غنیمت سے اللہ کا خمس اور اس کے نبی کا خمس اور اس کا مخصوص حصّہ اور جو اللہ تعالیٰ نے مومنین پر صدقہ فرض کیا ہے ادا کرو اور جس زمین کو چشمے اور بارش سیراب کرے اس کا عشر اور جسے ڈول سیراب کرے اس کا نصف عشر ادا کرو۔

اور یہ ایک طویل خط ہے جس میں فرائض اور بہت سی وصایا ہیں[1]

(۶۷)

وفد نصاریٰ نجران

اسلام سے قبل نجران میں عربوں کی ایک جماعت نصرانیت پہ قائم تھی اور انجیل کی تحریف سے قبل ——— ان میں سے ایک جماعت دین توحید دین عیسیٰ علیہ السلام پر قائم تھی اور ان میں وہ اصحاب الاخدود (خندقوں والے) بھی تھے جن کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے اور یہود وہ لوگ تھے جنہوں نے ان مومنین کو عذاب دیا اور خندقوں میں انہیں جلا دیا۔

اور جب اللہ اسلام کو لایا تو نجران میں عرب نصاریٰ کی ایک جماعت

---

[1] دیکھیے سیرت ابن ہشام جلد ۴ صفحہ ۲۳۵ - ۲۳۷

موجود تھی، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خط لکھا تو وہ ایک وفد میں جو ان کے اشراف کے پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا، مدینہ آئے اور ان کا سربراہ عبد المسیح نام ایک شخص تھا جس کا لقب (العاقب) تھا اور وہ کندہ سے تھا اور ان کا امیر تھا اور سیاست وحکومت میں ان کا مرجع تھا اور ان کا بشپ اور عالم اور امام اور ان کے مدارس کا رئیس ابو الحارث بن علقمہ تھا اور وہ بنی ربیعہ سے تھا۔

اور جب وہ مدینہ پہنچے تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت مسجد میں تھے اور ان پر یمنی چادریں اور ریشم سے مڑھی ہوئی چادریں تھیں اور مسجد کے اندر وہ اپنی موجودگی کے دوران مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نمازیں پڑھتے رہے، صحابہ نے انہیں روکاوٹ کرنی چاہی تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں چھوڑ دو، پس مسجد میں انہوں نے اپنی نماز مکمل کی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض کیا اور (شروع شروع) میں ان سے بات نہ کی تو وہ متعجب ہوئے، حضرت عثمان بن عفانؓ نے انہیں کہا، آپ کا یہ رویہ تمہارے اس لباس کی وجہ سے ہے (یعنی ان کے ریشم پہننے کی وجہ سے) تو وہ اس روز واپس چلے گئے پھر وہ راہبوں کے لباس میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے سلام کہا تو آپ نے انہیں جواب دیا پھر آپؐ نے انہیں دعوتِ اسلام دی تو انہوں نے انکار کیا اور ان کے درمیان بکثرت گفتگو ہوئی اور جھگڑا ہوا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قرآن سنایا لیکن انہوں نے دخولِ اسلام کے بارے میں اپنے انکار پر اصرار کیا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا، اگر تم اس بات سے انکاری ہو جو میں تمہیں کہتا ہوں تو آؤ میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں اور مباہلہ وہ ہے جو قرآن نے مراد لیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فقل تعالوا ندع أبناءکم و نساءنا و نساءکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللہ علی الکاذبین[1]۔

---

[1] آل عمران، ۶۱

(ترجمہ) کہہ دیجیے آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں اور اپنی عورتوں
اور تمہاری عورتوں اور اپنے آپ کو اور تم کو بلائیں پھر عاجزی سے
دُعا کریں اور جھوٹوں پر لعنت ڈالیں۔

سو انھوں نے (شروع شروع) میں مباہلہ سے اتفاق کیا لیکن بعد میں
واپس چلے گئے اور ان میں سے عبد المسیح اور دو عقل مند آدمی آئے اور کہنے
لگے، ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ہم آپ لوگوں سے مباہلہ نہ کریں آپ ہمارے
متعلق جو چاہیں فیصلہ کریں ہم آپ کو دیں گے اور آپ سے مصالحت کریں گے
پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط پر ان سے صلح کی کہ وہ جزیہ
دیں اور انہیں تحریری ضمانت دی کہ وہ اپنے دین کے بارے میں آزاد
ہوں گے اور اپنے اموال اور اراضی کے بارے میں بے خوف ہوں گے
تو وہ اپنے علاقے کو واپس چلے گئے، ہاں ان کے لیڈروں میں سے دو لیڈر
یہ تھے، العاقب جو ان کا امیر اور حکمران تھا اور دوسرا ان کا ایک بڑا سردار
تھا۔[1]

(۶۸)

وفد جیشان

جیشان، معاجم میں اس قبیلہ کے حالات مجھے نہیں ملے، معلوم ہوتا ہے
کہ یہ یمن کا قبیلہ ہے، ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ عمرو بن شعیب سے
مجھے اطلاع ملی ہے اس نے بیان کیا ہے کہ ابو وہب الجیشانی اپنی قوم کی
ایک جماعت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور انہوں

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۷-۳۵۸

نے آپ سے یمن کے مشروبات کے متعلق پوچھا۔ راوی کا بیان ہے کہ انہوں نے شہد کے تیز نبیذ اور جَو کے نبیذ کا نام آپ کو بتایا تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ان سے نشہ ہو جاتا ہے؟ انہوں نے کہا اگر ہم زیادہ پئیں تو ہمیں نشہ ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ کرے اس چیز کی قلیل مقدار بھی حرام ہے اور انہوں نے آپ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو شراب بناتا ہے اور اپنے عمال کو پلاتا ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے[1]

(۶۹)

وفد السباع

وفود کے سال درندوں نے بھی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا وفد بھیجا، شعبہ نے بنی عبادۃ سے بحوالہ عبد المطلب بن عبداللہ بن حنطب روایت ہے ان کا بیان ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے درمیان مدینہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک بھیڑیا آیا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر بھونکنے لگا، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تمہاری طرف درندوں کا ایلچی بن کر آیا ہے اگر تم چاہو تو اس کے لیے کوئی چیز مقرر کر دو وہ کسی دوسری چیز کی طرف تجاوز نہیں کرے گا اور اگر تم چاہو تو اسے چھوڑ دو اور اس سے چوکس رہو اور جو وہ لے لے وہ اس کا رزق ہوا، صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ہمارے دل کسی چیز سے خوش نہیں ہیں تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تین انگلیوں سے اس کی طرف اشارہ کیا

---

[1] طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۵۹

تو اس نے پیٹھ پھیری اور اس کے لیے شہد تھی۔

اور امام احمدؒ نے اپنے مسند میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ ایک بھیڑیے نے بکری پر حملہ کیا اور اُسے پکڑ لیا اور چرواہے نے بکری کو تلاش کیا اور اُسے اس سے چھین لیا پس بھیڑیا اپنی دُم کے بل بیٹھ گیا اور کہنے لگا کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا، تو مجھ سے وہ رزق چھینتا ہے جو اللہ میرے پاس لایا ہے، اس نے کہا ارے تعجب ہے، بھیڑیا اپنی دُم کے بل بیٹھا ہے اور مجھ سے انسانوں کی طرح گفتگو کرتا ہے، بھیڑیے نے کہا کیا میں تجھے اس سے بھی عجیب تر بات نہ بتاؤں، یثرب میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو گذشتہ زمانے کی خبریں دے رہے ہیں، راوی کا بیان ہے کہ چرواہا اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا حتیٰ کہ مدینہ میں داخل ہو گیا اور اس نے انہیں مدینہ کے ایک گوشے میں اکٹھا کیا پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ کو اطلاع دی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے الصلاۃ جامعۃ کا اعلان کیا گیا پھر آپ باہر آئے اور اعرابی سے فرمایا انہیں بتاؤ تو اس نے انہیں بتایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے درست کہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے قیامت قائم نہیں ہوگی حتیٰ کہ درندے انسانوں سے باتیں کریں اور آدمی کے کوڑے کا پھندنا اور اس کی جُوتی کا تسمہ اس سے بات کرے اور جو کچھ اس کے اہل نے اس کے بعد کیا ہے اس کی ران اُسے بتائے، اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[1]

---

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۶ ص ۹۵، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۳۵۹، بعض لوگوں نے اس واقعہ سے ناواقفیت کا اظہار کیا ہے کیونکہ یہ خارق عادت ہے۔ اس جیسے اور اس سے بھی بڑے بڑے خوارق، قدرت الٰہی سے حضرت نبی کریم

جزیرہ عرب پہ اسلام کا کامل تسلط اور اس طرح ان عربی وفود کے جزیرہ عرب کے شمال، جنوب اور مشرق و مغرب کے دور دراز علاقوں سے اس دین میں داخل ہونے کا اعلان کرنے کے لیے آنے سے اسلام نے اس جزیرہ میں اپنے قدم جما لیے اور اس میں جو لوگ اسلام کے سوا کسی اور دین پر تھے وہ کسی شمار و قطار میں نہ رہے ہاں اہل کتاب کی کچھ خوش دل اقلیات تھیں جنہیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی جزیہ کے بعد اپنے دین پر قائم رہنے دیا اور انہوں نے اسلام کے اقتدار کو تسلیم کرتے ہوئے ہر سال اس جزیہ کے دینے کا اقرار کیا۔

اور ۹ھ کا پورا سال اور ۱۰ھ کے آغاز تک قبائل کے اسلام کے اعلان کے لیے پے در پے وفود مدینہ آتے رہے۔

ذوالکلاع الحمیری کے وفود ذوالکلاع الحمیری، ملوک الطوائف میں سے تھا اور اس کا معاملہ اس حد تک بڑھا کہ اس نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کو اس کے پاس دعوتِ اسلام دینے کے لیے بھیجا تو وہ مسلمان ہو گیا اور اس کی بیوی ضریبہ بنت ابرہہ بن الصباح بھی مسلمان ہو گئی تاریخ الخمیس میں ہے کہ ذوالکلاع کا نام ذوالکلاع بن باکور بن حبیب

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر ہوئے ہیں، بھیڑیے کا واقعہ، ان ثابت اور متواتر معجزات میں سے ایک معجزہ ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کی ہے اور جبریل کا آسمان سے وحی لے کر نازل ہوتا —— حالانکہ قرآن اسلام کی اساس ہے —— خارق عادت معجزات میں سے سب سے بڑا معجزہ ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر اور جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اس کی تصدیق پر ثابت قدم رکھے

مالک بن حسان بن تبع تھا۔

اصمعی نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملوک الطوائف میں سے ذوالکلاع کو حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کے ہاتھ خط لکھوایا کہ وہ اسے دعوتِ اسلام دیں اور اس کا معاملہ یہاں تک بڑھ گیا کہ اس نے ربوبیت کا دعویٰ کر دیا سو اُسے فرمانبردار بنا لیا گیا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے پھر وہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں آیا اور اس کے ساتھ آٹھ ہزار غلام تھے اور اس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور اپنے چار ہزار غلاموں کو آزاد کر دیا پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ذوالکلاع تیرے پاس جو غلام باقی بچ گئے ہیں انہیں میرے پاس فروخت کر دے میں یہیں ان کی تہائی قیمت تجھے ادا کر دوں گا اور تہائی یمن میں اور تہائی شام میں ادا کروں گا اس نے کہا مجھے آج کی مہلت دیں تاکہ میں اس بات کے متعلق غور و فکر کر لوں جو آپ نے کہی ہے اور وہ اپنے گھر کی طرف چلا گیا اور ان سب کو آزاد کر دیا اور جب صبح کو حضرت عمرؓ کے پاس گیا تو آپ نے اُسے کہا میں نے تیرے غلاموں کے بارے میں تجھے جو بات کہی تھی اس کے متعلق تیری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا، میری رائے میں اللہ نے میرے اور ان کے لیے بھلائی اختیار کر لی ہے آپ نے پوچھا وہ کیا؟ اس نے کہا وہ رضائے الٰہی کے لیے آزاد ہیں آپ نے فرمایا اے ذوالکلاع تو نے درست کہا ہے۔

اس نے کہا یا امیرالمومنین میرا ایک گناہ ہے میرا خیال ہے کہ وہ اللہ مجھے نہیں بخشے گا، آپ نے پوچھا وہ کیا گناہ ہے؟ اس نے کہا ایک روز میں اپنے پرستاروں سے چھپ گیا پھر میں نے ایک بلند جگہ سے ان پر جھانکا تو مجھے تقریباً ایک لاکھ انسانوں نے سجدہ کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا، اخلاص سے توبہ کرنے اور باز آکر انابت کرنے سے اللہ جل شانہٗ سے مہربانی

اور بخشش کی اُمید کی جاتی ہے اور صفین میں ذوالکلاع الحمیری حضرت معاویہ کی پارٹی کے ساتھ قتل ہوگیا۔ اللہ سب پر رحم فرمائے۔

زکوٰۃ کا جمع کرنا

غزوۂ تبوک کی کامیابی کے بعد اور اسلام کے جزیرہ عرب کے تمام اقالیم کو اپنے دونوں پروں کے نیچے سمیٹ لینے کے بعد کوئی ایسا شخص باقی نہ رہا جو اسلام کا مقابلہ کرنے اور اس کے اقتدار سے دشمنی کرنے کے متعلق سوچ سکے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے حکومت کی مالی درآمدات کی تنظیم کا کام دیا جا سکتا ہے، کا کام شروع کر دیا اور یہ اس حکومت کی ان ضروریات کا مقابلہ کرنے کے لیے تھا جو دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔

قرآن کریم عمومی انداز میں مسلمانوں پر زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم سلے کر نازل ہوا اور سنت محمدیہ نے مسلمانوں پر ان اموال کی اصناف بیان کیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور ہر قسم کی قریب ترین حد بیان کی جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد ان محتاج مسلمانوں کی ضروریات کو پورا کرنا تھا جو کسی رکاوٹ یا نابینا ہونے یا یتیم ہونے یا آفت زدہ ہونے کی وجہ سے کمانے کی سکت نہیں رکھتے اور آغاز تاریخ سے زکوٰۃ پہلا عملی اور محکم نظام ہے جو سوشل کفالت کے لیے بنایا گیا ہے۔

اور ہمیں زکوٰۃ کے ارکان و شروط اور اس کے مصارف کی تحدید کی تشریح کی ضرورت نہیں، فقہ کی بڑی بڑی کتب میں ان کی تفاصیل کے خواہش مند کے لیے پیاس بجھانے کا سامان موجود ہے۔

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ عرب کے تمام نواح میں ایلچی طوعاً بھجوائے جن میں آپ نے لوگوں کو اسلام کے اس اہم رُکن یعنی زکوٰۃ کی دعوت دی، پس لوگوں نے سمع و اطاعت کی اور وہ جامعین زکوٰۃ بن گئے

اور وہ جزیرہ میں جہاں بھی گئے انہیں عہد نبوی میں اس زکوٰۃ کے جمع کرنے میں کوئی قابل ذکر مشکل پیش نہیں آئی۔

حجۃ الوداع

اور جب ہجرت کا دسواں سال خاتمے کے قریب پہنچا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کی تیاری میں لگ گئے۔ تاریخ الخمیس جلد ۲ ص ۱۴۸ میں بیان ہوا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک سے واپسی پر حج کرنے کا ارادہ فرمایا اور یہ فتح مکہ سے تھوڑی مدت بعد کی بات ہے پھر بیان کیا گیا کہ باقیماندہ مشرکین حج کرتے ہیں اور برہنہ طواف کرتے ہیں تو آپ نے حج کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ آپ نے ہر عہد والے کے عہد کو توڑ دیا اور یہ ۹ھ کی بات ہے پھر آپ نے (شرک کی علامات کو مٹانے کے بعد) سنہ ۱۰ھ میں حج کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بھر میں صرف ایک بار اسلامی حج کیا

محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حج کی فرضیت کے بعد) اپنی زندگی میں ایک ہی دفعہ حج کیا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے قبل جب کہ آپ اپنے دین کے بارے میں مغلوب تھے، ہر سال حج کے اجتماع میں حاضر ہوتے تھے اور اپنے آپ کو قبائل پر پیش کر کے انہیں دعوتِ اسلام دیتے تھے، ان اجتماعات میں مشرکین کو تقالید کے مطابق حج کرنے والے لوگوں پر کامل تسلط ہوتا تھا، وہ اسلامی تعلیمات کی مخالفت کرتے تھے حتیٰ کہ وہ ہمیشہ ہر ذوالحجہ کے علاوہ کسی اور تاریخ کو وقوف کرتے اور یہ ان مہینوں میں ان لوگوں سے تلاعب تھا جو حج کو آتے تھے اور وہ النسئ ہے جس پر اللہ نے ان کی عیب گیری کی ہے۔

اور سہیلی نے سیرت نبویہ کی شرح میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حقیقتہً ایک ہی حج کو منسوب کرنا چاہیے اگرچہ آپ نے لوگوں کے ساتھ مکہ میں بھی حج کیا، لیکن وہ حج، حج کی سنت اور اس کے کمال کے مطابق نہ تھا کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دین کے معاملے میں مغلوب تھے اور حج اپنے وقت سے تبدیل کیا گیا تھا اور بیان کیا گیا ہے کہ اہل جاہلیت شمسی مہینوں کے مطابق حج کو تبدیل کرتے تھے اور ہر سال اُسے گیارہ دن پیچھے کر دیتے تھے[1] اور عمرہ کے متعلق محققین کے نزدیک یہ متفقہ بات ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کیے، پہلا عمرہ حدیبیہ کا ہے مشرکین نے آپ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور آپ نے ان کے ساتھ ذوالقعدہ ۶ھ میں مشہور صلح کی اور آپ حلال ہو گئے اور اسے اپنا عمرہ خیال کیا اور دُوسرا عمرہ آئندہ سال یعنی ۷ھ میں ذوالقعدہ میں کیا جسے عمرۃ القضاء کہتے ہیں اور تیسرا عمرہ ذوالقعدہ ۸ھ میں کیا جو فتح کا سال ہے، آپ نے حنین کی غنائم کی تقسیم کے بعد الجعرانہ سے عمرہ کیا اور چوتھا عمرہ ۱۰ھ میں اپنے حج اکبر

---

[1] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۴۸ اور حضرت جبیر بن مطعم صحابی سے روایت کی گئی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبوت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفہ میں وقوف کرتے دیکھا اور تمام قریش، شیبہ بن ربیعہ کے سوا، مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور حضرت اسماء بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ قریش میں سے شیبہ بن ربیعہ، عرفہ میں وقوف کرتا تھا اور اس پر دو سیاہ کپڑے ہوئے تھے اور اس کے اونٹ کی جھالر بالوں کی تھی جو سیاہ رکابوں کے درمیان تھی حتیٰ کہ اس نے لوگوں کے ساتھ عرفہ میں وقوف کیا پھر ان کے چلنے کے ساتھ چلنے لگا ہم عربوں سے کلام نہیں کرتے، عرب عرفہ میں وقوف کرتے تھے اور قریش مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے ہم اہل اللہ ہیں۔ (مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۲)

کے ساتھ کیا۔ آپؐ نے اس کا احرام ذوالقعدہ میں باندھا اور اس کے اعمال،
حج میں ایسے تھے جیسے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

اسی لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا کہ آپ اس سال حج کرنے والے ہیں، پس بہت سے لوگ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے لیے جمع ہو گئے، بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۲۶ ذوالقعدہ ۱۰ھ کو ہفتے کے روز مدینہ سے حج کے لیے روانہ ہوئے اور آپ کی روانگی ظہر و عصر کے درمیان ہوئی۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ظہر کی نماز چار رکعت پڑھائی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی نماز قصر کر کے دو رکعت پڑھائی اور آپ سے یہ ثابت نہیں کہ آپ نے احرام سے قبل خاص طور پر دو رکعت نماز پڑھی ہو جیسے کہ بہت سے لوگ اس خیال سے ایسا کرتے ہیں کہ وہ سنت کی ادائیگی کر رہے ہیں۔

اور ۴ ذوالحجہ کو صبح کو حج کے لیے مکہ میں داخل ہوئے اور مکہ اور مدینہ کے درمیان آپ نے جو مسافت طے کی وہ آٹھ دن کی مسافت تھی) اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے دو صحاری[1] کپڑوں کا احرام باندھا اور وہ دو کپڑے تہبند اور چادر تھی اور تنعیم میں آپ نے انہیں اسی جنس کے کپڑوں سے بدل لیا۔ مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سو اونٹ قربانی کے لیے لے گئے[2]

اور آپؐ مکہ کے بالائی علاقے سے اس میں داخل ہوئے حتیٰ کہ آپ اس دروازے تک پہنچ گئے جسے باب بنی شیبہ کہا جاتا ہے اور جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو آپ نے نماز سے قبل طواف شروع کیا اور جب آخر

---

[1] صحار، یمن میں ایک شہر ہے۔
[2] مغازی الواقدی جلد ۳

تک پہنچے تو آپ نے رکن کو بوسہ دیا اور آپ اپنی چادر کے دونوں کناروں کو اپنے بائیں کندھے پر رکھے ہوئے تھے اور آپ نے کہا بسم اللہ واللہ اکبر اور آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کہتے تھے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار[1] اور آپ نے حجر اسود پر مزاحمت کرنے سے روکا آپ نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے فرمایا آپ طاقتور آدمی ہیں۔ اگر آپ رکن کو خالی پائیں تو اُسے بوسہ دیں، بصورتِ دیگر لوگوں کو دھکے دے کر تکلیف نہ دیں آپ کو بھی تکلیف دی جائے گی اور آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے فرمایا اے ابو محمد آپ نے رکن کے پاس کیا کیا ہے، انھوں نے کہا میں نے بوسہ دیا ہے اور چھوڑا بھی ہے آپ نے فرمایا تو نے ٹھیک کیا ہے۔ اور اس طواف کے انتہا پر پہنچنے کے بعد جس میں آپ نے تین دفعہ دوڑ لگائی اور چار دفعہ چلے، آپ مقام ابراہیم کی طرف بڑھے اور واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ[2] پڑھا پھر آپ نے اپنے اور بیت اللہ کے درمیان مقام ابراہیم کو رکھا اور اس میں دو رکعت نماز پڑھی اور آپ دونوں رکعتوں میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور اپنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ رکن کی طرف واپس آئے اور اسے بوسہ دیا پھر باب بنی مخزوم سے نکل کر الصفا کی طرف گئے اور فرمایا میں اس سے شروع کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا ہے پھر آپ نے اپنی اونٹنی پر صفا اور مروہ کے درمیان طواف مکمل کیا اور جب آپ صفا اور مروہ پر چڑھتے تو فرماتے، لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہ الملک و لہ الحمد

---

[1] مغازی الواقدی جلد ٣ ص ١٠٩٥

[2] تاریخ الخمیس جلد ٢ ص ١٤٩

وھو علیٰ کل شئ قدیر - لا الٰہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہٗ وھزم الاحزاب وحدہ - پھر آپؐ نے اس کے درمیان دعا کی اور تین بار ایسے ہی کہا[1]

اور جب آپ نے اپنی سعی کو مکمل کر لیا تو آپ نے ہر اس شخص کو جس کے پاس قربانی کا جانور نہ تھا فرمایا کہ وہ لازماً حلال ہو جائے خواہ وہ قارن ہے یا مفرد، اور آپ نے انہیں حکم دیا کہ پورے حلال ہو جائیں یعنی عورتوں سے وطی کریں اور سلے ہوئے کپڑے پہنیں اور یوم الترویہ تک اسی حالت میں رہیں اور آپ اپنے قربانی کے جانور کی وجہ سے حلال نہ ہوئے اور اسی موقع پہ آپ نے فرمایا —— اگر میں اپنے معاملے سے دوچار ہوتا تو میں جستجو کرتا اور اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اسے عمرہ بنا دیتا۔

اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت طلحہؓ، قربانی کے جانوروں کی وجہ سے حلال نہ ہوئے اور جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان اصحاب سے جنہوں نے حج کا احرام باندھا تھا، فرمایا کہ اسے عمرہ بنا لو تو وہ تردد میں پڑ گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ہم اسے عمرہ کیسے بنائیں، آپ نے فرمایا میں جو تمہیں حکم دیتا ہوں اس پہ غور کرو، پھر ان کے تردد کے باعث آپ پہ غصے کے آثار نمایاں ہو گئے حتیٰ کہ آپ غصے کی حالت ہی میں اپنی بیوی حضرت عائشہؓ کے پاس آئے تو وہ پوچھنے لگیں آپؐ کو کس نے ناراض کیا ہے اللہ اُسے ناراض کرے؟ آپؐ نے فرمایا میں کیوں غصے نہ ہوں میں ایک بات کا حکم دیتا ہوں اور اس کی تعمیل نہیں کی جاتی[2]

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۵۷

[2] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۷۶

امام ابن قیم نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے چودہ اصحاب نے حج کو توڑ کر عمرہ بنا لیا اور ان کی احادیث، صحاح میں موجود ہیں[1]

پھر ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ ہم اپنے پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں کہ اگر ہم حج کا احرام باندھتے تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے بچنے اور آپ کے حکم کی اتباع کے لیے حج کو توڑ کر عمرہ بنانا اپنے پر فرض سمجھتے اور قسم بخدا یہ نہ آپ کی زندگی میں منسوخ ہوا اور نہ اس کے بعد، اور اس کے مقابلہ میں کوئی ایک حرف بھی صحیح نہیں ہے اور نہ ہی آپ نے اپنے اصحاب کو دوسروں کو چھوڑ کر اس سے مخصوص کیا ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے حضرت سراقہ بن مالک کی زبان پر یہ بات جاری کر دی کہ وہ آپ سے دریافت کریں کہ کیا حج کو توڑ کر عمرہ بنانا، صحابہ سے مختص ہے آپ نے جواب دیا یہ ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے ہمیں معلوم نہیں کہ ہم ان احادیث پر کسے مقدم کریں اور یہ یقینی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی مخالفت کرنے والے پر ناراض ہوئے؟ اور امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا خدا بھلا کرے جب انہوں نے سلمہ بن شبیب سے فرمایا، اس نے آپ کو کہا اے ابو عبد اللہ آپ کی ایک بات کے سوا باقی سب باتیں میرے نزدیک اچھی ہیں، آپ نے پوچھا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا آپ حج کو توڑ کر عمرہ بنانے کے قائل ہیں آپ نے فرمایا اے سلمہ میں تجھے عقلمند سمجھتا تھا اس بارے میں میرے پاس گیارہ صحیح احادیث ہیں، کیا میں انہیں تیری بات کی وجہ سے چھوڑ دوں[2]؟ میں سمجھتا ہوں

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۲۳

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۲۶

امام ابن قیمؒ اور امام احمدؒ کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ جو شخص احرام باندھ کر مکہ میں داخل ہو اور طواف وسعی کر کے اسے حج توڑ کر عمرہ بنانے سے کوئی جائے فرار نہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ

جس نے بیت اللہ کا طواف کیا اور سعی کی وہ حلال ہو گیا چاہے وہ مانے یا نہ مانے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے حج میں کعبہ کو غلاف چڑھانا

ابن ابی سبرۃ نے خالد بن رباح سے بحوالہ المطلب بن عبداللہ بن موسیٰ روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس بن عبدالمطلب کو کہتے سنا کہ ——— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں بیت اللہ کو یمنی چادروں کا غلاف پہنایا۔

اور امام واقدی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ظہر کے بعد یوم الترویہ سے قبل لوگوں سے خطاب کیا اور یوم الترویہ ۸ ذوالحجہ کا دن ہے[1] میں کہتا ہوں واقدی نے جس خطبہ کی طرف اشارہ کیا ہے ہم ان مصادر میں جو ہمارے سامنے موجود ہیں اس کی کوئی نص نہیں پاتے۔

اور رواۃ حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے بیرون اترے اور مکہ میں آپ کا قیام یوم الترویہ تک اس منزل میں رہا جس میں آپ فروکش ہو کہ بیرون مکہ مسلمانوں کو نمازیں پڑھاتے تھے پس آپ نے بیرون مکہ چار روز قیام کیا اور اتوار، سوموار اور بدھ[2] کو نمازیں

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱

[2] بدھ کی بجائے منگل چاہیے، کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ منگل کے دن کو قصر نہ کرنے اور بدھ کے دن قصر کرنے کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

قصر کرتے رہے اور جب جمعرات کو چاشت کا وقت ہوا تو آپ اپنے ساتھی مسلمانوں کے ساتھ منیٰ کو چلے گئے اور جو لوگ اپنے خیموں میں حلال ہو چکے تھے انھوں نے حج کا احرام باندھا اور وہ مسجد میں اس سے احرام باندھنے کے لیے داخل نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے اس حال میں احرام باندھا کہ مکہ ان کی پشتوں کے پیچھے تھا اور جب آپ منیٰ پہنچے تو وہاں اُترے اور ظہر و عصر اور مغرب عشاء اور صبح کی نماز پڑھی [1]

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اہل مکہ کی نماز

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں چار رکعت نماز کو قصر کر کے پڑھا اور جب اہلِ مکہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے فرمایا —— اپنی نماز کو پورا کرو، ہم مسافر ہیں [2] اور یہ جمعہ کی رات کی بات ہے اور جب سورج طلوع ہوا تو آپ منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوئے اور ضب کے راستے کو اختیار کیا جو لوگوں کے آج کل کے راستے کی داہنی جانب ہے اور آپ کے اصحاب میں سے مُلبی (تلبیہ کہنے والے) اور مکبّر (تکبیر کہنے والے) بھی تھے اور آپ یہ سن رہے تھے اور نہ ان کو اور نہ اُن کو ملامت کرتے تھے اور جب آپ نمرہ پہنچے (جو عرفہ کے مشرق میں ہے) تو وہاں آپ نے ایک خیمہ دیکھا جو آپ کے حکم سے نصب کیا گیا تھا آپ وہاں اُتر پڑے اور جب سورج ڈھلنے لگا تو آپ نے اپنی ناقہ قصویٰ کے لانے کا حکم دیا اُس پر کجاوہ رکھا گیا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ عرض عرفہ کی وادی کے نشیب میں آ گئے (اور عرفہ، عرفات میں سے نہیں ہے) اور وہاں وادی

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۴۶ اور دیکھیے خطبہ حجۃ الوداع کے بڑے بڑے ماخذ۔
[2] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۰۹۲

عرفہ میں آپ نے اپنی ناقہ پر سوار ہونے کی حالت میں لوگوں سے ایک عظیم اور جامع خطاب کیا جس میں اصول اسلام کو قائم کیا اور اصول شرک توڑ دیا اور جاہلیت کے ستون کو بند کر دیا اور اس میں محرمات یعنی عزت، خون اور مال کی تحریم کو بیان کیا اور جاہلیت کے تمام امور کو اپنے قدموں کے نیچے رکھ دیا اور اس میں جاہلیت کے تمام سود کو ساقط اور باطل کر دیا اور انہیں عورتوں سے بھلائی کرنے کی وصیت کی اور ان کے حقوق کو اور ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں انہیں بیان کیا اور امت کو کتاب اللہ سے اعتصام کرنے کی وصیت کی اور انہیں بتایا کہ وہ جب تک اس کتاب سے اعتصام کریں گے ہرگز گمراہ نہ ہوں گے پھر آپ نے انہیں آگاہ کیا کہ ان سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا اور آپ نے ان سے پوچھا کہ وہ کیا کہیں گے اور کیا گواہی دیں گے؟ انھوں نے کہا ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے ابلاغ کر دیا ہے اور (رسالت) کی ادائیگی کر دی ہے اور خیر خواہی کی ہے پس آپ نے اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھایا اور تین بار انہیں گواہ بنایا اور انہیں حکم دیا کہ ان کا حاضر شخص ان کے غائب شخص تک یہ باتیں پہنچا دے[1]

اور اپنے اس حج میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج میں بڑی بڑی اصلاحات کیں اس لیے کہ مشرکین نے طویل صدیوں سے مناسک حج میں کمی بیشی کر کے بڑی بڑی خرابیاں داخل کر دی تھیں۔

اور بڑی بڑی اصلاحات میں سے ایک وقوف عرفہ ہے، قریش بقیہ لوگوں کے سوا، از راہِ تکبر عرفہ میں وقوف نہ کرتے تھے وہ صرف مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور کہتے تھے ہم اہل الحل ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو حکم دیا کہ وہ عرفہ میں وقوف کریں بلکہ آپ نے اس مشعر کی تعظیم میں اضافہ کر کے فرمایا، الحج عرفہ ہے۔

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۶۱

اسی طرح آپؐ نے حج میں ایسی اصلاحات کیں جس سے وہ ایسے ہو گیا جیسے کہ وہ ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا آپ نے اس بڑے خلل کو دُرست کر دیا جسے مشرکین نے تلبیہ میں داخل کر دیا تھا وہ اپنے حج میں کہا کرتے تھے۔

(لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لاشریک لک الا شریکاً تملکہ و ماملک)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرکیہ جملہ نکال دیا جو ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تلبیہ میں داخل کر دیا گیا تھا اور وہ جملہ یہ ہے (الا شریکاً تملکہ وما ملک) پس شرعی تلبیہ یوں ہو گیا (لبیک اللّٰھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمۃ والملک لک لاشریک لک)

ایسے ہی آپ نے اپنے تاریخی خطبہ میں جن اہم اصلاحات کا اعلان کیا ان میں وہ تلاعب فرمائی بھی ہے جو مشرکین کیا کرتے تھے اور وہ یوں کہ وہ بعض حُرمت والے نہیں تھے بدل لیتے تھے اور ان کے بدل میں انہیں حرام قرار دے دیتے تھے اور اس کی وجہ ان کی جنگیں تھیں جو ہمیشہ ان کے درمیان ہوتی رہتی تھیں۔ اور اس تلاعب کے نتیجہ میں جس کا نام اللہ تعالیٰ نے نسئی رکھا ہے (انما النسئی زیادۃ فی الکفر[1]) سال کے مہینوں کا حساب مضطرب ہو گیا ایک مہینے کو مقدم کیا جاتا کہ وہ دوسرے کی جگہ آجائے حتیٰ کہ اکثر اوقات حج، ماہ ذوالحجہ میں نہ ہوتا مثلاً ایک دفعہ مشرکین نے ذوالقعدہ میں حج کیا۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس تاریخی خطبے میں اس تلاعب کا ابطال کر دیا اور فرمایا آگاہ رہو زمانہ زمین وآسمان کی پیدائش کے روز سے اپنی ہئیت پر گھوم

---

[1] توبہ: آیت ۱۶

رہا ہے اور کتاب الٰہی میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں چار حرمت والے مہینے ہیں، تین مسلسل ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب ہے جسے ماہ مضر کہا جاتا ہے۔ جو جمادی الآخرۃ اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینہ ۲۹ یا ۳۰ دن کا ہوتا ہے[۱]

اور مشرکین، حج میں جو مخالفانہ باتیں کرتے تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصحیح کی ان میں یہ بھی ہے کہ مشرکین، عرفہ سے اس وقت نکلتے جب سورج پہاڑوں کی چوٹیوں پہ یوں ہوتا جیسے مردوں کے سروں پہ عمامے ہوتے ہیں، قریش نے خیال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح چلیں گے آپ نے اس کے چلنے کو مؤخر کر دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا[۲]

اور عرفہ کے بارے میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — بہترین دعا، یوم عرفہ کی دعا ہے —— نیز فرمایا —— سب سے افضل دعا، میری دعا، اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علیٰ کل شیٔ قدیر[۳]

اور وہاں عرفہ میں جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف کیا یہ آیت اتری (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا) سورۂ مائدہ آیت ۴، اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر کھڑے ہوئے اور غروب آفتاب تک تضرع، دعا اور ابتہال میں لگے رہے اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ بطن عرفہ سے ہٹ جائیں (کیونکہ وہ عرفہ میں شامل نہیں) پھر آپ نے اعلان کیا کہ عرفہ اس موقف سے

---

[۱] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۱۱۲

[۲] مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۱۰۴ [۳] زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۶۱ و مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۱۰۴

مختص نہیں جس میں آپ نے وقوف کیا ہے بلکہ آپ نے فرمایا — میں نے یہاں وقوف کیا ہے اور عرفہ سب کا سب موقف ہے — اور آپ نے لوگوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مشاعر پہ رہیں اور وہیں وقوف کریں کیونکہ وہ ان کے باپ حضرت ابراہیمؑ کا ورثہ ہیں۔[1]

اور غروب آفتاب اور سُرخی کے ختم ہو جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ کی طرف متوجہ ہوئے اور لوگ آپ کے آگے آگے تھے جن کی حد بندی نگاہ نہیں کر سکتی تھی وہ ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچے ہوئے تھے اور حضرت اسامہ بن زید آپ کی ناقہ پر آپ کے پیچھے سوار تھے اور آپ لوگوں کو پکار کر کہہ رہے تھے کہ وہ سکون سے چلیں اور بھیڑ نہ کریں آپ نے فرمایا اے لوگو پُر سکون رہو نیکی تیز روی میں نہیں ہے اور آپ اپنے سفر میں تلبیہ کہتے جاتے تھے آپ نے تلبیہ ختم نہیں کیا حتیٰ کہ آپ نے مزدلفہ پہنچ کر نماز کا وضو کیا پھر اذان کا حکم دیا اور مؤذن نے اذان دی پھر اس نے اقامت بلا اذان کے ساتھ پڑھائی جیسا کہ آپ نے عرفات میں کیا تھا پھر جب فجر طلوع ہوئی تو آپ نے اُسے یوم النحر کو اذان و اقامت کے ساتھ اوّل وقت میں پڑھا اور وہ عید کا دن اور حج اکبر کا دن تھا اور وہ ہر مشرک سے براءت الٰہی کے اعلان کا دن تھا۔[2]

پھر آپ سوار ہوئے اور مشعر الحرام کے پاس اپنے موقف پہ آئے اور رُو بقبلہ ہوئے اور دُعا، تضرع، تکبیر و تہلیل اور ذکر میں مصروف ہو گئے حتیٰ کہ صبح بہت روشن ہو گئی اور یہ طلوع آفتاب سے پہلے کی بات ہے اور یہاں پہ عروہ بن مضرّس طائی نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ قسم بخدا میں

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۶۲

[2] زاد المعاد صفحہ ۲۳۲

طےؑ کے پہاڑوں سے آیا ہوں میں نے اپنی اونٹنی کو تھکا دیا ہے اور خود کو بھی درماندہ کر دیا ہے خدا کی قسم میں نے کسی پہاڑ کو نہیں چھوڑا مگر اس پر کھڑا ہوا ہوں، کیا میرا حج ہوا ہے؟ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —— جو ہماری اس نماز میں شامل ہو اور ہمارے ساتھ ٹھہرے حتیٰ کہ ہم چل پڑیں اور اس سے قبل اس نے عرفہ میں رات کو یا دن کو وقوف کیا ہو، اس کا حج مکمل ہو گیا ہے اور اس نے اپنی میل کچیل دُور کر لی ہے —— اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ایسے ہی جن آثارِ جاہلیت کو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس حج میں ختم کیا ہو وہ ایک عادت ہے جس کی مشرکین اتباع کرتے تھے اور اسے مناسکِ حج میں سے خیال کرتے تھے اور وہ یہ تھی کہ وہ مزدلفہ سے اس وقت تک نہیں چلتے تھے حتیٰ کہ ثبیر پر سورج آ جائے اور وہ کہتے تھے اے ثبیر چمک، تاکہ ہم سفر کریں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش نے حضرت ابراہیمؑ کے عہد کی مخالفت کی ہے اسی لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طلوعِ آفتاب سے قبل چلے[1] اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور اپنے موقف پر وقوف کیا تو آپؐ نے اعلان فرمایا کہ مزدلفہ سب کا سب موقف ہے[2]

اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ کی طرف اپنی روانگی کے دوران حضرت ابن عباس کو حکم دیا کہ وہ آپ کے لیے سنگریزے (فقط سات سنگریزے) چن لیں، حضرت ابن عباس نے آپ کے لیے ٹھیکرے کے سات سنگریزے چنے اور آپ اپنی ہتھیلی میں انہیں جھاڑنے لگے اور فرمانے

---

[1] مغازی الواقدی جلد ۳ صفحہ ۱۱۰۱

[2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۷۳

لگے اس قسم کے سنگریزے پھینکو اور دین میں غلو کرنے سے اجتناب کرو تم سے پہلے لوگوں کو صرف دین میں غلو کرنے نے ہلاک کیا ہے، بیہقی نے اسے ابن عباسؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے ایسے ہی مذموم بدعات میں سے جمار کے سنگریزوں کو دھونا ہے جیسے کہ آج کل بہت سے عوام کرتے ہیں۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدلفہ سے صرف ان سنگریزوں کے چننے کا حکم دیا جن سے آپ نے رمی کرنی تھی اور ایک دفعہ جمرۃ العقبہ کو مارتے تھے اب رہے بقیہ جمار، تو ان کی رمی کے لیے مزدلفہ سے سنگریزے چننا سنت نہیں ہے بلکہ منیٰ سے ان کا چن لینا کافی ہے اور یہی حال ان سنگریزوں کا ہے جن سے دوسرے اور تیسرے روز جمرۃ العقبہ کو رمی کی جاتی ہے۔ ان کا مزدلفہ سے چننا شرط نہیں جیسا کہ بعض عوام کرتے ہیں۔

کیا عورت کا چہرہ چھپانے کی چیز ہے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضل بن عباس کو اپنے پیچھے سوار کرائے ہوئے تھے اور منیٰ کو جاتے ہوئے راستے میں آپ کو خثعم قبیلہ کی ایک خوبصورت نوجوان عورت ملی اور اس نے اپنے باپ کی طرف سے حج کرنے کے متعلق سوال کیا، وہ بہت بوڑھا تھا جو سواری پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ آپ نے اسے حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے حج کرے اور حضرت فضل، خثعم قبیلہ کی عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ آپ کی طرف دیکھنے لگی اور حضرت فضل بھی خوبصورت آدمی تھے پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیفیت دیکھی تو آپ نے اپنا مبارک ہاتھ حضرت فضل کے چہرے پر رکھ دیا اور اسے دوسری طرف موڑ دیا تاکہ وہ اس کی طرف نہ دیکھیں اور وہ آپ کی طرف نہ دیکھے لیکن یہ

ثابت نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم دیا ہو اور اس میں یہ دلیل پائی جاتی ہے کہ عورت کا چہرہ جب اس نے اُسے مختلف قسم کی زینت کی چیزوں سے آراستہ نہ کیا ہو، چھپانے کی چیز نہیں اور یہ بہت سے ائمہ کا مذہب ہے اور یہی اقرب للصواب ہے۔ واللہ اعلم۔

اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادیٔ محشر میں پہنچے تو آپ نے تیز روی اختیار کی اور یہ ان مقامات پر آپؐ کا معمول تھا، جہاں اللہ کے دشمنوں پر اس کا عذاب نازل ہوا تھا اور اس وادیٔ محشر میں، اصحابِ فیل کا ہاتھی تھک گیا اور مکہ کی طرف جانے سے رُک گیا اور غاصب اور ظالم ابرہہ کی فوج یہیں وادی میں ٹھہری رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے اور انہوں نے انہیں تباہ کر دیا اور کسی کو حتمی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کیا مادہ تھا جس سے ان پرندوں نے ابرہہ کی فوج کو تباہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ انہیں چیچک کی وباء نے آلیا حتیٰ کہ ان کا ایک سپاہی متورم ہو جاتا اور پھول جاتا اور چیچک کی وباء کے نتیجے میں وہ پھٹ کر دولخت ہو جاتا۔ واللہ علیٰ کل شیٔ قدیر۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تلبیہ کہہ رہے تھے اور آپ نے تلبیہ کو نہیں چھوڑا حتیٰ کہ آپ نے جمرۃ العقبہ کو رمی کیا اور جب آپ جمرہ کے پاس پہنچے تو وادی کے نشیب میں کھڑے ہوئے اور بیت اللہ کو اپنے بائیں ہاتھ اور منیٰ کو اپنے دائیں ہاتھ رکھا اور جمرہ کی طرف منہ کیا اور آپؐ اپنی ناقہ پر سوار تھے اور آپؐ نے طلوعِ آفتاب کے بعد سوار ہونے کی حالت میں جمرہ کو رمی کیا اور جمرہ کو رمی کرنا پہلی عبادت تھی جو آپ نے منیٰ میں کی اور آپ ایک ایک کر کے رمی کرتے تھے اور ہر سنگریزے کے ساتھ جس سے آپ رمی کرتے تھے اور ہر سنگریزے کے ساتھ جس سے آپ رمی کرتے تھے تکبیر کہتے جاتے تھے اور حضرت اسامہؓ

اور حضرت بلال رضؓ آپؐ کے ساتھ تھے ان دونوں میں سے ایک آپ کی ناقہ کی مہار پکڑے ہوئے تھا اور دوسرا آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے آپ پر کپڑے کا سایہ کئے ہوئے تھا [1]

یوم عید یوم حج اکبر کو آپؐ کا خطبہ

جمرۃ العقبہ سے واپسی کے بعد آپ نے منیٰ میں مسلمانوں کو ایک عظیم خطبہ دیا جس کے لیے اللہ نے لوگوں کے کان کھول دیے حتیٰ کہ اہل منیٰ نے بہت دور اپنی منازل میں اسے سنا، حضرت عکرمہ اور حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے آپ دونوں کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے دن یوم النحر کو ظہر کے بعد اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہو کر خطبہ دیا آپؐ نے فرمایا — اے لوگو! میری باتوں کو سنو اور سمجھو، مجھے معلوم نہیں شاید اس سال کے بعد اس موقف میں، میں آپ سے ملاقات نہ کروں..... اے لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ راوی کا بیان ہے لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ماہ حرام ہے، یہ کونسا شہر ہے؟ لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہر حرام ہے، پھر فرمایا یہ کونسا دن ہے؟ لوگوں نے سکوت اختیار کیا تو آپؐ نے فرمایا یوم حرام ہے پھر آپؐ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون اور اموال و اعراض کو تمہارے اس ماہ کی حرمت کی طرح، تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس دن میں حرام قرار دیا ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو، آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں آپؐ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، آگاہ رہو جس کے پاس امانت ہو وہ اسے اس کو ادا کر

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۷۲

دے جس نے اُسے اس پر امین بنایا ہے، آگاہ رہو جاہلیت کے تمام سود ساقط کر دیے گئے ہیں اور جاہلیت کے تمام خون ساقط کر دیے گئے ہیں اور تمہارا پہلا خون یعنی ایاس بن ربیعہ بن الحارث کا خون میں ساقط کرتا ہوں ——— جو بنی سعد بن لیث میں دایہ کو تلاش کر رہا تھا کہ ہذیل نے اُسے قتل کر دیا ——— آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟ صحابہ نے کہا ہاں بے شک، آپؐ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، پس چاہیے کہ حاضر آدمی، غائب تک یہ باتیں پہنچا دے آگاہ رہو ہر مسلمان، ہر مسلمان پر حرام ہے اور نہ مسلمان کا مال حلال ہے سوائے اس کے جو وہ بطیب خاطر دے، عمرو بن یثربیؓ[1] کا بیان ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، بتایئے اگر مجھے عمزاد کی بکریاں ملیں تو میں ان سے ایک بکری ذبح کر لوں؟ راوی کا بیان ہے آپؐ نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا:

اگر تجھے الجمیش کے نشیب میں ایک دُنبی چھری اُٹھائے ہوئے ملے تو اُسے مضطرب نہ کر اور اس خطبہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (انما النسئ زیادۃ فی الکفر یضل بہ الذین کفروا یحلونہ عاما و یحرمونہ عاما لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ[2]) آگاہ رہو کہ زمانہ جس روز سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں اپنی ہیئت پر گھوم رہا ہے اور کتاب الٰہی میں مہینوں کی تعداد بارہ ہے جن میں سے چار حرام ہیں، تین مسلسل ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور رجب جسے ماہ مضر کہا جاتا ہے جو جمادی الآخرۃ اور شعبان کے درمیان ہے اور مہینہ ۲۹ اور ۳۰ دن کا ہوتا ہے آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اے اللہ

---

[1] عمرو بن یثربی ضمری حجازی اور بنی ضمرۃ کے دیار بدر کے نزدیک واقع ہیں اور عمرو مذکور، ساحل سمندر کی وادی الجمیش کے نشیب میں رہتے تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے ساحل میں تلاش کیا یہ بہت ایندھن والی ہے اور بنی ضمرہ کی وادی ہے۔

[2] توبہ آیت: ۳۷

گواہ رہ، پھر آپ نے عورتوں کے حقوق اور مردوں کے جو حقوق ان پر ہیں ان کے متعلق گفتگو کی اور فرمایا اے لوگو! عورتوں کے تم پر حقوق ہیں اور تمہارے بھی ان پر حقوق ہیں ان پر یہ حق ہے کہ وہ کسی کو تمہارا بچھونا پامال نہ کرنے دیں اور نہ اُسے جسے تم ناپسند کرتے ہو، تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے گھروں میں داخل ہونے دیں اور اگر وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم انہیں بستروں میں چھوڑ دو اور انہیں مارو جو سخت دُکھ دہ نہ ہو پس اگر وہ باز آجائیں اور تمہاری اطاعت کریں تو دستور کے مطابق ان کا کھانا اور پہننا تمہارے ذمے ہے پھر آپ نے عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کی اور فرمایا عورتیں تمہارے پاس قیدی ہیں وہ اپنے لیے کسی چیز کی مالک نہیں اور تم نے انہیں اللہ کی ذمہ داری سے حاصل کیا ہے اور کلام الٰہی سے ان کی فروج کو حلال کیا ہے پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو (ان کے متعلق بھلائی کی وصیت کرو) آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے، لوگوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، پھر آپ نے فرمایا اے لوگو شیطان تمہاری اس زمین میں اپنی پرستش سے مایوس ہو گیا ہے لیکن اس نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ اس کے سوا، تم جس کو حقیر جانتے ہو اس کی اطاعت ہو، اس نے اسے پسند کیا ہے، ہر مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، مسلمان شخص کے لیے اپنے بھائی کا خون اور اس کا مال حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنی خوشی سے دے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں حتیٰ کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اور جب وہ اسے کہہ دیں گے تو وہ اپنے خون اور اموال محفوظ کرلیں گے اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے اور اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو، اور میرے بعد کفار نہ بننا کہ تمہارے بعض، بعض کو قتل کریں۔ میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جا رہا ہوں تم اس کے بعد گمراہ نہ ہو گے آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر

دیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا اے اللہ گواہ رہ، اور اس خطبہ میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے اپنے مناسک سیکھ لو شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کروں اور آپ نے انصار و مہاجرین کو اپنے اپنے مقام پر م تارا اور فرمایا ظالم اپنی جان پر ہی ظلم کرتا ہے اور آپ نے فرمایا اپنے رب کی عبادت کرو، اور اپنی پانچوں نمازیں پڑھو اور اپنے مہینے کے روزے رکھو، اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو، تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے . . . . . اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یاد رکھو، دل خیانت نہیں کرتے، عمل کا اخلاص اللہ کے لیے ہے اور امرا کی خیرخواہی کرو، اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ وابستہ رہو، بلاشبہ ان کی دعوت، ان کے پیچھے سے حفاظت کرتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم نے اس سے اعتصام کیا تو تم اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا پس تم کیا جواب دو گے ؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے ابلاغ رسالت کا حق ادا کر دیا ہے اور خیر خواہی کر دی ہے پھر آپ نے اپنی انگشت شہادت کو اٹھاتے اور پیچھے کرتے ہوئے اور اس سے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین بار فرمایا اے اللہ گواہ رہ اور اس وقت آپؐ نے لوگوں کو الوداع کہا اور لوگوں نے اسے حجۃ الوداع کہا[1]

اور اپنے اس خطبہ کے اختتام کے بعد جو حقیقتہً اسلام کے عام دستور کے اصول ہیں آپ قربان گاہ کی طرف گئے اور اپنے ہاتھ سے ۶۳ اُونٹ ذبح

---

[1] دیکھیے مغازی الواقدی جلد ۳ ص ۱۱۱۱ اور اس کے بعد صفحات، زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۷۵، سیرت ابن ہشام جلد ۴ ص ۲۵، امتاع الاسماع ص ۵۲۳، تاریخ الخمیس ص ۱۵۰

کیے اور آپ انہیں کھڑے ہونے کی حالت میں ان کا بایاں ہاتھ باندھ کر ذبح کرتے تھے پھر آپ رُک گئے اور حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ ایک سو میں سے جو باقی رہ گئے ہیں وہ انھیں ذبح کریں پھر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان کی جھولوں، چمڑوں اور گوشت کو مساکین پر تقسیم کر دیں نیز آپ کو حکم دیا کہ قصاب کو ان میں سے کچھ بھی، ذبح کی اجرت میں نہ دیں اور فرمایا ہم اُسے اپنے پاس سے دیں گے اور آپ نے فرمایا جو چاہے کاٹ لے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائیگی مناسک میں سہولت پیدا کرنے کے لیے لوگوں کے واسطے منیٰ میں ایک اصول وضع کیا جو تنگی و تکلیف سے دُور تھا پس جو سائل آپ کے پاس آتا آپ اس کے لیے سہولت پیدا کرتے اور اُسے فرماتے کوئی حرج نہیں۔

ابن قیم نے بیان کیا ہے کہ یہاں آپ سے اس شخص کے متعلق پوچھا گیا جو رمی سے پہلے سر منڈا دے؟ اور اس شخص کے متعلق بھی پوچھا گیا جو رمی سے پہلے قربانی کر دے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا بیان ہے کہ اس روز میں نے آپ کو دیکھا کہ جس بات کے بارے میں بھی آپ سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا کر لو، کوئی حرج نہیں [1]

اور حضرت اسامہ بن شریک سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کو نکلا اور لوگ آپ کے پاس آنے لگے کوئی کہتا یا رسول اللہ میں نے طواف سے قبل سعی کر لی ہے یا میں نے کسی چیز کو آگے پیچھے کر لیا ہے آپ فرماتے کوئی حرج نہیں ہاں اس شخص پر حرج ہے جس نے ظالم ہونے کی حالت میں مسلمان کی چغلی کی یہ وہ شخص ہے جو مجرم ہے

---

[1] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۷۵

اور ہلاک ہوگیا ہے، اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی مکمل کرلی تو آپ نے حجام بلا کر اپنا سر منڈایا۔

اور منیٰ میں اپنی قربانیوں کے ذبح کرنے اور سر منڈانے کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل اپنی ناقہ پر سوار ہوکر مکہ گئے اور طوافِ افاضہ کیا۔ اور یہ طواف زیارت ہے اور ارکانِ حج میں سے چوتھا رکن ہے اور اس کے سوا آپ نے کوئی طواف نہیں کیا اور نہ اس کے ساتھ سعی کی کیونکہ آپ عرفات آنے سے قبل سعی کر چکے تھے اور آپ اپنے احرام کی حالت پر قائم رہے کیونکہ آپ اپنے قربانی کے جانور لائے تھے اور اس لیے بھی کہ آپ قارن تھے امام ابن قیم نے بیان کیا ہے اور یہی درست بات ہے، اب رہے بقیہ صحابہ جن کے پاس قربانی کے جانور نہ تھے، انھوں نے طواف کیا اور سعی کی کیونکہ انھوں نے اپنے خیموں سے جو مکہ سے باہر تھے حج کا احرام باندھا تھا اور ان میں سے کسی ایک نے بھی آنے سے پہلے حج کی سعی نہ کی تھی۔

اور اپنے طواف کی ادائیگی کے بعد آپ زمزم پر آئے اور اسے کھڑے ہوکر پیا اور آپ اپنے اس طواف میں سوار اور پیدل بھی تھے، پھر آپ منیٰ کی طرف واپس آگئے اور اس روز وہاں ظہر کی نماز پڑھی پھر وہیں رات گزاری اور سورج ڈھلنے کے بعد تینوں جمروں پر رمی کی، اور ان سب کی طرف پیدل گئے اور سوار نہ ہوئے اور آپ نے ہر جمرے پر ایک ایک کرکے سات سنگریزے مارے اور آپ ہر سنگریزے کے ساتھ (اللہ اکبر) کہتے تھے۔

منیٰ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا خطبہ

اور آپ کے پیچھے اہلِ مکہ اور دوسرے مسلمان تھے آپ انہیں قصر نماز پڑھاتے تھے، جمع کرکے نہیں پڑھاتے تھے۔ ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں

دُوسرا خطبہ دیا اور یہ حج اکبر کے دن سے دوسرا دن تھا - یہ خطبہ متعدد روایات سے بیان ہوا ہے اور ہم اس خطبہ کے عظیم فائدہ کی وجہ سے اس کے بعض حصّے بیان کرتے ہیں ، آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس خطبہ میں فرمایا ؛

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کونسا دن ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ ایام التشریق کا درمیانی دن ہے ، کیا تمہیں معلوم ہے یہ کونسا شہر ہے ؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں آپ نے فرمایا یہ مشعر الحرام ہے پھر فرمایا مجھے معلوم نہیں شاید میں اس سال کے بعد تم سے نہ مل سکوں ، آگاہ رہو کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں تم پر حرام ہیں جیسے تمہارے اس مہینے میں اور تمہارے اس شہر میں تمہارے آج کے دن کی حُرمت ہے ، حتیٰ کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو اور وہ تم سے تمہارے اموال کے متعلق پوچھے آگاہ رہو تمہارا قریبی تمہارے دُور کے آدمی تک اسے پہنچا دے آگاہ رہو کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے ؟"

حدیث کی راویہ (سراء بنت[1] نبہان) کا بیان ہے کہ جب ہم مدینہ آئے اور تھوڑی دیر ہی ٹھہرے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے - اسے ابو داؤد نے روایت کیا ہے[2]

اور روایت کی گئی ہے کہ آپ نے اس دن (یعنی ایام التشریق کے دوسرے دن) کے خطبے میں فرمایا : ارے ظلم نہ کرو ، ارے ظلم نہ کرو ، ارے ظلم نہ

[1] سراء بنت نبہان الغنویہ ، اسد الغابہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے سے آپ کے اس ٹکڑے کے سُننے سے زیادہ کچھ بیان نہیں ہوا -

[2] زاد المعاد جلد ا صفحہ ۴۹۵

کرد اور مسلمان کا مال اس کی خوشی سے حلال ہوتا ہے پھر آپ نے انسانوں کے اختلافِ اجناس والوان کے باوجود ان کے درمیان مساوات کے اصولوں میں سے سب سے بڑا اصول قائم کیا اور فرمایا:

"اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے ار کسی عربی کو عجمی پہ اور نہ کسی عجمی کو عربی پہ اور نہ سیاہ رنگ کو سرخ رنگ پہ اور نہ سرخ رنگ کو سیاہ رنگ پہ، تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت حاصل ہے، کیا میں نے ابلاغ رسالت کر دیا ہے؟"

صحابہ نے عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابلاغ کر دیا ہے آپ نے فرمایا حاضر شخص غائب تک یہ باتیں پہنچا دے۔

اور آپ نے آخری ٹکڑے میں فرمایا:

میں ابھی تمہیں بتاتا ہوں کہ مسلمان کون ہے، مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہوں اور مومن وہ ہے جسے لوگ اپنی جانوں اور اپنے اموال پر امین بنائیں اور مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے، اور مومن، مومن پر اس دن کی حرمت کی طرح حرام ہے، اس کا گوشت اس پر حرام ہے کہ وہ اسے اس کی غیبت کر کے کھائے اور اس کی عزت اس پر حرام ہے کہ اس پر ظلم کرے اور اُسے اذیت دینا اس پر حرام ہے کہ وہ اسے دھکا دے، اے گروہِ قریش، اپنی گردنوں پہ دنیا اُٹھا کر نہ لاؤ اور لوگ آخرت اُٹھا کر لائیں، میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا[1]

---

[1] مجمع الزوائد از علی بن ابی بکر الہیثمی جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ تا ۲۷۲ ..... اسی طرح رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج میں چار خطبے دیے ایک خطبہ مکہ میں حج کو آنے سے قبل اور عرفہ کے روز نمرہ میں خطبہ، اور منیٰ میں عید کے روز حج اکبر کے روز کا خطبہ اور ایسے ہی منیٰ میں ایام التشریق کے دوسرے دن کا خطبہ۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ کو واپسی

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تین راتیں
گذاریں اور دو دن میں جلدی نہ کی۔ پھر آپ نے منگل کے روز، منیٰ کو چھوڑا جو ایامِ التشریق کا چوتھا دن ہے اور المحصب کی طرف گئے اور یہ ایک راستہ ہے جو مکہ اور منیٰ کے درمیان کشادہ نالہ میں آپڑتا ہے اور جاہلیت میں اسے خیف کنانہ کہتے تھے اور المحصب میں ابورافع نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ لگایا[1]۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے المحصب میں اپنا کجاوہ اتارا اور وہاں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی اور جاہلیت میں المحصب کی تاریخ مشہور ہے اور وہ یہ کہ قریش اور بنی کنانہ نے (دعوت کے آغاز کے وقت) بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف عہد و پیمان کیا کہ وہ ان سے نکاح نہیں کریں گے اور ان کے درمیان کوئی بات نہ ہوگی حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دیں، اس لیے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ منیٰ سے روانگی کے بعد آپ کی منزل المحصب ہو۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ــــ جب آپ نے منیٰ سے چلنے کا ارادہ کیا ــــ فرمایا ــــ کل ہم انشاء اللہ خیف بنی کنانہ میں اترنے والے ہیں جہاں انہوں نے میرے خلاف کفر کی قسمیں کھائی تھیں، اس سے آپ کی مراد المحصب تھی امام ابن قیمؒ نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر شعائرِ اسلام کے اظہار کا قصد فرمایا، جس میں انہوں نے شعائرِ کفر اور اللہ اور اس کے رسول سے عداوت کا اظہار کیا تھا اور آپؐ کا یہ معمول تھا کہ آپ کفر و شرک کی جگہ پر شعائرِ توحید کا اظہار کریں جیسا کہ آپؐ نے حکم دیا کہ طائف

---

[1] النہایۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵ [2] زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۲۹۶

کی مسجد، لات و عزیٰ کی جگہ پر تعمیر کی جائے[1]

ظہر و عصر اور پھر مغرب و عشاء کے پڑھنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑی دیر سوئے پھر مکہ کی طرف گئے اور رات کو سحر تک طواف وداع کیا اور اس طواف میں کندھوں کو ہلا کر دوڑ نہیں لگائی اور مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا پھر آپ نے اپنے اصحاب میں کوچ کا اعلان کیا تو وہ کوچ کر گئے اور جب آپؐ الروحاء[2] میں تھے تو آپؐ ایک قافلے کو ملے آپؐ نے انھیں سلام کہا اور پوچھا کون لوگ ہو؟ انھوں نے کہا مسلمان ہیں، انھوں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اللہ کا رسول تو ایک عورت نے اپنے ایک بچے کو جو اس کی پالکی میں تھا اٹھا کر کہا یا رسول اللہ کیا اس کا حج ہے؟ فرمایا ہاں اور تیرے لیے اجر ہے[3] پھر آپ جب ذوالحلیفہ آئے تو آپ نے وہاں رات بسر کی اور جب آپ نے مدینہ کو دیکھا تو تین بار تکبیر کہی اور فرمایا لاالٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ لہٗ الملک والحمد وھو علیٰ کلِّ شئٍ قدیر آیبون، تائبون، عابدون، ساجدون لربنا حامدون، صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ، وھزم الاحزاب وحدہٗ۔[4]

حضرت اسامہ بن زیدؓ کی فوج کی تیاری کا حکم

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو آپ نے ذوالحجہ کے بقیہ ایام اور محرم اور صفر میں وہاں قیام کیا اور ۲۵ صفر ۱۱ھ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے ایک عظیم فوج تیار کرنے کا حکم دیا اور امیر فوج

---

[1] زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۴۹۹ [2] الروحاء، مدینہ سے تقریباً ۶۰ کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے [3] اسے مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔
[4] اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(جو مہاجرین اور انصار پر مشتمل تھی) اپنے غلام حضرت اسامہ بن زید کو مقرر کیا جن کی عمر اس وقت بیس سال تھی اور فوج کے سپاہیوں میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، فوج نے اپنی تیاری مکمل کر لی اور مدینہ سے لوٹ کر جرف میں جو مدینہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے، پڑاؤ کر لیا، اگر حضرت اسامہؓ کی ماں حضرت ام ایمن سالار اسامہ کو فوری خبر نہ بھیجتی جس میں اس نے آپ کو خبر دی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کا غلبہ ہو گیا ہے اور آپ قریب المرگ ہیں تو وہ فوج شام کو مارچ کرنے ہی والی تھی اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسامہ فوج کو مدینہ سے لے کر روانہ ہوئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض لاحق ہو گیا، فوج کی تیاری کے احکام ۲۶ صفر سوموار کے روز دیئے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض بخار کا آغاز ۲۸ صفر کو بدھ کے روز ہوا، لیکن لاحق ہونے والے مرض کے باوجود آپ نے سالار اسامہ کے لیے اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھا، یہ ۲۹ صفر ۱۱ھ کا واقعہ ہے، اس کے بعد حضرت اسامہؓ، جرف کی طرف روانہ ہو گئے اور حضرت اسامہؓ تقریباً روزانہ اپنی کمان سے مدینہ آتے تھے تاکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت کے بارے میں اطمینان حاصل کریں اور جب آپ کی ماں نے آپ کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب المرگ ہیں تو آپ نے اپنی چھاؤنی کو چھوڑ دیا اور جلدی سے مدینہ واپس آ گئے اور آپ کے ساتھ حضرت عمرؓ بن الخطاب اور حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی تھے اور ان کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر واپس آنے کے چند لمحوں بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو سوموار کے روز ہوئی[1] اور حضرت اسامہؓ کی فوج مدینہ سے باہر جرف میں پڑاؤ کیے رہی اور

---

[1] تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۵۵

لوگ اس فوج کی واپسی کی توقع کر رہے تھے اور رومیوں سے جنگ کی کارروائی کو ، جس کا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا باطل قرار دے رہے تھے لیکن رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کی تکمیل کے بعد میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ، حضرت ابوبکرؓ کی بیعت خلافت ہوئی آپ نے فوج کو شام سے جنگ کرنے کے لیے مارچ کرنے کا حکم دیا جیساکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا ، اور فوج شام میں فتح حاصل کرکے مدینہ واپس آئی اور ہم انشاء اللہ حضرت اسامہؓ کی جنگ اور جو کبار صحابہ کی طرف سے اس کا معارضہ ہوا ، اسے اپنی نئی کتاب (حروف الردۃ) میں تفصیل سے پیش کریں گے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ارتداد کا ظہور

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ، شیطان ، عرب کے دو شیطانوں کو دعویٰ نبوت کرنے کے لیے پھسلاتا رہتا تھا اور وہ اس کی تیاری بھی کر رہے تھے اور وہ تھے ، مسیلمہ کذاب حنفی جو نجد کے علاقے یمامہ میں تھا اور اسود عنسی جو یمن کے علاقے صنعاء میں تھا اور یہ دونوں لوگوں کو اپنی شیطانی دعوت دے کر گمراہ کرتے تھے۔ لیکن انھوں نے اپنے معاملے کے اظہار کی جرأت نہیں کی مگر جب انہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا علم ہوا تو اسود عنسی صنعاء میں اور مسیلمہ ، یمامہ میں ظاہر ہوگیا ، اسود عنسی کو تو مسلمانوں نے فیروز دیلمی کی کمان میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل قتل کر دیا اور مسیلمہ لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کے لیے باقی رہ گیا حتیٰ کہ حضرت خالدؓ بن ولید نے اسے یمامہ کے مشہور معرکوں میں قتل کر دیا۔ جیساکہ اس کی تفصیل ہماری نئی کتاب (حروف الردۃ) میں بیان ہوگی۔ انشاء اللہ

تمّت بالخیر

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوہ بدر

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتح پوری

لٹے اسفید کاغذ۔ گولڈن پلاسٹک کور مجلد
ضخامت ۲۸۸ صفحات

نفیس اکیڈمی
اردو بازار، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ موتہ

تالیف

علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ

مولانا اختر فتحپوری

اعلیٰ سفید کاغذ، گولڈن پلاسٹک کور مجلد
ضخامت ۲۴۰ صفحات

ناشر: نفیس اکیڈمی اسٹریچن روڈ، کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ حنین

تالیف : علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ : مولانا اختر فتح پوری

صفحات : ۴۰۰

اعلیٰ سفید کاغذ گولڈن پلاسٹک کور مجلد

نفیس اکیڈمی اُردو بازار کراچی

اسلام کے فیصلہ کن معرکے

غزوۂ بنی قریظہ

تالیف :۔ علامہ محمد احمد باشمیل

ترجمہ :۔ مولانا اختر فتح پوری

صفحات ۲۴۰

اعلیٰ سفید کاغذ گولڈن پلاسٹک کور مجلد

نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی

قیمت [illegible] پے

۱۲۰/-

م قریشی